بسم الله الرحمن الرحيم

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

حرفِ اول

یہ چند جملے لکھنے کی ضرورت صرف اس لئے پڑی کہ عین اس وقت جب کتاب پریس میں جانے کیلئے تیار تھی۔ ایک جانکاہ خبر نشر ہوئی کہ، عالمی استعمار "شیطان بزرگ" مظلوم و محروم قوموں خصوصاً مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن، خونخوار و بدمست امریکہ نے بندر عباس سے دوبئی کی طرف پرواز کرنے والے ایک مسافر بردار جہاز کو میزائیل کا نشانہ بنا دیا جس کے نتیجہ میں دو سو نوے (۲۹۰) افراد مرد، عورتیں اور بچے جاں بحق ہو گئے

سپر پاور ہونے کا ڈھنڈورا پیٹنے والا جس کا یہ دعویٰ ہے کہ ہماری الکٹرونک آنکھیں دنیا کی ہر چیز پر نظر رکھتی ہیں۔ ایک جنگی اور مسافر بردار جہاز میں تمیز پیدا نہ کر سکا اور پھر بھی بے شرمی کے ساتھ خلیج فارس میں امن و تحفظ کی برقراری کے بہانہ یہاں سے جانے کو تیار نہیں ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ شیطان کسی بھی قانون اور حق کا پابند نہیں ہے اور اس کی سیاست اور منافعے کے مقابلے میں ہر چیز بے قیمت ہے۔

ابھی ایک سال قبل اسی شیطان کے اشارہ پر حرم امن الٰہی میں رجعت پرست سعودی درندوں نے سیکڑوں حاجیوں کا قتل عام کیا تھا تاکہ اس کے اور اس کی ناجائز اولاد اسرائیل کے خلاف بلند ہونے والی آوازوں کو کچل دیا جائے مگر آج خود فلسطینی سرزمین پر فرزندان توحید اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور دنیا کی تمام آزاد قومیں "مرگ بر امریکہ اور مرگ بر اسرائیل" کے نعروں سے استعماری ایوانوں کو لرزہ براندام کئے ہوئے ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں ایرانی ایربس کا حادثہ اور اس میں سوار ۲۹۰ مسافروں کے ہمراہ زیر نظر کتاب کی مترجمہ محترمہ قرائی کی شہادت کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کسی خونخوار سے اس کے علاوہ امید بھی کیا کی جا سکتی ہے ــــــ ہم تو ہر طرح کی شہادت قبول کرنے کیلئے تیار ہیں اس لئے کہ موجودہ حالات میں "شہادت یقیناً انسان کی معراج ہے"۔

"ناشر"

Translation Movement

چہل حدیث

منتخب

حضرت امام خمینی مدظلہ

نهضت ترجمه
Translation Movement

دس حدیثیں

۳۰۷

سازمان تبلیغات اسلامی روابط بین الملل

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS.

کتاب	دس حدیثیں (منتخب از چہل حدیث)
مولف	حضرت امام خمینی مدظلہ
ترجمہ	سیدہ ماہ لقا قرائی
ناشر	سازمان تبلیغات اسلامی (روابط بین‌الملل)
	تہران (اسلامی جمہوریہ ایران)
مطبع	کلینی تہران
تعداد	3000 (تین ہزار)
تاریخ	ذی‌الحجہ 1407 ھ
کتابت	نصیر احمد جسکانی، اشرف الزماں

فہرست

پیش لفظ	۱
حدیث اوّل	۲
پہلا مقام تأمل۔ عزم وارادہ۔ جدوجہد، محاسبہ و	۵، ۷، ۸
مشارطہ و مراقبہ۔ ذکر و فکر	۹، ۱۱
دوسرا مقام	۱۴
قوائے باطنی، جبلّی میلانات کی تعدیل	۱۷، ۲۰
قوّت تخیّل کی تہذیب، احتساب	۲۲، ۲۳
ابن بابویہ، شیخ صدوق سے منقول حدیث	۳۱
اخلاقی امراض کا علاج۔ اختتام	۳۴، ۳۷
حدیث دوّم	
ریاء اور اس کے روحانی اور نفسیاتی اثرات	۳۹
پہلا باب — مذہبی عقائد میں ریاء	۴۱
علم و ایمان کا فرق	۴۳
ریاء سے پیدا ہونے والے خطرات	۴۶
ریاء کی بیخ کنی کا علمی طریقہ	۴۷
خلوص عمل	
عمل میں ریاء	۵۷
وجود انسانی ناموس الٰہی ہے	۶۰
عبادت میں ریاء	۶۲
ریاء کا کس طرح مقابلہ کیا جائے	۶۴
نماز جماعت میں ریاء	۶۶

Translation Movement

نماز جماعت کی صفوں میں ریاء ۶۸
اخلاص کی دعوت ۷۰
حضرت علیؑ کی ایک حدیث ۷۶
مراتبِ صفات اور اشخاص کے درجات ۷۸
سمعہ کیا ہے۔ ۸۰

حدیث سوم

عُجب کیا ہے ۸۱
مفسدین کا عُجب ۸۶
شیطان کی حیلہ بازیاں اور نقشے ۸۹
عُجب سے پیدا ہونے والے مفاسد۔ دوسروں کی تحقیر ۹۱
ریاء کی ترغیب ۹۳
غرور کا باعث ہونا۔ حبِ نفس عُجب کا سرچشمہ ۹۴-۹۷

حدیث چہارم

تکبر۔ غرور کے درجات اور مراتب ۱۰۷-۱۱۰
غرور کا مبداء۔ غرور سے پیدا ہونے والی روحانی اور سماجی برائیاں ۱۱۳-۱۱۸
تکبر کے اسباب وعوامل ۱۲۵
افقِ فکری کی تنگی کا نتیجہ ۱۳۰
کبر کا علاج ۱۳۱
غرور کے علاج کے طریقے ۱۳۴
عذابِ آخرت کا تجسم ۱۳۵
رسولِ خداؐ کی تواضع اور فروتنی ۱۳۶
یقظہ انسانیت کی پہلی منزل ۱۴۰

نہضت ترجمہ
Translation Movement
.INS

اخلاقی صفات کی نزاکتیں ۱۴۲

حدیث پنجم

حسد۔ محرّکات اور عوامل ۱۴۵
حسد کی تعریف۔ حسد کی قسمیں ۱۴۶-۱۴۷
حسد کے اسباب اور محرکات ۔ حسد کے کچھ مفاسد ۱۴۷-۱۴۹
فشارِ قبر۔ مفاسد اخلاقی کی جڑ ۱۵۲-۱۵۶
حسد کا عملی علاج ۱۵۹
حسد کے رفع کرنے کے بارے میں حدیث ۱۶۰

حدیث ششم

حُب دنیا ۱۶۳
حُب دنیا کی افزائش کے اسباب ۱۶۸
حضرت علیؑ کا شوق وصل ۱۶۹

حدیث ہفتم

غضب کے بارے میں ۱۸۰
قوّۃ غضب کے فوائد ۱۸۲
غصّے کی زیادتی کی مذمت ۱۸۴
غصّے سے پیدا ہونے والی اخلاقی خرابیاں ۔ غصّے سے پیدا ہونے والی
اعمال کی خرابیاں ۱۸۸
اشتعال کی حالت میں غصّے کا علاج ۱۹۰
غصّے کا بنیادی علاج اور اس کی بیخ کنی ۱۹۳

حدیث ہشتم

عصبیّت اور نخوت ۱۹۷

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

عصبیت کے مفاسد ۱۹۹
رسولِ خداؐ کی ایک حدیث ۲۰۱
عصبیت کی ملکوتی صورت ۲۰۲
اپنے نفس سے خطاب ۲۰۴
اہلِ علم کی عصبیت ۲۰۶

حدیث نہم

نفاق اور منافق ۲۰۹
نفاق کے مراتب ۲۱۰
نفاق کے آثار اور اثرات ۲۱۲
نفاق کا علاج ۲۱۴
نفاق کی قسمیں ۲۱۶

حدیث دہم

ہوائے نفس اور طولِ امل ۲۲۳
ہوائے نفس کی پیروی کرنے کی مذمت ۲۲۴
کلامِ خدا میں ہوس کی پیروی کی مذمت ۲۲۷
خواہشاتِ نفسانی کی تعداد کے بارے میں ۲۳۲
طولِ امل کی مذمت ۲۳۴

نهضت ترجمه
Translation Movement
TMS

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلواۃ علی محمد وآلہ اجمعین
ولعنۃ اللّٰہ علی اعدائھم الی یوم الدّین۔

پیش لفظ

خداوندا آئینہ دل کو اخلاص کے نور سے روشن کر اور لوحِ دل کو منافقت کے زنگ سے پاک کر۔ حیرت اور تاریکی کے بیابان میں بھٹکتے ہوئے بے بسوں کو سعادت اور نجات کی راہیں دکھا۔ ہمیں اخلاق کریمہ عطا فرما۔ تیرے وہ جلوے جو تونے اپنے خاص بندوں اور اولیاء کے لئے مخصوص کئے ہیں، ہمیں بھی نصیب فرما۔ ہمارے دلوں سے شیطان اور جہالت کے لشکروں کو نکال باہر کر اور ان کی جگہ علم اور حکمت کی فوجیں اتار دے۔ دنیا میں ہمارے دلوں کو تو اپنی اور اپنے خاص بندوں کی محبت سے مالا مال رکھ۔ وقتِ مرگ اور اس کے بعد ہمارے حال پر مہربانی فرما اور آخرت میں ہم کو سعادتمند فرما۔

تألیفِ کتاب کا مقصد:۔ خدا کے اس کم طاقت بے بضاعت اور ناتوان بندے کی بہت دن سے یہ خواہش تھی کہ علماء رضوان اللہ علیہم کی مستند کتابوں سے اہل بیت اطہار علیہم السّلام سے روایت کی ہوئی حدیثوں میں سے چالیس (۴۰) حدیثوں کا انتخاب کروں اور انھیں عام افراد کے حسبِ حال مناسب تشریح

کے ساتھ پیش کروں اسی وجہ سے یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی ہے تاکہ فارسی جاننے والے افراد بھی اسی سے فیض یاب ہو سکیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ شائد مجھے بھی ان میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہو جن پر حضرت ختمی مرتبت صلعم کی حسب ذیل حدیث صادق آتی ہے۔

مَنْ حَفِظَ علیٰ اُمَّتِی اَرْبَعِیْنَ حَدِیثاً یَنْتَفِعُونَ بِھا بَعَثَهُ اللہ یَوْمَ القِیَامَةِ فَقِیھاً عَالِماً۔

میری امت میں سے جو کوئی بھی میری چالیس حدیثوں کی حفاظت اس طور سے کرے کہ لوگ اس سے مستفید ہوں تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کا شمار فقہا اور علماء میں کرے گا۔

حدیثِ اوّل

عَن الشیخ الاجل ثِقَةِ الاسلام مُحَمَّدِ بن یَعقُوبَ الکُلینی صاحِبِ الکافی عَن عَلی بن ابراهیم عن ابیه عَنِ النوفلی عَن السُکُونی عَنْ ابی عبد اللہ (ع)، اِنَّ النَّبی صَلّی اللہ عَلَیه وَآلِهِ بَعَثَ سَرِیَّةً فَلَمّا رَجَعوا قال:

"مَرحَباً بِقَومٍ قَضوا الجهادَ الاَصْغَرَ وبَقِیَ عَلَیهِمُ الجهادُ الاَکبَرُ" فَقیل یا رسول اللہ ما الجِهادُ الاَکبرُ قال، "جِهادُ النَّفسِ"

ترجمہ Translation Movement INS

ترجمہ:- شیخ الاجل ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی صاحب کافی نے علی بن ابراہیم سے انہوں نے اپنے والد سے، انھوں نے النوفلی سے، انھوں نے سکونی سے، انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم نے روانہ کردہ سپاہیوں کو میدان جنگ سے لوٹتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ آفریں ہے ان لوگوں پر جنھوں نے جہاد اصغر کیا اور جنہیں ابھی جہاد اکبر انجام دینا ہے۔

جب سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا ہے تو رسول اکرم نے فرمایا " جہادِ نفس "

شرح حدیث :- السَّرِیَّۃُ قِطعَۃٌ مِن الجیشِ یُقالُ خَیرُ السَّرایا اربعمائۃ رَجُل۔

کسی فوج کے ایک حصے کو سریہ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بہترین سریہ وہ ہے جو چار سو افراد پر مشتمل ہو۔ حدیث کے متن سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ انسان ایک ایسا عجوبہ ہے جس کی ایک زندگی میں دو زندگیاں اور جس کے وجود میں دو کائناتیں جمع ہیں۔ ایک تو وجودِ ظاہری، جو دنیوی طبیعی لذات کے ساتھ اس کے بدن کی زندگی ہو۔ دوسرا وجودِ باطنی جو غیبی و ملکوتی ہے۔ یعنی اس کا روحانی وجود۔ اس کے کئی درجات ہیں جن کو عام طور پر کبھی سات درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے کبھی چار میں کبھی تین میں اور کبھی صرف دو درجوں میں۔ ہر درجہ میں اسکی مناسبت سے لشکر متعین کیے گئے ہیں۔ وہ لشکر جو اس کی روحانی اور عقلی صلاحیتوں کے رہنما ہیں اور اس کو عالم بالا کی طرف کھینچتے ہیں اور اس کو نیکی اور سعادت کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کے مقابل دوسری قوتیں ہیں جو جہل اور شیطانی قوتوں کی نمائندہ ہیں سفلی جذبات کو بھڑکاتی ہیں اور شقاوت (اخلاقی رذائل) کی طرف کھینچتی ہیں۔ ہر وقت ان دونوں قوتوں میں کشمکش اور جنگ کی کیفیت رہتی ہے انسان کا وجود ان دو قوتوں کے لیے ایک میدانِ جنگ و جدال کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب رحمانی قوتوں کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان صاحب سعادت و رحمت سمجھا جاتا ہے، فرشتوں کا رتبہ پاتا ہے اور اولیاء اور بندگانِ صالحین کے زمرے میں شامل ہوتا ہے۔ اگر جہل اور شیطانی قوتوں کا غلبہ ہو تو انسان ایک ظالم اور شقی فرد کہلاتا ہے وہ کافروں اور شیطانوں کا ہم قبیلہ ہوتا اور خدا کے حضور سے دھتکارے ہوئے ملامت زدوں کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے یہاں چونکہ ان صفحات میں اس موضوع کا تفصیل سے بیان ممکن نہیں، اس لیے صرف چند مقاماتِ

روحانی کے ذکر سعادت اور شقاوت کے اسباب و عوامل کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے جہاد نفس کی کیفیتوں اور اس کے درجوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

مقامِ اوّل :

اس باب کی چند فصلیں ہیں۔

فصل ۱ : اس کا کمترین درجہ انسان کے ظاہری اور دنیاوی وجود سے عبارت ہے جس میں انوارِ غیبی، طبعی یا جسمانی عنصروں سے مل کر انسان کے زمینی اور محسوس کرنے والے جسم کو تابندہ کرتے اور اس کی زندگی کو وسعت بخشتے ہیں۔

یہی بدنِ محسوس وہ جگہ ہے جہاں نیکی اور بدی کی فوجیں متعین ہیں اور جہاں ان دونوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے جسم کے قوائے ظاہری لشکر کا کام انجام دیتے ہیں۔ قوائے ظاہری سات ملکات سے عبارت ہیں یعنی کان، آنکھ، زبان، پیٹ، شرم گاہ، ہاتھ اور پاؤں۔ یہ نفس ہی ہے جو ان بکھرے ہوئے قوا کی شیرازہ بندی کرتا ہے اور ان پر حکومت کرتا ہے۔ ساتوں قوائے ظاہرہ انسانی تخیل کے احکام کے تحت کام انجام دیتے ہیں اگر انسانی تخیل اپنے ساتوں ملکات کو خودغرضانہ مقاصد کے لیے یا شیطانی اغراض کے لیے استعمال کریں تو یہ ملکات قوائے شیطانی میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور انسان کے وجود کی ریاست شیطانی قوتوں کے قبضے میں آجاتا ہے جس کی وجہ سے رحمانی اور عقلی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ وہ شکست کھا کر ناچار انسان کے وجود سے کوچ کر جاتی ہیں اور وجودِ انسانی مکمل طور پر شیطانی ریاست میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اگر انسانی تخیل عقل کے احکام کی پابندی کرے اور عقل کے ساتھ مذہبی عقیدہ وجودِ انسانی میں کارفرما رہے اور انسان کی حرکات و سکنات عقل اور عقیدے کے زیر اثر کام کریں تو وجودِ انسانی ایک عقلانی اور رحمانی مملکت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ شیطان اور شیطانی قوتیں اپنا سامان

باندھ کر رخصت ہونے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اسی لیے جہادِ نفس خدا کی راہ میں جہاد کرنے اور شہید ہونے سے برتر جہاد ہے یہ مقام فطری صلاحیتوں پر قابو پانے اور انھیں خالق عالم کے حکم کا تابعدار بنانے سے عبارت ہے۔ یہ نام ہے قلب کی مملکت کو شیطانی طاقتوں سے پاک کرنے کا۔

پہلا قدم :

تأمّل۔ غور و فکر

خدا کی جانب حرکت کرنا اور اپنے بارے میں غور و فکر کرنا مجاہدۂ نفسی کی پہلی منزل ہے بعض علمائے اخلاقیات نے اسی عمل کو پانچویں درجے میں رکھا ہے، یہ ترتیب بھی اپنی جگہ صحیح ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے روز و شب میں سے کم از کم تھوڑا سا وقت اس عمل کے لیے مختص کر لیں اور دل میں سوچیں کہ ہم پر اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کی طرف سے کیا فرض عائد ہوتے ہیں۔ اس خدائے متعال کے لیے جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہم کو ہر طرح کی دنیاوی نعمتوں اور راحتوں سے مالا مال کیا جو انسان کے لیے نفع بخش ہیں اور جن کی کارگزاریاں بڑے بڑوں کی عقل کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ باوجود اتنی ساری نعمتوں سے نوازنے کے اس نے ہماری ہدایت کے لیے پیغمبروں کو بھیجا، ہماری رہنمائی کے لیے کتابیں نازل کیں اور ہم کو اپنی طرف دعوت دی۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اس شہنشاہوں کے شہنشاہ کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ کیا یہ سب چیزیں صرف اس مقصد کے لیے عطا کی گئی ہیں کہ ہم اپنے حیوانی وجود اور اس کی خواہشات ہی کی تشفی کریں جن میں ہمارے ساتھ دوسرے حیوانات بھی شریک ہیں ؟ یا ہماری زندگی کا کوئی اور مقصد بھی ہے ؟ کیا انبیائے کرام، اولیائے عظام اور حکمائے عالی مقام نے ہر قوم و ملک کے افراد کو عقل و شرح کے اصولوں پر چلنے کی دعوت نہیں دی ؟ کیا انھوں

نے انسانوں کو ہوس پرستیوں سے دور رہنے اور اس دنیائے فانی سے پرہیز کرنے کا سبق نہیں سکھایا ؟ کیا سب لوگ انسان دشمن تھے اور ہیں ؟ یا ہم نفسانی خواہشوں کے ہاتھوں مجبور بھٹکتے ہوئے انسان اپنی نجات کا راستہ نہیں جانتے ؟

اگر ہم عقل سے کام لے کر سوچنے سمجھنے کی کوشش کریں تو سمجھ میں آئے گا کہ ان سب نعمتوں اور رحمتوں سے بھرپور اس بساط کا مقصد کچھ اور ہے ۔ یہ حیوانی زندگی خود اپنا مقصود نہیں عقلمند انسان کو اپنے اوپر غور کرنا چاہیے اور اپنے حال پر رحم ۔ اسے اپنے آپ کو مخاطب کرکے کہنا چاہیے " اے ظالم نفس ! تو نے برس ہا برس ہوس پرستی میں گنوا دیے اور سوائے حسرت و یاس کے کچھ حاصل نہ ہو سکا ۔ اب بھی اپنے آپ پر رحم کر ۔ خدائے بزرگ و برتر کے سامنے اپنے گناہوں پر شرم کر اور اس کے دکھائے ہوئے راستے پر قدم اٹھا ، وہ راستہ جس پر چل کر حیاتِ جاودانی اور سعادت دائمی ہاتھ آتی ہے اور اس ابدی سعادت کو جو بڑی زحمتوں کے بعد نصیب ہوتی ہے ، چندروزہ نفسانی خوشیوں پر جن سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں قربان مت کر ، اے خودغرض نفس ایک لمحہ کے لیے رک کر سمجھنے کی کوشش تو کر ۔ دنیا والوں کے حال پر غور کر گذشتگان سے لے کر زمانۂ حال تک کے لوگوں کی زندگی کا جائزہ لے ، دیکھ اور حساب کر کہ ان کی خوشیوں کے مقابلے میں ان کے غم اور پریشانیاں کتنی زیادہ ہیں ۔ اس دنیا میں ہر ایک کو خوشیاں اور آرام میسّر ہیں ؟ وہ جو تجھے نفسانی خوشیوں کی طرف بلاتا ہے دراصل انسان کی صورت میں شیطان ہے ۔ وہ جو تجھے مشورہ دیتا ہے کہ مادّی زندگی کی حفاظت کر ۔ ذرا اپنے حال پر غور کر اور اس سے سوال و جواب کر ۔ اپنا احتساب کر اور دیکھ کہ کیا تو اپنے حال پر راضی ہے ۔ کہیں تیرا حال اس شخص کا سا تو نہیں ہے جو خود بلا میں گرفتار ہے اور دوسرے کو بھی گرفتار کر لینا چاہتا ہے ۔ تجھے چاہیے کہ ہر حال میں اپنے خدا سے عجز و گریہ و زاری کے ساتھ دعا کر کہ وہ کام وہ فرائض جو تجھ پر اس کی طرف سے عائد کیے گئے ہیں تجھ سے پورے ہو سکیں ۔ تیرے اور

اس کے درمیان امید کا رشتہ قائم ہے۔ یہ امید شیطان سے مقابلہ کرنے اور اپنے نفسِ امارہ کو مارنے کے ارادے میں مضمر ہے۔ تیرے لیے دوسرا راستہ (روحانی ترقی کا) کھلا ہوا ہے۔ خدا تجھے اس کشمکش میں کامیاب کرے اور تو مجاہدہ کی اگلی منزل تک پہنچ سکے۔

عزم وارادہ :

نفس کے جہاد میں اگلی منزل جو غور و فکر کے بعد مردِ مجاہد کو طے کرنی ہوتی ہے وہ عزم وارادہ کی منزل ہے یہ اس ارادہ سے بالکل مختلف ہے جس کا ذکر شیخ الرئیس نے "اشارات" میں عرفان کے اولین درجات کے زمرے میں کیا ہے) ہمارے بعض مشائخ (خدا ان کی عمر طویل کرے) نے بھی عزم و ارادہ کو انسانیت کا جوہر اور انسانی آزادی کو ناپنے کا پیمانہ قرار دیا ہے۔ انسان کے درجات کی بلندی و پستی دراصل اس کے ارادہ کے درجات کے فرق کا نام ہے۔ وہ عزم وارادہ جو اس مقام کے لئے لازمی ہے وہ گناہوں سے پرہیز کرنے اور تمام واجبات کو انجام دینے کے عہد کا نام ہے۔ یہ عبارت ہے اس سے کہ جو کچھ کوتاہیاں اس سے زندگی میں سرزد ہوئی ہیں ان کا کفارہ ادا کرے اور آخرکار انسان اپنے ظاہر کو عقل اور شرع کے سانچے میں ڈھال لے۔ کیونکہ عقل و شرع کا حکم ہے کہ انسان ان کے مطابق عمل کرے۔ یعنی زندگی میں اس کا عمل شرع کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہونا چاہیے اور اس کا ظاہر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عادات و اطوار کی تقلید پر مبنی ہو۔ وہ اپنی زندگی کو رسولؐ کی زندگی کے سانچے میں ڈھالے گا اور اس کے تمام اعمال، واجبات کی پابندی اور مکروہات کو ترک کرنے سے عبارت ہوں گے۔ وہ ان بزرگوارؐ کی پیروی کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے گا۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، اس لیے کہ ظاہر میں سرورِ کونینؐ کی تقلید کرنا بندۂ خدا کے امکان میں ہے۔

یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ معارفِ الٰہی کا کوئی راستہ اس وقت تک طے نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ انسان پہلے قدم کے طور پر شریعت کے ظاہر کی پابندی سے آغاز نہ کرے۔ کوئی فرد اپنی روحانی زندگی کی قدروں کو نہیں پا سکتا جب تک وہ شریعت کے قوانین کی نیک نیّتی سے پابندی نہیں کرتا وہ اخلاقِ حسنہ کی بلندیوں کو حاصل نہیں کر سکتا، نہ ہی یہ ممکن ہے کہ معرفتِ الٰہی کا نور اس کے دل میں جلوہ افگن ہو اور علمِ باطن کے اسرار اس پر منکشف ہوں۔ جب اس پر حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے اور اس کے دل میں معرفتِ الٰہی کے انوار اترتے ہیں تب بھی وہ شریعت کے ظاہری آداب کا پابند رہتا ہے۔ اس لحاظ سے بعض مدعیان کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ظاہری پابندیوں کو ترک کرنے سے باطنی علوم کے دروازے کھلتے ہیں یا یہ کہ باطنی علم سے مشرّف ہونے کے بعد ظاہری آداب کی پابندیوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ ایک گمراہی ہے جو عبادت کی فضیلتوں اور انسانیت کے درجوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے رونما ہوتی ہے اس کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ اوراق میں کیا جائے گا۔

جدّوجہد:

نهضت ترجمه
Translation Movement

اے بھائی۔ ارادہ و عزم کو قائم رکھنے کی کوشش کر، خدانخواستہ اگر تو اس دنیا سے ایک بے عزم و ارادہ انسان کی حالت میں کوچ کرے تو تو ایک بے مغز ہیولے سے زیادہ نہ ہوگا اور دوسری دنیا میں تو غیر انسانی شکل میں محشور ہوگا۔ وہ عالمِ باطن کے اسرار کا انکشاف کرنے والا ہے۔ گناہ کرنے کی جرأت آہستہ آہستہ انسان کے ارادے کو کمزور اور کھوکھلا بنا دیتی ہے اور اس سے انسانیت کے قیمتی جوہر کو چھین لیتی ہے۔ استادِ محترم دام ظلہٗ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ جو چیز انسان کے ارادہ اور عزم کو کمزور کرتی ہے وہ موسیقی ہے اس لیے میرے بھائی گناہوں سے کنارہ کشی کر اور سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنے

کا عزم کر۔ اپنے ظاہر کو انسانی سانچے میں ڈھال لے۔ اپنے آپ کو اللہ والوں کے زُمرے میں شامل کرے اور خداوند تبارک و تعالےٰ سے دعا مانگ کہ وہ تجھے اس مقصد میں کامیاب کرے رسولِ اکرمؐ اور ان کے اہلِ بیت علیہم السّلام تیری شفاعت کریں اور خدا تجھے اس کام کی توفیق عطا کرے اور تیری مدد کرے۔ خدا تجھے آئندہ زندگی کی لغزشوں سے محفوظ رکھے جو نہایت گمبھیر ہیں۔ اس کا امکان ہے کہ کسی آن کوئی بھی بھول چوک تجھے ہلاکت کے گہرے غار میں اس طرح سے گرا دے کہ پھر کوئی تدبیر کام نہ آسکے اور کوئی بھی تیری مدد کرنے کے لیے آگے نہ بڑھے۔ یہی نہیں بلکہ شافعین کی شفاعت بھی تجھے میسّر نہ ہو ایسے حال سے خدا کی پناہ نعوذ باللہ منھا۔

محاسبہ و مشارطہ :

اپنے نفس کے ساتھ لڑنے والے مجاہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال کے بارے میں سوچ بچار کرے اور ان کا جائزہ لے۔ یہ امور مشارطہ، مراقبہ اور محاسبہ کہلاتے ہیں۔ مشارطہ یہ ہے کہ دن شروع ہوتے ہی کوئی اپنے آپ سے اس چیز کا عہد کرے کہ آج کے دن وہ خدا کے حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور وہ اسی شرط پر مضبوطی سے قائم رہنے کی کوشش کرے۔ ایک دن کے لیے اس ارادہ پر عمل کرنا بہت ہی آسان ہے اور انسان بآسانی اس عہد پر قائم رہ سکتا ہے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ شیطان اور اس کے چیلے تمہاری نظر میں اسی کام کو ایک بہت مشکل کام بنا کر پیش کریں لیکن یہ سب اس ملعون کے جھل و فریب ہیں۔ اس پر سچے دل سے لعنت بھیجو اور ان باطل خیالوں کو اپنے دل سے نکال باہر کرو۔ ایک دن اس کا تجربہ کر کے دیکھو تو تمہیں خود معلوم ہوگا کہ یہ کام کتنا آسان ہے۔

مراقبہ : جب انسان اپنے آپ سے نیکی کا عہد (مشارطہ) کر لیتا ہے تو مراقبہ کا

مرحلہ اس کے سامنے آتا ہے۔ اس عمل کے دوران انسانِ مجاہد کو ہر وقت اپنے عمل کے بارے میں چوکنّا رہنا چاہیے اور اسے فرض سمجھنا چاہیے کہ اپنے عہد پر کاربند رہے۔ اگر خدانخواستہ تمہارے دل میں کوئی گمراہ کن خیال آئے جس پر عمل کرنا خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کے برابر ہے تو یہ سمجھ لو کہ یہ شیطان اور اس کے ہمنوا ہیں جو تم کو اپنے عہد سے ہٹانا اور اس پر عمل کرنے سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ ان پر لعنت بھیجو، ان کے شر سے خدا کی پناہ مانگو اور اس غلط خیال کو اپنے دل سے نکال پھینکو۔ شیطان سے کہہ دو کہ آج کے دن تم نے اپنے آپ سے خدا کی نافرمانی نہ کرنے کا عہد کیا ہے۔ کہہ دو کہ خدائے تعالٰے میرا ولی نعمت ہے۔ اس نے برس ہا برس مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے، اس نے مجھے صحت، سلامتی اور امن و سکون کی دولت عنایت کی ہے۔ اگر میں شکر گذاری میں قیامت تک بھی اس کی خدمت کروں تب بھی اس کی ایک مرحمت تک کا حق ادا نہ ہوگا۔ یہ مناسب نہیں کہ ایک چھوٹی سی شرط بھی اس کے ساتھ وفا نہ کروں۔ ان شاء اللہ شیطان دفع ہوگا اور رحمانی قوتیں غالب آئیں گی۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ یہ کام تمہارے روزمرّہ کے کسی کام جیسے سفر، کسبِ معاش، تحصیل علم وغیرہ میں رخنہ انداز یا مخل نہ ہوگا۔ دن گذرنے تک اسی کیفیت کو برقرار رکھو۔ رات جو اپنے اعمال کا حساب کتاب (محاسبہ) کرنے کا بہترین وقت ہے، اس وقت اپنے نفس سے حساب لو اور دیکھو کہ تم اپنے اس عہد کے، جو تم نے اپنے خالق سے باندھا تھا کہاں تک پابند رہے ہو۔ کہیں تم نے کچھ خیانت تو نہیں کی؟ اگر تم اپنے وعدے کی پابندی کرنے میں پوری طرح کامیاب رہے ہو تو اس توفیقِ خیر کے لیے اس کا شکر ادا کرو اور سمجھو کہ تم نے اس راہ میں ایک قدم آگے بڑھایا ہے اور اس کی توجہ کا مرکز بنے ہو۔ ان شاء اللہ خدا امورِ دنیا و آخرت میں تمہاری رہنمائی کرے گا اور اس کے فضل سے آنے والے دن کی مشکلیں تم پر آسان ہوں گی۔ اگر تم کچھ دن تک اس طرح سے کرو گے تو امید ہے کہ یہی تمہاری عادتِ ثانیہ بن جائے گی اور یہ کام تمہارے لیے بہت

Translation Movement

آسان ہو جائے گا۔ بلکہ تم کو خدا کے احکام کی پابندی کرنے اور گناہوں کو ترک کرنے میں لذّت بھی محسوس ہونے لگے گی۔ یاد رکھو کہ ہر عمل کی جزاء اسی دنیا میں ملنا ضروری نہیں ہے۔ پھر بھی نیک کام سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ خود ایک طرح سے اس کی جزاء ہے۔ خدائے تبارک و تعالٰے اپنے بندوں کو ایسی ذمّہ داریوں سے کبھی زیر بار نہیں کرتا جن کی تکمیل انسان کے بس میں نہ ہو۔ کبھی وہ ایسا بوجھ ان پر نہیں لادتا جسے اٹھانا ان کی طاقت سے باہر ہو۔ یہ شیطان اور اس کی امّت کا کام ہے جو تمہاری نظروں میں کسی کارِ نیک کو مشکل اور سخت بنا کر پیش کرتے ہیں اگر خدانخواستہ تم نے اپنے محاسبے کے موقعہ پر کبھی یہ محسوس کیا کہ اب تم میں ایک قسم کی سستی آ چلی ہے اور فساد رخنہ انداز ہونے لگا ہے تو خدائے بزرگ و برتر سے اس کے لیے معافی مانگو اور پھر سے عہد کرو کہ کل سے تم اور زیادہ استقامت و مردانگی کے ساتھ مجاہدہ کرو گے یہاں تک کہ خدائے تعالٰے توفیق اور سعادتوں کے دروازے تم پر کھول دے اور تم کو انسانیّت کے صراطِ مستقیم پر چلائے۔

ذکر و فکر:

نهضت ترجمه
Translation Movement
IHS

یہ فصل ان امور کے بارے میں ہے جو نفس اور شیطان سے مجاہدے میں انسان کی مدد کرتے ہیں۔ مجاہدہ کرنے والے سالکِ راہِ خدا کو چاہیے کہ ان پر خصوصی توجہ کرے، ان میں سے ایک ذکر (یا تذکّر) ہے۔ اس مقام کو میں اسی تذکرے پر ختم کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی اس ضمن میں بہت سے مطالب قابلِ ذکر رہ گئے ہیں۔ اس جگہ ذکر سے مراد ہے خدائے تعالٰے کو یاد رکھنا اور انسان پر اس کی گوناگوں نعمتوں کا تذکرہ۔ یہ جان لو کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے محسن کا احترام و اکرام کرے۔ اگر کوئی انسان اپنی کتابِ ذات کا مطالعہ کرے تو وہاں ضرور یہ لکھا ہوا پائے گا کہ انسان کو اپنے اوپر احسان کرنے والے

اور نعمتیں عطا کرنے والے کا شکر گذار ہونا چاہیے۔ اسے یہ بھی پتہ چلے گا کہ عطا کی ہوئی نعمتیں جسقدر بڑی ہوں گی اور نعمتوں سے نوازنے والے کا احسان جتنا ہی بے غرض ہو گا، اسی مناسبت سے اس کا لحاظ و احترام فطرت کی نظر میں بڑھتا جائے گا۔ مثال کے طور پہ اگر کوئی شخص تمہیں کسی مخصوص غرض کے پیش نظر ایک گھوڑا عطا کرتا ہے تو اس کے احسان کا مقابلہ اس دوسرے فرد سے کرو جو بغیر کسی غرض کے تمہیں ایک پورا گاؤں بخش دیتا ہے۔ دونوں کے لیے شکر گذاری کے جذبات میں بڑا فرق ہو گا۔ یا مثال کے طور پہ اگر کوئی ڈاکٹر تمہیں اندھے پن کے عذاب سے بچاتا ہے تو اس کے لیے تمہارے دل میں فطری طور پہ عزت اور احترام پیدا ہو گا لیکن اس سے کہیں زیادہ عزت اور احترام اس شخص کے لیے ہو گا جو تمہیں موت کے چنگل سے نجات دلائے۔ اب تم خود غور کرو کہ مالکوں کے مالک اللہ جل شانہٗ نے نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی اتنی نعمتیں تمہیں بخشی ہیں کہ اگر تمام انسان اور جن چاہیں بھی تو سب مل کر اس کا ایک شمہ بھی فراہم نہیں کر سکتے، پھر بھی ہم ان سے بے پرواہ ہیں۔ مثال کے طور پر اس ہوا کو ہی لے لو جس سے ہم رات دن مستفید ہوتے رہتے ہیں اور جس پہ ہماری اور دوسری ساری مخلوقات کی زندگی کا دار و مدار ہے ہوا اگر پندرہ منٹ کے لیے بھی نہ رہے تو کوئی انسان یا جانور زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ خود کتنی بڑی نعمت ہے۔ اگر دنیا کے تمام انسان اور جن مل کر بھی چاہیں تو اس سے مشابہ کوئی چیز بھی بنانے سے معذور ہیں۔ اسی طرح خدا کی دوسری نعمات کے بارے میں سوچو مثلاً ظاہری جسم کی صحت و سلامتی جس کے ظاہری حواس و وسائل آنکھیں کان، حس ذائقہ وغیرہ ہیں جس کی اندرونی صلاحیتوں میں فکر، تخیل، عقل وغیرہ شامل ہیں ان میں سے ہر ایک قوت بے پناہ فائدے رکھتی ہے اور یہ سب ہمارے مالک نے بغیر مانگے ہمیں عطا کی ہیں۔ صرف ان ہی پہ اکتفا نہیں کی بلکہ ہماری ہدایت کے لیے انبیاء اور پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں اور ہمیں بھلائی اور برائی کی راہوں میں تمیز کرنا سکھایا جنت اور جہنم، سعادت اور ضلالت کی راہیں روشن کیں۔ وہ ہر چیز جس کے ہم محتاج تھے، دنیا

اور آخرت میں ہمارے لیے مہیا کی۔ حالانکہ وہ عبادت و اطاعت کا محتاج نہیں اور ہماری اطاعت گذاری یا نافرمانی اس کی ذات کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یہ تو ہماری ہی اچھائی کے لیے ہے جو اس نے ہم کو اچھائیوں پر عمل پیرا رہنے اور برائیوں سے بچنے کا حکم دیا۔ ہم پر لازم ہے کہ ان نعمتوں اور دوسری بے شمار نعمتوں کا جن کا شمار بھی انسان کے بس میں نہیں شکر ادا کریں۔ ان کی جزئیات تک تو پہنچنے کا سوال ہی انسان کے لیے پیدا نہیں ہوتا۔ اب ہم یہ فیصلہ کریں کہ ایسے منعم کا احترام کرنا ہماری فطرت کا تقاضا ہے یا اس کے احکام کی حکم عدولی کرنا ہمارے لیے جائز ہے ؟ ایسے ولیٔ نعمت کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ یہ انسانی فطرت کا حکم ہے کہ ہر بزرگ و عظیم شخصیت کا احترام کیا جائے۔ لوگ دنیا کے ثروت مندوں، بادشاہوں اور بڑوں کے جو بھی احترامات بجا لاتے ہیں وہ سب اس لیے ہیں کہ انھیں بزرگ اور عظیم سمجھا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی بڑائی کا مقابلہ شہنشاہوں کے شہنشاہ اس مالک الملوک کی عظمت اور بڑائی سے کیا جا سکتا ہے ؟ وہ صانع و خالق جس کی مخلوقات میں ہماری یہ دنیا حقیر ترین دنیا ہے اور اس کی کائنات کا سب سے چھوٹا جزو ہے، پھر بھی کسی موجود کی عقل اب تک اس کا احاطہ پوری طرح نہیں کر سکی۔ وہ اس عالم کا خالق عظیم ہے جس کی لامتناہیت کو ناپنا تو کجا اس کا تصوّر بھی کرنا انسانی عقل کے امکان سے باہر ہے۔ صرف اسی ایک نظام شمسی کو جو ان گنت منظومات شمسی میں سب سے چھوٹا اور غیر اہم ہے اس کے حدود کی وسعت کا دنیا کے بڑے سے بڑے ماہرینِ فلکیات بھی اب تک اندازہ نہیں کر سکے۔ کیا یہ رب العظیم جس نے صرف ایک اشارے سے ان تمام عالمین اور دوسرے ہزاروں ہزار مخفی عالموں کو خلق کیا ہے۔ ہماری عقل کی رو سے اور اس کتابِ قدرت کی زبان کے اعتبار سے لائق احترام و عبادت نہیں ہے؟ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی کی غیبت کر رہا ہو اور اسی وقت وہ شخص خود وہاں آجائے تو غیبت کرنے والا خاموشی اختیار کر لیتا ہے اور اس کے احترام میں اس کی غیبت کرنے

نهضة ترجمة
Translation Movement
TMS

سے احتراز کرتا ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ وجود کے تمام دائرے اس کی نظر میں ہیں اس کا حکم ان پر چلتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر جاندار اس کی نظر میں ہے۔ ہر عمل اس کے علم میں ہے۔ اس لیے اے نفس! اپنے آپ کو ہمیشہ اس کے مقدس وجود کے سامنے حاضر و ناظر سمجھ۔

کتنا بڑا ظلم اور کتنی عظیم معصیت ہوگی اگر اس کی دی ہوئی نعمتوں کا اس کے حضور کفران کیا جائے۔ اگر تمہارے دل میں شرم و حیا کا شائبہ بھی موجود ہے تو کیا تمہیں شرم سے پانی پانی نہ ہو جانا چاہیے؟ پس اے عزیز دوست! خدا کی عظمت اور اس کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو اور رحمتوں کو یاد رکھ اور اس کے احکام کی نافرمانی کرنا چھوڑ دے اور اس عظیم جنگ میں شیطان اور اس کے لشکر پر فتح یاب ہو۔ اپنے دل کی مملکت کو ایک رحمانی اور حقانی مملکت میں تبدیل کر دے جہاں شیطان کی فوج کے بجائے حق تعالیٰ کے لشکر کی افواج کا ڈیرہ رہے تاکہ خدائے تبارک و تعالیٰ تجھے توفیق عطا کرے اور وہ تجھے ان خطرات سے محفوظ رکھے جو اپنے نفس کے ساتھ جنگ میں تجھے پیش آئیں گے دعا کر کہ اس ہولناک ترین جنگ کے میدان میں وہ تیری یاری کرے۔ یہ آنے والا امتحان جہادِ نفس ہے جو انسان کے اندرون میں برپا ہوتا ہے۔ یہ مجاہدے کی دوسری منزل ہے۔ جس کی طرف ہم آئندہ اشارہ کریں گے۔ دوبارہ اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ ہرگز ہرگز یہ امید نہ رکھو کہ خدائے تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا تمہارے کام آ سکتا ہے۔ خود حق تعالیٰ سے تضرع و زاری کے ساتھ درخواست کرو کہ وہ اس مجاہدے میں تمہاری اعانت کرے اور تم اس کی مدد سے ان شاء اللہ نفس پر غالب آؤ۔ واللہ ولی التوفیق۔

دوسرا مقام : اس میں بھی کئی فصلیں ہیں۔

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

یہ جان لو کہ انسان کے نفس کی ایک علٰحدہ مملکت ہے، یہ باطن کی دنیا ہے جو ملکوت کے ظہور ونفوذ کی دنیا ہے۔ اس دنیا میں نفس کی قوتیں دنیائے ظاہر کے مقابلے میں کہیں زیادہ طاقت کے ساتھ کارفرما رہتی ہیں لشکرِ رحمانی اور لشکرِ شیطانی میں اسی جگہ ٹکراؤ زیادہ سخت ہوتا ہے اور اس مقابلے کی اہمیت بھی زیادہ ہے۔ دنیائے ظاہر میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ اس دنیا کے اثرات ہی کا نتیجہ ہے۔ رحمانی اور شیطانی قوتوں میں سے جو بھی قوت وہاں غالب رہتی ہے اس عالم میں بھی اسی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ علماء مشائخ اور اہلِ سلوک بھی اسی مقام کے جہاد کو زیادہ اہمیت کا حامل گردانتے ہیں اور اس کو تمام سعادتوں اور شقاوتوں اور انسانی بلندیوں اور گراوٹوں کا سرچشمہ بھی سمجھتے ہیں۔ اس مقام پر انسان کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ لشکرِ رحمانی کی ہار کی وجہ سے یہ مملکت اس کو نااہل شیطانی لشکروں کے حوالے کرنی پڑے اور انسانِ مجاہد کو دائمی موت کا خطرہ لاحق ہو۔ یہ وہ خطر ہے جس کی تلافی بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس حال کو پہنچے ہوئے انسان کو شافعین کی شفاعت سے بھی فیض حاصل نہ ہوگا۔ ارحم الرّٰحمین غضب کی نگاہ سے اسے دیکھتا ہے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ شفاعت کرنے والے بھی اس کے مخالف ہو جائیں۔ قابلِ افسوس ہے اس انسان کی حالت جس کی شفاعت کرنے والا ہی اس سے خفا ہو جائے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کیسی سزا ہوگی جو اپنے ساتھ ایسے عذاب ایسے اندھیرے ایسی سختیاں اور بدبختیاں لائے جو غضبِ خداوندی اور اولیائے خدا کی دشمنی کی پاداش ہیں۔ ان کے آگے جہنّم کی تمام آگ تمام زقوم اور تمام سانپ اور بچھو ہیچ ہیں۔ خدا نہ کرے ہمارے سر وہ عذاب پڑے جس کی اہلِ ریاضت و سلوک خبر دیتے ہیں اور جو ان سب مصیبتوں اور عذابوں سے جن کو ہم اپنے تصوّر میں لا سکتے ہیں سخت تر ہوگا۔ جن جہنّموں کے بارے میں تم نے اب تک سن رکھا ہے وہ سب اس عذاب اور اس جہنّم کے آگے رحمت اور بہشت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ جہنّم اور بہشت جن کا بیان ہم اکثر کتابِ خدا اور انبیاء اور اولیائے خدا کی روایتوں میں

Translation Movement
INS

پڑھتے ہیں وہ صرف اعمال کے جہنم اور بہشت ہیں یعنی اچھے اور برے اعمال کی جزا و سزا کے لیئے ہیں۔ ان ہی کتابوں میں بعض مخفی اشارے اخلاق کی بہشت اور جہنم کی طرف بھی ملتے ہیں یہ اعمال کے بہشت وجہنم سے کہیں زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ کبھی جنّتِ لقاء اللہ اور جہنم فراقِ الٰہی کا ذکر ملتا ہے جو سب سے زیادہ اہم ہے۔ لیکن یہ سب در پردہ اشارے ان کے لیئے ہیں جو انھیں سمجھنے کے اہل ہیں۔ ہمارے تمہارے ایسے معمولی انسان ان اشاروں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے، لیکن بہتر یہ ہے کہ ہم ان کا انکار نہ کریں جو کچھ خداوند تعالٰے اور اس کے اولیاء نے کہا ہے اس پر ہمیں ایمان لانا چاہیے۔ شائد یہ ایمانِ اجمالی ہی ہمارے لیئے سودمند ثابت ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا بغیر سوچے سمجھے، بے محل و بے جا انکار ہمارے لیئے بہت نقصان دہ ثابت ہو۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے ہم ان نقصانوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ اگر تم سنو کہ فلاں حکیم یا فلاں عارف یا فلاں مرتاض ایسا کہتا ہے تو تم اسکو صرف اس لیئے ردّ نہ کرو اور باطل نہ ٹھیراؤ کہ وہ تمہارے ذوق سے مطابقت نہیں رکھتا یا تمہارے سوچنے کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ ممکن ہے وہ چیز قرآن سنّت یا عقل پر مبنی ہو جس سے تم ناواقف رہے ہو۔ یہ بات اس طرح ہوگی کہ ایک فقیہ دیانت کے بارے میں فتویٰ دے جس کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے اور تم بغیر اس کے منابع کو جانے اس کو ردّ کر دو۔ اگر کوئی خدارسیدہ سالک یا معارفِ الٰہیہ کا عارف جنّت اور جہنم کے بارے میں کچھ کہے اور تم اصل مدارک کو پڑھے بغیر اس کی بات ردّ کردو تو یہ رویہ بھی پہلی مثال کا سا ہوگا۔ کسی کی توہین کرنا یا کسی کے ساتھ جسارت کرنا بہت آسان کام ہے۔ کیونکہ اس کے لیے کسی علم کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سوچو کہ وہ شخص اس وادی کا شہسوار ہے اور اسی میدان کا مرد ہے۔ عین ممکن ہے اس نے کتابِ خدا یا ائمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث میں یہ بات دیکھی ہو جو کہہ رہا ہے اور تمہاری ان منابع تک رسائی نہ ہو۔ اس صورت میں تم بغیر کسی معقول عذر کے رسول(ص) کو جھٹلانے کے گنہگار ہو گے۔

Translation Movement

بعد میں تم نہ کہہ سکو گے کہ تمہارا علم محدود تھا یا یہ کہ تم نے اہلِ منبر سے اس بات کے خلاف کچھ سنا تھا۔ یہ عذر قابلِ سماعت نہیں۔

جو کچھ بھی اچھے اخلاق اور نیکیوں کی بہشت اور برے اخلاق و کردار کے جہنّم کے بارے میں کہا گیا ہے وہ ایسی مصیبتوں کی تفصیل ہے جن کے سننے کی طاقت بھی ہم میں نہیں ہے۔ پس اے عزیز دوست! فکر کر کوئی تدبیر سوچ، نجات کا راستہ اور اس عذاب سے چھٹکارہ پانے کا کوئی وسیلہ ڈھونڈھ! خدائے ارحم الرّاحمین سے پناہ کا طالب ہو۔ راتوں کی تاریکی میں تضرع وزاری کے ساتھ اس ذاتِ مقدّس سے منّت سماجت کر کہ وہ اس جہادِ نفس میں تمہاری مدد گار ہو تاکہ تمہیں فتح مندی حاصل ہو اور تمہارے دل کی سرزمین شیطانی لشکر سے پاک ہو جائے تاکہ یہ گھر اپنے حقیقی مالک کے تصرّف میں آسکے تاکہ خدائے تعالےٰ تمہیں اپنی رحمتوں، سعادتوں اور بہشتوں سے مالا مال کرے جنّت اور اس کے محلات اور حوروں کی تم نے جو تعریفیں سنی ہیں، اس سعادت و بہجت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ یہ خدا کی وہ لامتناہی سلطنت ہے جس کی خبر ملّتِ بیضا کے منتخب اولیا نے دی ہے۔ یہ سلطنت بالاتر ہے تمام اور چیزوں سے اس کے متعلّق کسی انسانی کان نے نہ کچھ سنا ہے اور نہ کسی قلبِ بشر میں اس کا گذر ہوا ہے۔

Translation Movement
.INS

قوائے باطنی:

خدائے تبارک و تعالےٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے عالمِ غیب اور باطنِ نفس میں ایسی قوّتیں خلق فرمائی ہیں جن کے فوائد بے شمار ہیں۔ یہاں پر ہم ان میں سے تین کے بارے میں بحث کریں گے۔ یہ قوّتیں ہیں قوت واہمہ (تخیّل)، قوّت غضبیہ اور قوّتِ شہویہ۔ ان میں سے ہر ایک بے شمار فائدوں کی حامل ہے۔ یہ انسانی ذات اور نسل کے تحفّظ اور دنیا و آخرت کے بنانے میں مدد دیتی ہیں۔ علماء نے ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے جس

کی تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں پر ہمارے لیے صرف اس بات کا ذکر کرنا لازم ہے کہ یہ تین قوا ہمارے تمام اچھے اور برے اطوار کا سرچشمہ ہیں اور اسی لحاظ سے ہماری تمام غیبی اور ملکوتی شکلوں کا منشاء اور مبداء۔ اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح خداوندِ تعالےٰ نے انتہائی کمال، خوبی اور نرالی ترکیب سے انسان کو اس دنیا میں ایک شکل و صورت عطا کی ہے، اسی طرح ہر ایک کے لیے ایک مخصوص شکل و صورت عالمِ غیب و ملکوت میں بھی خلق کی ہے۔ دنیا کے تمام فلسفی اور عالم ظاہر انسانی پیکر کو سمجھنے میں حیران ہیں۔ اس کے معمّے علم الابدان و تشریح الاعضاء (اناٹومی اور فزیالوجی) کی مدد سے بھی اب تک حل نہیں ہو سکے۔ اسی حسن ترکیب اور خوش جمالی کی بناء پر خدائے برتر و عظیم نے انسان کو سب مخلوقات سے ممتاز فرمایا ہے۔ اسی طرح انسان کی دوسری صورت بھی بنائی جو اس کی نفسی صلاحیتوں اور باطنی عادتوں کی تابع ہے۔ حیات بعدِ ممات ہو یا عالمِ برزخ، ہر فرد اسی صورت کے ساتھ محشور ہوگا۔

اگر کسی شخص کی اندرونی صلاحیتیں قوا اور میلانات انسانی ہیں تو اس کی صورت اور شکل بھی انسان جیسی ہوگی۔ لیکن اگر کسی شخص کے ملکات اور میلانات انسانی نہیں بلکہ غیر انسانی ہیں تو اس کی ظاہری صورت بھی دوسری دنیا میں انسان جیسی نہیں ہوگی بلکہ اس کے مخفی قوا، ملکات اور میلانات کے مطابق غیر انسانی ہوگی۔ مثلاً اگر شہوت و بہیمیت کی قوّتیں اس کے باطن پر غالب رہی ہیں اور اس کی مملکتِ باطن پر ان کا حکم چلتا رہا ہو تو دوسری دنیا میں اس کی شکل و صورت ان بہائم کی ایسی ہوگی جو اس کی حالت کے مناسب ہوں اور اگر غیظ و غضب کی قوّت اس کی شخصیت پر حاوی ہو اور اس کی دنیائے باطن اسی قوّت کے زیرِ نگین ہو تو اس شخص کی صورت غیبیہ ملکوتیہ غضبناک درندوں میں سے ایک کی ایسی ہوگی۔ اگر کوئی شخص واہمہ اور شیطانی تخیّل کو اپنا ملکہ بنالے تو اس کا باطن شیطانی قوّتوں کی آماجگاہ ہوگا اور وہ دھوکے بازی، بے ایمانی، بہتان اور غیبت ایسے رذائل کا مرتکب ہوگا، جو شیطان کی خصوصیات ہیں۔ ان کی وجہ سے

Translation Movement
INS

اس کی شکل و صورت اسی مناسبت سے کسی ایک شیطان کی جیسی ہوگی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی انسان میں دو یا دو سے زیادہ ملکات کا غلبہ ہو۔ اس صورت میں اس کی صورتِ ملکوتیہ دوسری دنیا میں کسی بھی حیوان کی سی نہیں ہوگی بلکہ وہ ایسی عجیب وغریب شکل اختیار کرے گا جو اتنی دہشتناک اور دہشت خیز ہوگی کہ اس دنیا میں اس کا تصور بھی محال ہے پیغمبرِ خدا(ص) سے منقول ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ اس طرح سے محشور ہوں گے کہ ان کے مقابلے میں بندروں اور گوریلوں کی صورتیں بہتر ہوں گی۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عالم میں ایک انسان کے کئی چہرے ہوں۔ کیونکہ وہ عالم اس دنیا کی طرح نہیں ہے کہ ایک چیز کی صرف ایک ہی شکل ہو۔ یہ بات نہ خلافِ عقل ہے نہ خلافِ فطرت۔ بعدِ مرگ انسان کی شکل کا دار و مدار اسی کیفیت پہ ہے جو کسی انسان کی روح کے نکلتے وقت اور اس کے عالم بالا اور برزخ میں داخل ہوتے وقت ہوگی جب روح جسدِ انسانی سے جدا ہوگی تو جو ملکات و صفات اس روح کے دنیا میں ہوں گے وہی ملکات آخرت میں مخصوص صورت اختیار کریں گے۔ اسی صورت میں برزخ کی آنکھیں اسے دیکھیں گی۔ جب وہ خود اپنی آنکھیں کھول کر خود اپنے کو دیکھے گا تو اسی صورت میں پائے گا بشرطیکہ اس کو آنکھیں ملی ہوں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ جس شکل و صورت میں اور جس حال میں یہاں تھا وہاں بھی اسی حال میں جائے۔ خدای تعالےٰ فرماتا ہے اس کے بعض بندے حشر کے دن خدا سے پوچھیں گے کہ کیوں تو نے مجھے اندھا محشور کیا جب کہ میں دنیا میں آنکھیں رکھتا تھا۔ جواب میں خدا تعالےٰ فرمائے گا:

”چونکہ تو نے میری آیتوں کو فراموش کیا تھا اسی لیے آج تجھے فراموش کیا گیا۔“

اسے بے چارے انسان! تو ظاہربین آنکھیں رکھتا تھا لیکن تیری باطنی اور تیری ملکوتی آنکھ اندھی تھی۔ تو ایسی باطنی چشم بصیرت سے محروم تھا۔ جو خدا کی نشانیوں کو دیکھ سکتی۔ اسے بے چارے شخص تو سیدھی قامت اور خوش شکل تو ضرور رکھتا ہے (لیکن یہ نہیں جانتا) عالمِ ملکوت و باطن کا معیار اس سے مختلف ہے۔ تجھے استقامتِ باطنی حاصل کرنی چاہیے تھی

تاکہ روزِ قیامت سیدھا کھڑا ہو سکے۔ اپنی روح کو روحِ انسانی کی حالت میں باقی رکھ تاکہ تیری صورت برزخ اور آخرت کے عالم میں انسانی صورت رہے۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ عالمِ غیب اور باطن جو رازوں کے افشاء ہونے اور حقیقی ملکات کے ظاہر ہونے کا مقام ہے۔ اسی ظاہری دنیا جیسا ہے جہاں ہر شک و شبہ ملاوٹ اور بناوٹ چل سکتی ہے؟ تیری آنکھیں کان، ہاتھ پیر اور تمام اعضاء اپنی ملکوتی زبانوں سے، بلکہ ان میں سے بعض اپنی ملکوتی شکلوں سے تیرے افعال کی گواہی دیں گے۔ اسے دوست اپنے دل کے کانوں کو کھول لے اور کمر کو دامنِ ہمت سے کس کر باندھ لے اور اپنی بدبختی پر رحم کھا! شائد اس طرح تو اپنے آپ کو انسانی شکل میں باقی رکھ سکے اور اس دنیا سے ایک انسان کی شکل میں رخصت ہو سکے تاکہ اہلِ نجات اور اہلِ سعادت میں تیرا شمار ہو۔ اس بات کا یقین کر لے، ایسا نہ ہو کہ تو، یہ گمان کرے کہ یہ محض نصیحتیں اور موعظات ہیں۔ نہیں۔ یہ نچوڑ ہے بڑے بڑے حکماء کے دلائل اور اصحاب ریاضت کے کشف کا، جن کا ذکر اخبارِ صادقین و معصومین میں ملتا ہے۔ لیکن، ان اوراق میں دلائل کی تفصیل میں جانے اور اخبار و احادیث صادقین کو نقل کرنے کی زیادہ گنجائش نہیں۔

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

جبلّی میلانات کی تعدیل

یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا بھی امکان ہے کہ واہمہ (تخیّل)، غضب اور شہوت کی قوتیں لشکرِ رحمانی سے متعلق ہوں اور انسان کی سعادت اور خوش بختی کا سبب بن سکتی ہوں، بشرطیکہ ان کو عقلِ سلیم اور انبیائے کرام کے دکھائے ہوئے راستے کا پابند بنایا جائے۔ (اس کے برخلاف) یہ بھی عین ممکن ہے کہ یہ شیطانی قوتیں بن جائیں اگر ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور واہمہ (تخیّل) کو دوسری دو طاقتوں پر حکمرانی کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ انبیائے

کرام میں سے کسی نے بھی کبھی شہوت، غضب اور واہمہ (تخیل)، کو پوری طرح کچلنے کی تعلیم نہیں دی اور کبھی بھی کسی پیغمبر خدا نے یہ تقاضا نہیں کیا کہ شہوت کو بالکل مار دیا جائے یا غضب کے دھارے کو بالکل روک دیا جائے یا واہمہ (تخیل)، کی قوت سے بالکل کام نہ لیا جائے بلکہ انھوں نے ہمیشہ ان جبلّی قوتوں کو لگام دینے، عقل کے مطابق کام کرنے اور قوانین الٰہی کے تابع رکھنے پر زور دیا ہے اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک قوت دوسری قوتوں کو زیر کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ مثال کے طور پر درندہ صفت اور خود سر قوتِ شہویہ جب بے لگام ہو کر اپنا مقصد پانے پر کمربستہ ہوتی ہے تو محصنات (محرمات)، کے ساتھ خانۂ کعبہ میں بھی زنا کا ارتکاب کرنے سے دریغ نہیں کرتی۔ اسی طرح غضب میں مبتلا اندھا اور سرکش نفس اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انبیاء اور اولیاء تک کے قتل سے باز نہیں رہ سکتا۔ یہی حال واہمہ کا ہے۔ جب نفس شیطانی تخیلات کی آماجگاہ بن جائے تو حصولِ مقصد کے لیے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کے عمل سے سارے عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور دنیا میں فساد پھیل جائے گا۔

انبیائے کرام دنیا میں اس لیے بھیجے گئے اور ان پر آسمانی کتابیں نازل کی گئیں کہ دنیا میں اس طرح کی بے راہ روی کی روک تھام ہو سکے اور نفس انسانی کی تربیت قانونِ عقل و شرع کے تحت کی جائے تاکہ انسان عقل کے معیار اور شرع کے اصولوں پر چلے۔ خوش نصیب ہے وہ انسان جو اپنے آپ کو قوانین الٰہی اور عقلِ سلیم کی شرائط کے سانچے میں ڈھال لے۔ اسے نجات حاصل ہو گی اور اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت کی تمام سختیوں سے، بدبختیوں سے اور ان ہیبت ناک کریہہ صورتوں سے پناہ میں رکھے گا جو اس کو برزخ میں، قبر میں، قیامت میں اور جہنم میں اس کے اخلاق فاسدہ کی پاداش میں نصیب ہونے والی ہیں۔

قوّتِ تخیّل کی تہذیب

اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے والے مجاہد کو اس مقام پر اور آئندہ دوسرے مقامات پر شیطان اور اس کے ہمراہیوں کو زیر کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنے تخیّل کی اڑانوں کو قابو میں رکھنا سیکھنا چاہیے۔ انسانی تخیّل ایک پرندے کی طرح ہے جو ہر آن اڑنے کے لیے پر تولتا رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ جلد از جلد اس جگہ پہنچ جائے جہاں وہ جانا چاہتا ہے۔ یہ اڑان اس کے لیے بدبختیاں بھی لا سکتی ہے۔ تخیّل شیطان کا آلۂ کار بھی بن سکتا ہے اسی وسیلے سے وہ انسان کو لاچار بنا سکتا ہے اور اس کو بدبختیوں کے اندھیرے میں دھکیل سکتا ہے۔

ایک انسانِ مجاہد جس نے اپنی اصلاح کرنے اور اپنے باطن کو شیطانی طاقتوں سے پاک کرنے کا عزم کیا ہے، اس کو اپنے تخیّل کی باگ ڈور مضبوطی سے تھامے رہنے کی ضرورت ہے اس کو چاہیے کہ اپنے خیالوں کی پرواز کو اپنے قابو میں رکھے اور اس کو اپنی من مانی کرنے کی اجازت نہ دے۔ جب بھی اس کے دل میں فاسد اور گناہ آلودہ خیالات سر اٹھائیں اس کو چاہیے کہ فوراً اپنے خیالات کا رخ اچھی سمت میں موڑ دے اور اچھی چیزوں کا تصوّر کرے۔ شروع میں یہ کام ذرا مشکل معلوم ہوگا اس لیے کہ شیطان اور اس کے ساتھی ان چیزوں کو اس کی نظروں میں مشکل بنا کر پیش کریں گے۔ تھوڑی سی توجہ دینے سے یہ کام آسان ہو سکتا ہے۔ تجربہ کر کے دیکھ لو ممکن ہے کہ تھوڑی سی توجہ اور کوشش سے تمہارا تخیّل اِدھر اُدھر بھٹکنے کی عادت چھوڑ دے جب بھی یہ دیکھو کہ تمہارے خیالات پست اور چھوٹی چیزوں کی طرف جھک رہے ہیں، اپنی توجہ ان کی طرف سے ہٹا لو اور دوسری پاک اور اچھی چیزوں کی طرف متوجہ ہو۔ اگر تمہیں اپنی کوششوں میں کامیابی نصیب ہو تو اس نیک توفیق کے لیے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرو اور اپنی کوشش

جاری رکھو۔ اللہ چاہے تو تم پر رحمتوں کے دروازے کھل جائیں گے اور توفیقِ غائبانہ تمہیں انسانیت کے صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کرے گی اور اللہ کے راستے پر چلنا تمہارے لیے آسان ہو جائے گا۔ انشاءاللہ اس راہ کی مشکلیں سہل ہو جائیں گی۔ یہ دھیان رکھو کہ شیطان فاسد خیالات اور باطل تصوّرات تمہارے دماغ میں پیدا کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے لشکر تمہارے باطن کی مملکت میں اچھی طرح قدم جمالیں۔ تم جو شیطان اور اس کی فوجوں سے جہاد کرنے چلے ہو اور اپنے دل کی مملکت کو رحمانی سلطنت بنانا چاہتے ہو، تم کو اس ملعون کی چال بازیوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اور وہ خیالات جو خدا کی مرضی کے خلاف ہیں انھیں اپنے آپ سے دور بھگانا چاہیے تاکہ انشاءاللہ تعالےٰ اس اندرونی جنگ میں یہ اہم چوکی شیطان اور اس کے ساتھیوں کے قبضے سے آزاد ہو جائے۔ یہ چوکی ایک سرحدی چوکی کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر تم یہاں کامیاب رہے تو آیندہ کامیابیوں کی امید بھی رکھ سکتے ہو۔

اے عزیز دوست! ہر لمحہ خدائے تبارک و تعالےٰ سے مدد مانگو اور بصد عجز و نیاز اپنی حاجت طلب کرو۔ یوں کہو: اے خدا! شیطان ایک بہت بڑا دشمن ہے، جو تیرے انبیاء اور اولیاء کو بھی بھٹکانے کی طمع رکھتا تھا اور رکھتا ہے۔ اے خدا! تو اپنے اس کمزور بندے کی جو باطل اوہام اور پست خیالات کے جال میں گرفتار ہے، اعانت کر تاکہ وہ اس قوی دشمن سے عہدہ برآ ہو سکے۔ خدایا! تو اس میدان جنگ میں ایسے مہیب دشمن سے جو میری سعادت اور انسانیت کے لیے خطرہ ہے محفوظ رکھ! تو میرا ساتھ دے تاکہ شیطانی لشکر کو تیری اس خاص مملکت سے نکال باہر کروں! توفیق عطا فرما کہ وہ گھر جو تیرے لیے مخصوص ہے، اس تک اس غاصب کے ہاتھ نہ پہنچ سکیں۔

موازنہ (یا احتساب) موازنہ ان چیزوں میں سے ہے جو راہِ سلوک میں

Translation Movement

انسان کی مدد کرتا ہے اس کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے ۔ ایک باعقل انسان کو چاہیے کہ شہوت وغضب اور واہمہ سے پیدا ہونے والی فاسد برائیوں کے نفع اور نقصان پر نظر رکھے شیطان کی تابع ان برائیوں کے نفع اور نقصانات کا اچھی طرح حساب کرے اور ان کا موازنہ و مقابلہ اخلاقی خوبیوں اور فضائل سے کرے جو عقل اور شرع کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ ان دونوں طرح کے افعال کے بارے میں غور وخوض کرنے کے بعد اس کو یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ کونسا عمل بہتر ہے ۔ مثال کے طور پر شہوت جو ایک بے لگام قوت ہے جو انسان پر غلبہ حاصل کرکے بہت ساری خرابیوں کو راہ دیتی ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر دوسری بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور ایک طویل مدت کے اندر اس میں فسق وفجور کا رجحان مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتا ہے ، اس کے بعد انسان کسی بھی گناہ کا ارتکاب کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتا اور کسی بھی طریقے سے ہر قیمت پر اپنی شہوانی خواہشوں کی تسلی چاہتا ہے۔ خواہ اس کے نتائج کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں اگر قوت غضب کو نفس کے معاملات میں کھلی چھوٹ دے دی جائے تو اس سے بھی دوسری بہت ساری برائیاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً یہی کہ جو بھی کوئی دوسرا آدمی اس کے ہاتھ پڑ جائے وہ اس پر ظلم اور ستم کرنے سے دریغ نہیں کرتا ۔ جو لوگ اس کی مرضی کے خلاف ذراسی مزاحمت کرتے ہیں انہیں زیر کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ ذراسی سختی پر بے آرامی اور شور وغل کرتا ہے اور ہر ممکن طریقے سے نقصان رساں اور ناملائم چیزوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے ۔ وہ ان ساری مخالفتوں کو جو اس کے مقاصد کی تکمیل میں مانع ہو سکتی ہیں ، پوری طرح سے ان کو کچلنے کی کوشش کرتا ہے ، چاہے اس کے نتیجے میں کتنا ہی بڑا فساد برپا ہو۔ یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے شیطانی قوتِ واہمہ جس کی روح میں اپنا اثر قائم کر چکی ہوتی ہے ۔ وہ کسی بھی شیطانی طریقے سے اپنے شہوت اور غضب کے میلانات کی تشفی کرنا چاہتا ہے اور ناجائز طریقے سے بندگان خدا پر تسلط جمانا چاہتا ہے ، خواہ اس مقصد کے

حصول کے لیے ایک خاندان کو تباہ کرنا پڑے یا ایک شہر یا ملک کو اجاڑنا پڑے وہ کسی بات سے دریغ نہیں کرتا۔

یہ ان تینوں قوا کی کارگزاریوں کے نتائج ہیں جب کہ وہ شیطان کے زیرِ اثر ہوتے ہیں۔ اگر ہم صحیح انداز سے سوچیں اور اس طرح کے لوگوں کے حال پر غور کریں تو ہم یہ جان سکتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنی تمام آرزوں اور تمناؤں کی تکمیل کے باوجود قانع نہیں ہوتا۔ دوسری ہزاروں خواہشیں اس کے دل میں سر اٹھاتی ہیں۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

تمام آرزوں اور خواہشوں کا پورا ہونا اس دنیا میں ممکن نہیں۔ یہ عالم ایک "دارِ مزاحمت" ہے۔ اس کے عوامل ہمارے ارادوں کے خلاف کام کرتے ہیں اور ہماری خواہشوں کی تشفی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ پھر ہماری خواہشیں اور آرزوئیں بھی لامحدود ہیں۔ مثلاً انسان کی قوتِ شہوانیہ اس طرح کام کرتی ہے کہ اگر اس کو ایک شہر کی عورتیں مل جائیں تو وہ دوسرے شہر کی عورتوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور اگر ایک مملکت اس کے ہاتھ آجائے تو اس کو دوسری مملکت کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ انسان ہمیشہ اس چیز کے پیچھے دوڑتا ہے جو اس کی دسترس میں نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ بات کہی گئی ہے کہ تمام خواہشوں کی تشفی محال اور خیالِ خام ہے۔ اس کے باوجود شہوت اور خواہش کا یہ تنور ہمیشہ دھکتا ہی رہتا ہے اور اس کی تپش نہ صرف کم نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت بڑھتی ہی جاتی ہے اور انسان کبھی اپنی آرزو کو نہیں پہنچتا۔ قوتِ غضب بھی اسی طرح سے انسان کی فطرت میں خلق کی گئی ہے کہ اگر وہ ایک حکومت کا مالکِ مطلق بنا دیا جائے تو دوسری ایسی سلطنت کی طرف متوجہ ہوگا جو اس کو نہیں مل سکی اور جو کچھ وہاں سے مل سکے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ جو کچھ بھی ہاتھ آئے وہ اس کی طلب کو

دن بدن بڑھتا اور اکساتا ہی ہے، کم نہیں کرتا۔ اگر کسی شخص کو اس بات میں شک ہو تو وہ خود اپنے حال پر غور کرے اور ساتھ ہی اہل دنیا کے حالات کا جائزہ لے۔ غریب، امیر، طاقتور اور باحشمت ہر طرح کے لوگوں کی زندگیوں کو دیکھئے تو یقیناً اسے میرے خیال سے اتفاق کرنا پڑے گا۔ یہ بات بالکل صاف ہے کہ آدمی ہمیشہ اس چیز کی چاہت میں گرفتار رہتا ہے جو اس کی نہیں ہوتی اور اسے نہیں ملتی۔ یہ انسانی فطرت ہے جس کو اسلام کے مشائخ اور بڑے علماء و فلاسفہ نے سمجھا اس ضمن میں خصوصیت سے ہمارے استاد اور معارف الہیہ کے خزانہ دار، عارف کامل آقائی مرزا محمد علی شاہ آبادی کے خیالات قابل ذکر ہیں، لیکن یہاں ان کی شرح کا موقع نہیں۔

بہرحال! اگر بفرضِ محال انسان اپنے تمام مقاصد پا بھی لے تو کیا اسے ان سے لطف اندوز ہونے کا موقع مل سکتا ہے؟ اس کی جوانی اور اس کی قوتیں کتنے دن کے لیے ہیں؟ جب زندگی کی بہار خزاں کے دن دیکھتی ہے تو اس کے دل میں زندگی کی امنگ اور اس کے بدن میں طاقت باقی نہیں رہ جاتی۔ نشاط انگیز چیزیں اپنی لذت کھو بیٹھتی ہیں۔ اس کی بصارت، سماعت، حسِ لمس اور دوسری صلاحیتیں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ مختلف امراض اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ اس کا نظام ہاضمہ اور نظام تنفس وغیرہ ٹھیک سے اپنے کام انجام نہیں دے سکتے۔ سوائے آہِ سرد اور درد و حسرت لیے بھرے دل کے اس کے پاس کچھ باقی نہیں رہتا۔ انسان کو تمام جسمانی قوتوں سے کام لینے کی مہلت زیادہ نہیں ملتی! سن تمیز سے لے کر جب اس کو اچھے برے کی سوجھ بوجھ عطا ہوتی ہے، ان قوتوں کے تنزل تک طاقتور سے طاقتور انسان بھی تیس چالیس سال سے زیادہ ان سے حظ نہیں اٹھا سکتا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ اس کو ان امراض اور بیماریوں سے سابقہ نہ پڑے جن کو ہم لوگ روز دیکھتے رہتے ہیں اور جلد ہی فراموش کر دیتے ہیں۔ اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ کوئی انسان ڈیڑھ سو

سال تک جیتا ہے اور ان تینوں قوتوں یعنی شہویہ، غضبیہ اور وہمیہ کو بغیر کسی تکلیف اور بغیر کسی رکاوٹ کا سامنا کیے کام میں لاتا ہے۔ تب بھی اس مہلت مختصرہ کے بعد جو ہوا کے جھونکے کی طرح گزر جائے گی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ملا؟ ان گریزاں لذتوں کو حاصل کر کے تم نے اس جاوداں زندگی کا سودا کیا تو کیا حاصل ہوا؟ تمہارے پاس کیا اثاثہ محفوظ ہے جو اس لاچارگی اور بےچارگی کے دن تمہارے کام آئے؟ کیا تم بالکل تنہا نہیں رہ گئے؟ کونسی چیز ہے جو برزخ میں قیامت میں تمہارے کام آئے گی؟ تم ملائکہ اولیائے خدا اور اس کے انبیاءؑ کے سامنے کیا پیش کر سکو گے؟ بے شک تم نے چند "اعمال قبیحہ" ممنوعات اپنے دامن میں جمع کیے ہیں جو برزخ اور قیامت کے وقت ایسی شکلوں میں نظر آئیں گے جسے خدا کے سوا کوئی اور نہیں جانتا ہے کہ کیا ہوں گی تم نے اپنے ساتھ بھی کوئی نیکی نہیں کی۔ تم نے آتش دوزخ، عذاب قبر اور قیامت وغیرہ کے بارے میں جو کچھ بھی سنا اسے آتشِ دنیا کے معیاروں سے سمجھنے کی کوشش کی۔ سمجھ لو کہ تم غلطی پر ہو اور غلط قیاس آرائی کر رہے ہو۔ اِس دنیا کی آگ اُس دنیا کی آگ کے مقابلے میں بہت ہی ہلکی اور دھیمی ہے۔ اس دنیا کی سختیاں اور مصیبتیں اُس دنیا کے عذابوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ تمہاری سمجھ بوجھ عالم آخرت کے بارے میں بہت ہی ناقص اور ناتمام ہے۔ یہ سمجھ لو کہ اگر اس دنیا کی تمام آگ ایک جگہ جمع کی جائے تب بھی وہ ایک انسانی روح کو جلانے میں ناکام رہے گی اور وہ آگ نہ صرف انسانی جسم کو جلا کر خاک کر دے گی بلکہ روح اور دل بھی بھسم کر دے گی۔ تم نے اب تک جس جہنم کے بارے میں سن رکھا ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کا جہنم ہے جو تمہیں حقیقت بن کر وہاں نظر آئے گا۔ خدائے تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے:

فَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا۔ (سورہ کہف۔ آیت ۴۹)

(انھوں نے اپنے اعمال کو وہاں حاضر پایا)

تم نے اس دنیا میں جو کچھ بھی کیا ہے تمہیں اس کی سزا وہاں بھگتنی ہے۔ اگر تم نے یتیم کا

مال ہڑپ کیا ہے اور مزے اٹھائے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے اس صورت کے بارے میں جو تمہیں اس عالم میں اس جہنّم میں نصیب ہوگی۔ وہ لذّتیں جن کے مزے تم نے یہاں لوٹے، کیا حقیقت رکھتی ہیں؟ یہاں تم نے اپنے سخت و سست الفاظ سے بندگانِ خدا کے دل دکھائے، خدا ہی جانتا ہے کہ وہ اس کی کیا سزا دے گا۔ کیا تم وہیں جاکر دیکھنا چاہتے ہو کہ تم نے اپنے لیے کیسے عذاب کا انتظام کر رکھا ہے؟ جب تم کسی کی غیبت کرتے ہو تو ملکوتی شکل جو تمہیں عطا کی گئی تھی، تم سے واپس لی جاتی ہے اور اس کے بجائے تم کو نئی صورت سے دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یہ اس جہنّم کی بات ہے جو برے اعمال کا دوزخ ہے۔ یہ نسبتاً سرد، آسان ملائم اور گوارا ہوگا۔ یہ ان گنہگاروں کو نصیب ہوگا جو ملکات فاسدہ اور رذیلہ جیسے طمع، حرص، ذخیرہ اندوزی اور جھگڑالو پن کے شکار اور دنیوی چیزوں کی محبت میں گرفتار اور دوسری اخلاقی پستیوں کا شکار تھے۔ خود اس دوزخ کا بھی تصوّر نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں عذاب کی صورتیں ایسی ہوں گی جنہیں ہمارا اور تمہارا ذہن تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔ حالانکہ یہ خود نفسی کی گہرائی سے ظاہر ہوں گے۔ اہل جہنّم ان کے عذاب سے گریزاں ہوں گے اور وحشت کریں گے۔ بعض روایات موثقہ میں ہے کہ جہنّم میں ایک وادی جو متکبروں کے لیے محفوظ رکھی گئی ہے اس کا نام "سقر" ہے کہا جاتا ہے کہ ایک بار "سقر" نے خدائے تعالےٰ سے گرمی کی شدّت اور حرارت کی شکایت کی اور خدا سے تھوڑی سی مہلت مانگی تاکہ وہ سانس لے سکے۔ جب اسے امان ملی اور اس نے سانس لی تو اس کے اثر سے جہنّم بھی تپ اٹھا۔

بعض ملکات اپنے برے نتائج سے انسان کو جہنّم میں داخلے کا مستحق بناتے ہیں، کیونکہ وہ انسان سے اس کا ایمان چھین لیتے ہیں مثلاً حسد جس کے لیے روایات صحیحہ میں آیا ہے کہ ایمان کو حسد اس طرح سے ختم کر دیتا ہے جیسے ایندھن کو آگ کھا جاتی ہے۔ روایاتِ صحیحہ

کے مطابق دنیا، اقتدار اور دولت کی ہوس کی مثال ایمان کے لیے ایسی ہے جیسے دو بھیڑیوں کو ایسے گلّے میں چھوڑ دیا جائے جس کا کوئی رکھوالا نہ ہو۔ ایک ان بھیڑوں پر سامنے سے حملہ آور ہو اور دوسرا پیچھے سے تو جلد انھیں ہلاک نہیں کرتے اور بہت جلد سب بھیڑوں کا خاتمہ کر دے۔ دنیاوی چیزوں کی لالچ اور محبت انسان کا ایمان سلب کر لیتی ہے اور اس کی یہ برائیاں خدا نہ کرے اس کو برے اخلاق اور گنہگاریوں کے ایسے راستے پر لے جائیں کہ اس کا ایمان ختم ہو جائے اور وہ ایک کافر کی موت مرے اور اسے کافروں اور باطل عقائد کے جہنم میں ڈالا جائے۔ یہ جان لو کہ عقائد باطلہ کا جہنم دوسرے جہنموں سے زیادہ سخت زیادہ گرم اور زیادہ تاریک ہے۔

اے دوست! یہ بات سائنس کے ذریعے بھی ثابت ہو چکی ہے کہ شدت کے درجے لامتناہی ہیں۔ جتنا تم تصور کر سکتے ہو اور جس قدر دوسروں کا تصور پہنچ سکتا ہے۔ جہنم کے عذاب کی شدت ان سب تصورات سے بڑھ کر ہوگی۔ کیا تم نے حکماء کے دعوں کے بارے میں نہیں سنا؟ کیا اہلِ ریاضت پر جو چیزیں منکشف ہوئی ہیں ان پر تم یقین نہیں رکھتے؟ خدا کے فضل سے تم ایک مومن ہو اور انبیائے صلوات اللہ علیہم پر یقین رکھتے ہو۔ تم ان تمام حدیثوں اور اخبارِ معتبرہ کو جن پر امامیہ فرقے کے تمام علماء ایمان رکھتے ہیں صحیح جانتے ہو اور ائمہ علیہم السلام کی مناجات اور دعائے ابو حمزہ ثمالی کو پڑھ چکے ہو۔ ذرا ان کے مضامین پر غور کرو اور ان کے جملوں کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرو۔ کسی طویل دعا کو تیزی سے اس کے معانی پر غور کیے بغیر ایک دفعہ میں پڑھنا ضروری نہیں۔ میرے اور تمہارے ایسے لوگوں کو امام سجاد علیہ السلام جیسی خصوصیات عطا نہیں کی گئی ہیں کہ اتنی طویل دعاؤں کو ایک بار میں پڑھ لیں۔ ہر رات ایک تہائی یا ایک چوتھائی دعا اس کے معنوں پر غور کرتے ہوئے پڑھ لیا کرو۔ اس کو پڑھتے ہوئے ممکن ہے کہ تم پر ایک کیفیت طاری ہو

جائے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ ضروری ہے کہ قرآن کی آیتوں پر غور کرو اور دیکھو کہ اہلِ جہنم کے لیے کس طرح کا عذاب مخصوص کیا گیا ہے۔ وہ لوگ خدا سے موت کی دعائیں مانگتے ہیں لیکن افسوس کہ موت بھی ان کے دکھ کا مداوا نہیں کرتی۔ دیکھو خدائے تعالیٰ کیا فرماتا ہے:

یٰحَسْرَتٰی علی ما فَرَّطْتُ فِی جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰاخِرِیْنَ۔ (الزمر آیت ۵۶)

حسرت ہے میرے حال پر کہ میں خدا سے بے خبر تھا اور میں بے شک مذاق اڑانے والوں میں تھا۔

یہ کس قماش کی حسرت اور افسوس ہوگا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ اس طرح سے کر رہا ہے اس طرح کی آیتوں پر غور و تأمل کیے بغیر تیزی سے مت گزر جاؤ:

یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ (س۔ حج آیت ۲)

ترجمہ: اس روز تم دیکھو گے ہر عورت جو دودھ پلا رہی تھی، اس نے اپنے بچے کو پریشانی میں چھوڑ دیا اور ہر حاملہ عورت نے اپنا بوجھ ہلکا کر دیا (یعنی حمل گرا دیا)، اور تم دیکھو گے مردوں کو نشے کے عالم میں کبھی انھیں نشہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ کا عذاب شدید ہوگا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا نقشہ کھینچ رہا ہے، اے دوستو! ذرا تو خیال کرو کہ قرآن کریم نعوذ باللہ کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں ہے اور تم سے مذاق تو نہیں کر رہا ہے۔ دیکھو تو قرآن کیا کہتا ہے۔ یہ ایسا عذاب ہوگا کہ لوگ اپنے عزیزوں کو بھول جائیں گے۔ اور حاملہ عورتوں پر سے ان کا بوجھ اتار دیا جائیگا۔ وہ کس طرح کا عذاب ہوگا، اسے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم جیسے انسانوں کی عقل، اس کے تصوّر سے قاصر ہے۔ اگر آئمہ اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کی احادیث

اور ان کی کتابوں کو پڑھا جائے اور ان پر غور و فکر کیا جائے تو بات سمجھ میں آئے گی کہ اُس دنیا کے عذاب کا منظر اس دنیا کے عذابوں سے بالکل مختلف ہوگا۔ اُس عالم کے عذابوں کا اپنی موجودہ دنیا کے کوائف سے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ابن بابویہ شیخ صدوق سے منقول حدیث

میں یہاں پر شیخ صدوق کی روایت کی ہوئی ایک حدیث نقل کرتا ہوں تاکہ اس بات کا اندازہ ہو کہ یہ معصیت کس قدر سخت ہوگی۔ یہ حدیث انسانی اعمال کے جہنم سے متعلق ہے جو سب سے زیادہ سرد ہے۔ میں یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ شیخ صدوق وہ ہستی ہیں کہ تمام بڑے علماء ان کے سامنے اپنے چھوٹے ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کی پیدائش امام علیہ السلام کی دعا سے ہوئی تھی اور انھیں امام زمان عجل اللہ فرجہ بھی بہت عزیز رکھتے تھے امامیہ فرقے کے بہت سے علماء مختلف واسطوں سے شیخ صدوق سے احادیث نقل کرتے ہیں۔ ہمارے اور شیخ علیہ الرحمۃ کے درمیان جتنے بزرگ راوی ہیں سب ثقات میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں ان کی سند سے ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔ جو بھی اہل ایمان میں سے ہوگا ضرور اس حدیث پر عقیدہ رکھے گا۔

روی الصدوق باسنادہ عن مولینا الصادق علیہ السلام، قال بینا رسول اللہ (ص) ذات یوم،

قاعداً اذ أتاہ جبرئیل، وھو کئیب، حزین، متغیر اللون،

فقال رسول اللہ یا جبرئیل - مالی اراک کئیباً حزیناً؟ فقال

یا محمد وکیف لا اکون کذلک وانما وضعت منافیخ

جهنّم اليوم، فقال رسول الله وما منافيخ جهنّم يا جبرئيل؟
فقال انّ الله تعالى امر بالنّار فأوقد عليها الف عام - حتّى احمرت،
ثمّ امر بها فأوقد عليها الف عام حتّى ابيضت، ثمّ امر بها
فأوقد عليها الف عام حتّى اسودت وهي سوداء مظلمة فلو أنّ
حلقة من السلسلة التي طولها سبعون ذراعا وضعت على الدّنيا
لذابت الدّنيا من حرّها ولو ان قطرة من الزقوم والضريع
قطرت في شراب اهل الدّنيا ماتوا من نتنها، قال
فبكى رسول الله (ص) وبكى جبرئيل فبعث الله اليهما
ملكا فقال ان ربّكما يقرأ كما السّلام
ويقول انّي قد آمنتكما من ان تذنبا
ذنبا اعذبكما عليه -

ترجمہ: شیخ صدوق حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ ایک روز رسول اکرم (ص) بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیل امین افسردہ اور محزون چہرہ کی رنگت اڑی ہوئی رسول خدا (ص) کے حضور وارد ہوئے۔ رسول (ص) نے فرمایا کہ اے جبرئیل کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اس وقت افسردہ و محزون دیکھ رہا ہوں؟ کہنے لگے کہ اے محمد (ص) کیوں میں افسردہ نہ ہوں جب کہ میں نے آج دیکھا ہے کہ جہنّم کی سانسوں کو پوری طرح بھڑکا دیا گیا ہے۔

حضرت رسول (ص) نے سوال کیا "جہنّم کی سانسوں سے کیا مراد ہے؟" جبرئیل امین نے عرض کیا اس سے مراد وہی آگ ہے جو خدائے عزّ وجل کے حکم سے دھکائی گئی تھی، ایک ہزار سال تک وہ سرخ رہی، اس کے بعد حکم ہوا اور دھکاؤ! تب وہ ایک ہزار سال تک سفید رہی۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا کہ ایک ہزار سال تک اس کو اور دھکایا جائے کہ وہ سیاہ

ہوجائے۔ اب جب کہ وہ سیاہ اور تاریک ہے۔ اس کی بلندی ستر ذراع ہے۔ اگر اس آگ کا صرف ایک شعلہ اس دنیا پر گرا یا جائے تو وہ ساری کائنات کو پگھلا کر سیال بنا دے گا۔ اگر اس کے زقوم (جہنم کا ایک درخت جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے)، اور ضریع (ایک نہایت کڑوی اور گرم شئے جو جہنمیوں کی غذا ہوگی)، کا ایک قطرہ اس دنیا کے تمام خزانہ ہائے آب میں ٹپکا دیا جائے تو اس کی بدبو سے تمام انسان (اور جاندار) مر جائیں گے۔ یہ سنکر رسول خدؐا رونے لگے اور جبرئیل پر بھی ان کے ساتھ گریہ طاری ہوا۔ یہ نظارہ دیکھ کر خدائے تعالے نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ اس نے نازل ہوکر ان دونوں سے کہا کہ "خدا نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ تم دونوں کو گناہوں سے نجات دی اور نتیجہ کے طور پر اس عذاب سے بھی امان دی ہے۔"

میرے عزیز دوست! اس حدیث شریف کی طرح بہت ساری حدیثیں موجود ہیں۔ جہنم کا وجود اور اس کا دردناک عذاب دنیا کے تمام مذاہب میں بہت صراحت سے بیان ہوا ہے اور اس کی حقیقت اس دنیا میں بھی سبھی اصحابِ مکاشفہ اور اربابِ دل پر کشف ہو چکی ہے۔ اگر کوئی ٹھیک سے تصوّر کرے اور اس حدیث کے حوصلہ شکن مضمون پر غور کرے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دیوانہ وار جنگل کی طرف بھاگ نکلے۔ آخر کیا بات ہے کہ ہم لوگ اس طرح خوابِ غفلت میں مگن اور جہالت کی دنیا میں گم ہیں۔ کیا رسولِ خدؐا اور جبرئیل کی طرح ہم پر بھی فرشتہ نازل ہوا ہے۔ اور ہم کو عذابِ خدا سے امان کا مژدہ سنایا گیا ہے؟ حالانکہ خود رسولِ خدؐا اور تمام اولیائے اللہ خوفِ خدا سے آخر دم تک بے تاب رہے۔ وہ اس خوف سے کھانا پینا اور سونا تک بھول گئے تھے۔ امام معصوم حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی مناجاتیں، آہ وزاری، عجز و نیاز پڑھنے والے کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کافی ہیں۔ آخر ہمیں کیا ہو گیا ہے جو کسی طرح کی حیا محسوس نہیں ہوتی؟ صد افسوس ہم پر کہ ہم خدا کے حضور میں دعا مانگتے وقت بھی اس کے قوانین اور اس کے محرّمات اور نوامیس کی اس قدر ہتک کرتے ہیں۔ افسوس ہم

Translation Movement
INS

پر اور ہماری غفلت پر! ہم پر اور سکراتِ موت کی شدّت پر افسوس! صد افسوس اس حال پر جو برزخ میں ہمارا ہوگا۔ وائے ہو وہاں کی سختیوں پر! افسوس قیامت کے دن اور اس کے اندھیروں پر! صد افسوس جہنّم میں ہماری حالت پر اور وہاں کے عذاب اور سختیوں پر!

اخلاقی امراض کا علاج

اے عزیز دوست! خوابِ غفلت سے بیدار ہو۔ اپنی کوتاہیوں سے ہوشیار رہو اور اپنے آپ میں ہمّت پیدا کرو اور اس مہلت سے فائدہ اٹھاؤ جب تک کہ زندگی باقی ہے جب تک کہ تمہارے قوا تمہارے بس میں ہیں، جب تک کہ جوانی قائم ہے، اس فرصت کو غنیمت جانو۔ اس سے قبل کہ اخلاقِ فاسدہ اور ملکاتِ رذیلہ تم پر غلبہ پالیں کچھ ان کے علاج کی تدبیر نکالو۔ اخلاقی فسادوں اور برائیوں کو دور کرنے کا کوئی راستہ تلاش کرو شہوت اور غضب کے شعلے کو بجھانے کی کوئی سبیل نکالو۔ بہترین علاج جو ماہرینِ اخلاق اور اہلِ سلوک نے اخلاقی برائیوں کو دور کرنے کے لیے تجویز کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی اپنے آپ میں تمہیں ان اخلاقی برائیوں میں سے کوئی برائی نظر آئے اس کے خلاف مردانہ وار جدوجہد کرو اور اپنے نفس کے خلاف کچھ دن تک مسلسل جہاد کرو اور اس گمراہ کی خواہشات کو کچلتے رہو۔ اپنے خدا سے مدد مانگو کہ وہ تمہیں اس مجاہدے میں ثابت قدم رہنے کی طاقت عطا فرمائے۔ کچھ مدّت کے بعد دیکھو گے کہ وہ عادتِ بد دور ہو گئی ہوگی اور شیطان اور اس کا لشکر اس محاذ سے فرار ہو چکا ہوگا اور خدائی اور رحمانی قوتیں اس کی جگہ لے چکی ہوں گی۔

اخلاقی برائیوں میں سے ایک برائی جو انسان کی ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے اور جو فشارِ قبر کا باعث ہوتی اور انسان کو دونوں جہان کے عذاب میں مبتلا کرتی ہے وہ بدسلوکی

ہے۔ اپنے گھر والوں کے ساتھ، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ، اپنے رفقاء کے ساتھ، دکانداروں اور محلّے والوں کے ساتھ یہ بدخلقی شہوت اور غضب کی پیداوار ہے۔ انسان مجاہد کو چاہیے کہ مسلسل اس کے سدِ باب کی کوشش کرے اور اپنے غیظ وغضب کے جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرے۔ جب بھی اسے غصّہ آئے اور اس کے دل و دماغ سے غصّے اور طیش کے شعلے لپکنے لگیں جو اسے بدگفتاری اور تند زبانی پر اکسائیں تو انسانِ مجاہد کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے میلان کے خلاف قدم اٹھائے اور برائی کے خراب نتائج اور اپنی عاقبت کی خرابی کے بارے میں سوچے اور غصّے اور بدزبانی کے بجائے نرمی کو کام میں لائے۔ اپنے دل میں شیطان پر لعنت بھیجے اور خدا سے پناہ مانگے۔

میرے دوست! میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم اس طرح سے عمل کرتے رہے اور کئی بار اس عمل کو دھراتے رہے تو یہ عادت بالکل ختم ہو جائے گی اور تمہارا مزاج بالکل تبدیل ہو کر خوش مزاجی اور خوش خلقی اختیار کرنے لگے گا۔ نیک خلقی تمہاری فطرت بن جائے گی، لیکن اگر تم نے اپنی مرضی کے مطابق عمل کیا تو یہ سمجھ لو کہ اس دنیا میں بھی تمہارے لیے تباہی اور نابودی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں اس غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو اگر کسی انسان میں پیدا ہو، ایک پل میں اس کی دونوں دنیائیں تباہ کر ڈالتا ہے۔ غصّہ روح کے قتل کا باعث ہوتا ہے۔ اس کا اندیشہ ہے کہ شاید کبھی کوئی فرد غصّے کی شدت میں خدائی قوانین کے متعلق کوئی اول فول بک دے، جیسا کہ میں نے اکثر لوگوں کو غصّے کی حالت میں کفر بکتے سنا ہے۔

حکماء اور فلاسفہ نے کہا ہے کہ وہ کشتی جو سمندر کی خطرناک موجوں میں گھری ہوئی ہو اور جس کا کوئی کھینچنے والا نہ ہو اس کی نجات آسان ہے بہ نسبت اس شخص کے جو غصّے کے عالم میں ہو۔ اگر خدانخواستہ تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو علمی مباحثوں میں جھگڑا کرتے

ہیں اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، جیسا کہ طلباء میں سے کئی اس بری عادت کے شکار ہیں تو تمہیں اپنے غصے کا مقابلہ کرنا چاہیے اپنے میلانِ نفسی کے خلاف کچھ دن تک عمل کرو، خاص طور سے ان جلسوں کے موقعہ پہ جہاں علماء اور عوام یکجا ہوتے ہیں۔ اگر تم یہ دیکھو کہ جو شخص تمہاری مخالفت کر رہا ہے، وہ سچائی پر ہے تو اپنی غلطی کا اعتراف کر لو اور اپنے مخالف کی صداقت کی تصدیق کرو امید ہے اچھے دلوں میں تمہیں اس برائی سے چھٹکارہ مل جائے گا خدا نہ کرے کہ بعض اہل علم اور اربابِ کشف کا وہ قول تم پر صادق آئے جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ ہمارے مکاشفات میں سے ایک میں یہ کشف ہوا ہے کہ اہلِ جہنم کا وہ جھگڑا جس کی اطلاع خداوند تعالٰے نے دی ہے، دراصل علماء اور محدثوں کا جھگڑا ہے۔ اگر تمہیں اس بیان کی صحت کا احتمال بھی ہے تو تمہیں چاہیے کہ پوری کوشش کرو کہ اس بری خصلت سے نجات پاؤ۔ ذرا ذیل کے بیان کو توجہ سے پڑھو:

روی عن عدة من الاصحاب انّهم قالوا: خرج علینا رسول الله (ص) یوماً و نحن نتماری فی شیءٍ من امر الدّین فغضب غضباً لم نشاهد مثله الی ذلك الیوم و قال: لقد هلك الّذین من قبلکم لانّهم لم یترکوا المراء، ان المؤمن لا یماری ولا یجادل فانّ المماری قد تمت خسارته ذروا المراء فانّ المماری لا اشفع له یوم القیامة ذروا المراء فانّی زعیم بثلث ابیات فی الجنة ودیاضها واوسطها و اعلاها لمن ترك المراء وهو صادق، ذروا المراء فانّ اوّل ما نهانی عنه ربّی بعد عبادة الاوثان المراء۔

ترجمہ:

"رسولِ خداؐ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کی یہ روایت ہے کہ ایک روز رسول خداؐ ایسے وقت میں ہماری مجلس میں وارد ہوئے جب کہ ہم امورِ دین میں سے کسی مسئلہ پر آپس میں جھگڑے کی حد تک بحث و تکرار کر رہے تھے پیغمبر اسلامؐ اس قدر غضبناک ہوئے کہ اس وقت تک کبھی ہم نے انھیں اتنے غصّے میں نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ اس لیے ہلاک کیے گئے تھے کہ انھوں نے بحث جدال کی عادت ترک نہیں کی تھی۔ مرد مومن کبھی جھگڑا نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔۔۔ اس جدال کی عادت کو چھوڑو۔ میں کسی جھگڑالو انسان کی شفاعت نہیں کروں گا اور خدائے متعال نے بت پرستی سے منع کرنے کے بعد کسی چیز سے منع کیا ہے تو وہ اسی طرح کی جدال ہے۔ اس کے بعد رسولؐ نے فرمایا کہ کوئی مؤمن ہرگز حقیقت کو نہیں جان سکتا جب تک کہ بحث و جدال کی عادت ترک نہ کرے، خواہ وہ کتنا ہی حق پر کیوں نہ ہو۔"

اس بارے میں بہت ساری حدیثیں آئی ہیں۔ کتنی بری بات ہے کہ ایسی معمولی سی چیز کے لیے، جس سے نہ کوئی فائدہ ہو اور نہ جس کی کوئی اہمیت، ایک شخص اپنے آپ کو رسول اکرمؐ کی شفاعت سے محروم کرے۔ اگر نیک ارادے سے علمی مذاکرہ کیا جائے تو افضل ترین عبادتوں اور طاعتوں میں سے ہے اگر یہ عبادت گناہ اعظم میں تبدیل ہو جائے تو انسان کی ساری ریاضت بے کار ہے۔ اس لیے انسان کو اپنی ہر اخلاقی برائی پر توجہ کرنی چاہیے اور اپنے نفس کی مخالفت کے ذریعے ان خرابیوں کو اپنی روح کی مملکت سے نکال باہر کرنا چاہیے جب زبردستی قابض ہونے والا غاصب نکال دیا جائے تو صاحب خانہ اپنے گھر کو بسا لے گا۔ اس میں زیادہ زحمت کی ضرورت بھی نہیں۔

اختتام: چونکہ اس مقام پر پہنچ کر مجاہدۂ نفس کا بیان مکمل ہو گیا۔ اس

مرحلے پر انسان ابلیسی طاقتوں کو اپنی مملکت سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو گیا، جس کے نتیجے میں اس کی روح کی مملکت خدا کے فرشتوں کا مسکن اور عباد الصالحین کا معبد قرار پاتی ہے، اس لیے اس کے بعد سلوک الی اللہ کے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں اور انسانیت کی راہِ مستقیم پوری صاف اور روشن نظر آنے لگتی ہے۔ اب تمام جنّتوں اور برکتوں کے دروازے اس پر کھول دیے جاتے ہیں اور جہنّم کے تمام در اور دریچے اس پر بند کیے جاتے ہیں۔ اب خدائے تبارک و تعالٰے اپنے بندے کو لطف و کرم کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کا شمار اپنے ایمان والے بندوں، اہلِ سعادت اور اصحاب یمین میں کرتا ہے۔ معارفِ الٰهیہ کا راستہ جو تمام جن و انس کی خلقت کی غائیت اور مقصد ہے اس کے لیے ہموار ہو جاتا ہے اور اس پُرخطر راستے میں خدائے تبارک و تعالٰے اس کی دستگیری کرتا ہے۔

میں یہ چاہتا تھا کہ مجاہدہ نفس کے تیسرے مقام کا ذکر کروں جو شیطان کی جعل سازیوں اور اس کے سنہرے جال سے بچنے کی کوشش پر مشتمل ہے، لیکن میں نے غور و خوض کے بعد اس جگہ یہ ذکر مناسب نہیں سمجھا۔ خدائے تبارک و تعالٰے سے خواستگار ہوں کہ وہ اس موضوع پر الگ سے ایک رسالہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

حدیث دوم

ریاء اور اس کے روحانی اور نفسیاتی اثرات

بالسند المتصل الی محمّد بن یعقوب عن علی بن ابراھیم عن ابیه عن ابن ابی عمیر عن ابی المغراعن یزید بن خلیفه قال، قال ابو عبد الله سلام اللّٰہ علیه «کلُّ ریاءٍ شرکٌ انّه من عمل للنّاس کان ثوابه علی النّاس و من عمل للّٰه کان ثوابه علی اللّٰه۔ (الکافی، ج ۲، ص ۲۹۳، باب الرّیاء، ح ۳)

سند متصل کی رو سے "یزید بن خلیفہ" نے حضرت امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ "ہر ریاء شرک ہے اور ہر وہ کام جو لوگوں کے لیے ہو گا اس کا ثواب لوگوں سے ملے گا اور جو کام خدا کے لیے ہو گا اس کا ثواب خدا دے گا

ریاء نام ہے ظاہر کرنے اور نمائش کرنے کا۔ نمائش ان باتوں اور ان چیزوں کی جو اعمال حسنہ میں سے یا خصال پسندیدہ میں سے ہیں یا سچے عقائد میں شمار ہوتی ہیں "تاکہ اس طرح عوام کے درمیان قدر و منزلت حاصل ہو اور ان میں اس فرد کی اچھائی، شرافت، نیکی اور دیانت کا چرچا ہو۔ ان خوبیوں کا مقصد قرب و خوشنودی الٰہی نہیں بلکہ محض اشتہار ہے۔ اس عمل کے مختلف درجات ہیں۔

پہلا مقام دو درجوں پر مشتمل ہے؛

اوّل : پہلا درجہ یہ ہے کہ کوئی سچے مذہبی عقیدوں اور الٰہی تعلیمات پر کارفرما ہونے کا اعلان کرتا ہے تاکہ وہ اس طرح اپنی دین داری کا پروپیگنڈہ کر کے لوگوں کے دلوں میں قدر و منزلت حاصل کرے۔ مثلاً یہ کہتے ہوئے کہ وہ خدا کے سوائے کسی اور کو بااثر نہیں مانتا یا یہ کہ وہ سوائے خدا کے کسی پر توکّل نہیں کرتا، وہ اشاروں اور کنایوں میں اپنے آپ کو سچے مذہبی عقائد کا حامل ظاہر کرتا ہے۔ مذہبیت اور راسخ العقیدگی کی نمائش کا ایک اور طریقہ ہے جو زیادہ رائج ہے۔ مثلاً جب کبھی توکّل یا مرضیٔ خدا پر راضی برضا رہنے کی بات نکلتی ہے تو ریاکار شخص اس طرح آہ بھرتا اور اثبات میں گردن کو جنبش دیتا ہے کہ لوگ اس کے راضی برضا ہونے کا یقین کرلیں اور اس کا شمار ایسے مومنوں کے زمرے میں ہو۔

دوم : دوسرا درجہ اس مقام میں یہ ہے کہ واقعی باطل عقائد سے اپنے آپ کو پاک و صاف کیا جائے اور اپنے نفس کا پوری طرح تزکیہ کیا جائے مگر اس نیت سے کہ اس عمل کی مدد سے لوگوں کے دل میں جاہ و منزلت کا مقام حاصل ہو۔ یہ عمل کھلم کھلا بھی ہو سکتا ہے یعنی بالکل ظاہر ہو اور چھپا ڈھکا بھی۔ اشارے کنائیے میں ہو۔

دوسرا مقام : یہ بھی دو درجات پر مشتمل ہے۔

ایک یہ کہ کوئی خصائل حمیدہ اور اخلاقی نیکیوں کا مظاہرہ کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص خود کو ان تمام برائیوں اور رذائل سے بری ظاہر کرے جو ان خصائل حمیدہ اور ملکات فاضلہ کی اضداد ہیں۔ اس اظہار کا مقصد بھی نیکیوں کی شہرت و نمائش

ہی ہے۔

تیسرا مقام : یہ وہ مقام ہے جو فقہائے رضوان اللہ علیہم کی نظر میں ریاء کی ایک بہت ہی عام شکل ہے۔ یہ بھی دو درجات پر مشتمل ہے۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص اعمال اور عبادات شرعی کی پابندی کرتا ہے یا احکام و میلانات عقلی پر سختی سے کاربند ہوتا ہے اور دونوں صورتوں میں نیت یہی ہوتی ہے کہ لوگ دیکھیں اور ان کی توجہ اپنی طرف کھینچی جائے۔ بعض صورتوں میں اصل عمل ریاء کاری کا مظہر ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں عمل کے کچھ خاص اجزاء کو دکھانے کے لیے اس طرح بجا لایا جاتا ہے جس طرح ان کی تشریح فقہ کی کتابوں میں کی گئی ہے۔

دوسرا درجہ اس مرحلے میں یہ ہے کہ کوئی شخص ایک خاص عمل کو اسی مقصد کے تحت ترک کرتا ہے۔ ہم ان صفحات میں ان تینوں مقامات کے مفاسد کے بارے میں بحث کریں گے اور مختصر طور پر ان کے علاج کا ذکر کریں گے۔ پہلے مقام کے کئی ابواب ہیں۔

نہضت ترجمہ Translation Movement INS

پہلا باب : مذہبی عقائد میں ریاء :

ریاء کے جملہ اقسام میں سے بدترین ریاء وہ ہے جو مذہبی تعلیمات اور عقائد کے معاملے میں برتی جائے۔ اس کی سزا عاقبت میں سب سے سخت اور اس کے برے اثرات کسی بھی قسم کی ریاء سے زیادہ شدید اور تاریک ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسے عقائد اور تصورات کا سچے دل سے معتقد نہ ہو جن کا اظہار وہ محض دوسروں کو دکھانے اور متاثر کرنے کے لیے کرتا ہے تو اس کا شمار منافقین میں کیا جائے گا، اس کی سزا جہنم کی آگ ہے اور اس کے لیے سوائے

ابدی ہلاکت کے اور کوئی راستہ نہیں ہے اور اس کے لیے سب عذابوں میں شدید ترین عذاب کا انتخاب کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ دل سے کسی بات کا معتقد ہے مگر لوگوں کے دلوں میں رتبہ اور منزلت حاصل کرنے کی خاطر اس کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس صورت میں اگرچہ کہ وہ شخص منافقین میں شمار نہیں کیا جائے گا لیکن یہ ریاء اس کے دل سے ایمان کا نور سلب کر لینے کا باعث بنتی ہے اور روشنی کی جگہ کفر کی تاریکیاں اس کے دل میں گھر کر لیتی ہیں۔ ایسا شخص بنیادی طور پر مشرک ہے لیکن اس کا شرک خفی ہے۔ مذہبی عقائد اور تصوّرات کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ بالکل خالص ہوں۔ یعنی صرف اور صرف خدا اور اس کی ذاتِ مقدّس کے لیے مخصوص ہوں۔ لیکن ریاء کی اس قسم کا مرتکب اپنے عقائد کو انسانوں کی تحویل میں دینے کا گنہگار ہوتا ہے۔ غیروں کو ان میں شریک کرتا ہے اور اس طرح اپنے عقائد کو شیطان کے تصرّف میں دے دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا دل خالصاً خدا کے لیے مخصوص نہیں تھا۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، ایمان کا تعلق قلب کے اعمال سے ہے۔ اس کے لیے محض علم کافی نہیں ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ "ہر ریاء شرک ہے"، لیکن یہ ریاء سب ریاؤں سے بدتر اور تمام تاریکیوں کا مبداء ہے۔ یہ بری خصلت انسان کو تباہی کی اس منزل تک پہنچا دیتی ہے کہ اس کا دل غیرِ خدا کے لیے مخصوص ہو جاتا ہے۔ اس خصلت رذیلہ کی ظلمت اس چیز کا سبب بنتی ہے کہ انسان اس حال میں دنیا سے رخصت ہوتا ہے کہ ایمان اس کے ساتھ نہیں ہوتا جس فرضی ایمان کو وہ اپنے دل میں بزعمِ خود لبسائے ہوئے تھا وہ ایک بے معنی چیز تھی، محض جسم بے روح اور محض چھلکا جس کے اندر مغز نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا ایمان خدائے تعالیٰ کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا جیسا کہ اصول کافی میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جسے علی بن سالم نے بیان کیا ہے:

عدّة من اصحابنا عن احمد بن محمد بن خالد عن عثمان بن عیسیٰ عن علی بن

سالم قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول قال اللہ عزّ وجلّ انا خیر شریکٍ من اشرک معی غیری فی عمل عملہ لم اقبلہ الّا ما کان لی خالصاً۔ (کافی، ج ۲، ص ۲۹۵، باب الرّیاء، ح ۹)

ترجمہ: "راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق[؏] کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ خدائے تعالٰے کہتا ہے کہ میں سب سے بہتر شریک ہوں۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی کام میں میرے علاوہ کسی دوسرے کو بھی شریک قرار دیتا ہے تو میں اسے قبول نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ وہ کام خالصاً میرے ہی لیے کیا گیا ہو۔"

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قلب کے اعمال اگر وہ خالص نہ ہوں تو حق تعالٰے کی توجہ کے مستحق نہیں ہوتے۔ وہ انھیں قبول نہیں کرتا اور وہ ان کو اسی کے حوالے کر دیتا ہے جسے اس کا شریک بنایا گیا ہے۔ یعنی یہ عمل اسی کے حساب میں لکھا جاتا ہے جسے دکھانے کے لیے وہ عمل کیا گیا تھا۔ اس لیے قلب کے اعمال کو خالص ہونا چاہیے ورنہ وہ شرک کی حد سے گذر کر نہ صرف یہ کہ خالص کفر کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ ان کا ارتکاب کرنے والا منافقوں میں شمار ہوتا ہے جس طرح ایسے شخص کا شرک خفی تھا اس کی منافقت بھی خفی ہوگی۔ وہ بے چارا یہ گمان کرتا رہا کہ وہ ایک مومن ہے جب کہ در حقیقت وہ ایک مشرک تھا اور اس کے نتیجے میں اسے منافق مانا جائے گا اور اسے وہی عذاب دیا جائے گا جو منافقین کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ افسوس ہے اس کے حال پر جس کے کام نفاق پہ تمام ہوں۔

علم و ایمان کا فرق

یہ جان لو کہ ایمان ایک چیز ہے اور معارفِ الٰہی کا علم دوسری چیز۔ خدا اور اس کی وحدانیت، تمام صفاتِ کمالیہ، صفاتِ ثبوتیہ، صفاتِ جلالیہ اور صفاتِ سلبیہ وغیرہ

کا علم اور ملائکہ، رسالت، آسمانی کتابوں اور یومِ قیامت کا علم ایمان سے بالکل الگ ایک چیز ہے۔ کئی بار دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی شخص ان سب باتوں کا علم رکھتا ہے لیکن پھر بھی مومن نہیں ہوتا۔ شیطان کو ان تمام باتوں کا ہم سب سے زیادہ علم ہے لیکن پھر بھی وہ کافر ہے۔ ایمان ایک قلبی عمل ہے۔ اگر ایمان کا تعلق دل سے نہ ہو تو وہ ایمان نہیں۔

انسان کو چاہیے کہ برھانِ عقلی کے ذریعے اور مذہبی ضرورت کے تحت ان باتوں کا علم بھی حاصل کرے لیکن اس طرح کہ اس کا دل بھی انہیں تسلیم کرے۔ قلب کا عمل جو تسلیم کا ایک طریقہ ہے ایک قسم کا خضوع ہے اور ایک طرح کی سپردگی، فرمانبرداری اور اطاعت ہے۔ اسے اسی طرح انجام دینا چاہیے جسطرح مومن سے تقاضا کیا جاتا ہے۔ ایمان کا کمال اطمینان کے حصول کا نام ہے۔

جب نورِ ایمان طاقت ور ہوتا ہے تو اس کے نتیجے میں دل کو ایک طرح کا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ یہ تمام چیزیں علم سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ ممکن ہے کہ عقل برہان کے ذریعے کسی چیز کا ادراک کرلے لیکن اگر دل اسے تسلیم نہیں کرتا تو وہ بے کار ہے۔ مثلاً اگر تم نے اپنی عقل سے یہ محسوس کیا کہ ایک مردہ کسی کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور دنیا کے تمام مردے ملکر ایک مکھی کی اتنی بھی حس و حرکت کی صلاحیت نہیں رکھتے اور یہ کہ مرنے کے بعد انسان کی تمام جسمانی اور نفسانی قوتیں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ لیکن اگر تمہارے دل نے اس چیز کو قبول نہیں کیا اور اپنے آپ کو عقل کا تابعدار نہیں کیا تو اس صورت میں تمہارے لیے یہ بہت ہی سخت ہو گا کہ تم ایک اندھیری رات کسی ایسی جگہ تنہا بسر کرو جہاں ایک مردہ بھی رکھا ہو۔ اس کے برخلاف اگر دل عقل کے فرمان کا تابع ہے اور اسی کی ہدایت پر عمل کرتا ہے تو تمہارے لیے اس کام میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ اگر تم چند بار کوشش کرو اور تمہارا دل عقل کے اصول کو مان لے تو پھر تمہیں مردے سے کسی قسم کا ڈر کبھی

محسوس نہ ہوگا۔

پس معلوم ہوا کہ "تسلیم" پوری طرح کسی بات کو قبول کر لینا ہے یہی دل کی تسکین کا باعث ہے، لیکن تسلیم علم سے الگ چیز ہے، علم عقل کی تسکین کا ذریعہ ہے۔ اس کا امکان ہے کہ انسان عقلی دلائل کی رو سے خدائے تعالے کی صنّاعی، وحدانیت، یوم آخرت جیسے سچے تصوّرات پر یقین کرے لیکن محض ان تصوّرات کو ایمان نہیں کہا جائے گا اور ان تصورات کی بنیاد پر اس کو مومن نہیں گردانا جائے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کفار، منافقین یا مشرکین میں شمار ہو۔ اس معاملے میں اور معاملات کی طرح آج ہماری اور تمہاری آنکھیں بند ہیں اور ہم بصیرتِ ملکوتی سے ناآشنا ہیں اور ہماری دنیاوی بصیرت بھی ان چیزوں کو دیکھنے سے قاصر ہے جب راز فاش ہوگا اور سلطنتِ الٰہیہ کا ظہور ہوگا، طبیعی دنیا ختم ہو جائے گی اور حقیقی دنیا سامنے آئے گی اس وقت تمہیں پتہ چلے گا کہ تم خدا پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ تم مومنِ خدا نہیں تھے اور تمہاری عقل کا حکم تمہارے ایمان سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا جب تک کہ انسان کی صاف و شفاف لوحِ دل پر عقل کے قلم سے " لا الٰہ الا اللہ" —
(نہیں ہے کوئی خدا سوائے اللہ کے) کا فرمان نہ لکھا جائے، انسان خدا کی وحدانیت پر کامل ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ جیسے ہی یہ کلمہ الٰہیہ قلب پر وارد ہوتا ہے انسان کے دل کی دنیا خود بخود مملکتِ خدا بن جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد انسان کسی اور کو مملکتِ حق میں مؤثر نہیں سمجھتا اور کسی اور سے جاہ و منزلت حاصل کرنے کی کوئی امید نہیں رکھتا۔ وہ دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے عزت اور شہرت کے حیلے نہیں تلاش کرتا۔ اس کے بعد دل ریا کاری اور فریب کا لبادہ نہیں اوڑھتا۔ اس لیے اگر تم اپنے دل میں ریا کا شائبہ پاؤ تو یہ سمجھ لو کہ تمہارے دل نے عقل کے احکام کو تسلیم نہیں کیا ہے اور ایمانِ خدا تمہارے دل میں نور افگن نہیں ہوا ہے۔ تم کسی اور کو اللہ مانتے اور اسی کو عالمِ طبیعی میں

باالثر سمجھتے ہو نہ کہ خدائے حقیقی کو۔ اور تم اب تک منافقین اور مشرکین کے زمرے میں شامل ہو۔

ریاء سے پیدا ہونے والے خطرات

اے ریاکار انسان! تو نے اپنے سچے عقائد اور اپنے مذہبی علم کو اللہ تعالٰے کے دشمن شیطان کے حوالے کر دیا ہے اور جو چیزیں اللہ تعالٰے کے لیے مختص تھیں انھیں دوسروں کو سونپ دیا! ان انوار کو جو روح اور قلب کی روشنی کا سامان، نجات کا سرمایہ، سعادتِ ابدی کا خزینہ، لقاء الٰہی کا سرچشمہ اور محبوبِ حقیقی کے قرب کا ذریعہ تھے تو نے فروخت کر دیا اور ان کے عوض تو نے وحشتناک تاریکیوں اور ابدی سختیوں کو مول لیا، جو محبوب حقیقی کے دربار اقدس سے دوری کا سبب ہیں اور اس کے دیدار سے ہمیشہ کی محرومی کا وسیلہ۔ اب تیار ہو جا ان اندھیروں سے مقابلہ کرنے کے لیے جن کے بعد کبھی نور کی روشنی نہ ہو گی، ان تنگیوں کا سامنا کرنے کے لیے جن کے بعد کبھی راحت نہ ملے گی، ان امراض کو جھیلنے کے لیے جن سے کبھی شفاء حاصل نہ ہو گی۔ اس موت کو پانے کے لیے جس کے بعد حیات نہ ہو گی اور اس آگ کو برداشت کرنے کے لیے جو قلب کے اندر سے اٹھے گی اور روح اور بدن کو جلا کر خاک کر دے گی یہ اس طرح کی جلانے والی آگ ہو گی جس کو میرے اور تیرے دل نے کبھی تصور میں بھی محسوس نہیں کیا ہو گا جیسا کہ خدائے تعالٰے نے اپنی کتابِ پاک کی مندرجہ ذیل آیتِ شریفہ میں فرمایا ہے:

نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ۔

(یہ ہے اللہ کی روشن کی ہوئی آگ جو دہکتی ہے تو آدمیوں کے) دلوں پر لپکتی ہے۔ (۱۰۴ : ۷-۶)

آتشِ الٰہی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے اور اس کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ دوسری کوئی آگ دل کو اس طرح سے نہیں جلاتی سوائے آتشِ الٰہی کے۔ اگر انسان کی فطرت میں توحید کے بجائے جو خدا کی بنائی ہوئی فطرت ہے، شرک اور کفر گھر کر لیں تو پھر شافعین کی شفاعت بھی اس کو نصیب نہیں ہوتی جہنّم کا عذاب اس کا مقدّر ہوتا ہے۔ وہ بھی کیسا عذاب! وہ عذاب جو قہرِ الٰہی اور غیرتِ خداوندی کا نتیجہ اور مظاہرہ ہوتا ہے۔

اس لیے اے عزیز دوست! صرف ایک خیالِ باطل کی خاطر، ایک معمولی سی فرضی مقبولیت کے حصول کی خاطر، وہ بھی خدا کے کمزور اور بے بس بندوں کے درمیان اور ناچار انسانوں کی تھوڑی سی توجہ کو جلب کرنے کے لیے تو اپنے آپ کو قہر و غضب الٰہی کا ہدف کیوں بناتا ہے؟ خدا کی ان محبتوں اور عنایتوں کو کھو کر گھاٹے کا سودا نہ کر۔ خدا کی مخلوق کے درمیان تھوڑی سی محبوبیت کی خاطر، جو کوئی مؤثر چیز بھی نہیں، جس کا کوئی اعتبار ہے نہ اثر رہتا ہے، ان کو کبھی نہ ختم ہونے والی کرامتوں، ان خدائی عنایات اور رحمتوں کو اپنے ہاتھ سے مت جانے دے۔ اس طرح کی مقبولیت سے تجھے (تو جس کے پیچھے بھاگ رہا ہے)، کچھ حاصل ہونے والا بھی نہیں، سوائے ندامت اور حسرت کے۔ جب تیرے ہاتھ سے اس دنیا کا دامن چھوٹ جائے گا اور تیری کارکردگی کا سلسلہ اس دارِ عمل میں منقطع ہو جائے گا تو تیری پشیمانی لاحاصل ہوگی اور تجھے اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

ریاء کی بیخ کنی کا علمی طریقہ:

یہاں پر میں ایسا طریقہ بیان کرنا چاہتا ہوں، جس پر عمل کیا جائے

تو امید ہے کہ یہ دل کے اس مرض کے دور کرنے میں مؤثر ہوگا۔ یہ طریقہ عقل کے اصول کے ساتھ ساتھ روحانی تجربے اور احادیث و اخبارِ معصومین اور کتابِ خدا کے احکام کے مطابق ہے۔ اس کو ہماری تمہاری عقل بھی صحیح ماننے پر مجبور ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ خدائے تبارک و تعالےٰ کی قدرت کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ تمام موجودات و مخلوقات، کائنات کا سارا طول و عرض اس خالق و قادرِ حقیقی کی زندہ رکھنے والی طاقت کے تصرف میں ہے۔ اس کی قیومیّت تمام ممکنات کے ساتھ تمام بندوں کے دلوں پر قابض اور متصرف ہے۔ ہر چیز اس کے پرِ قدرت اور قبضۂ سلطنت میں ہے کسی اور کو یہ حق نہیں اور نہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ اس کی قبولیت کی اجازت کے بغیر اور اس کی قوّتِ تخلیق کا اشارہ پائے بنا اس کی سلطنت میں کسی طرح کا دخل دے اور اس کے بندوں کے دلوں پر تصرّف حاصل کرے۔ حتّیٰ کہ خود صاحبان دل بھی اپنے دل پر اس کی اجازت اور منشاء کے بغیر کوئی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ بات کہیں اشارے اور کنائے کے پردے میں اور کہیں کھلے طور پر پوری صراحت کے ساتھ قرآن شریف میں اور اہلِ بیت علیہم السّلام کی احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ صرف خدائے تبارک و تعالےٰ ہی تمہارے دل پر حق رکھتا ہے اور تم جو اس کے ایک ناتوان اور لاچار بندے ہو بغیر خدا تعالےٰ کی مشیّت کے اپنے دل کے معاملات پر کسی طرح کی قدرت نہیں رکھتے۔ اس کا ارادہ تمہارے دل پر اور تمام موجودات کے ارادے پر حاوی اور حاکم ہے۔ اس لیے تمہاری ریاکاری اگر لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچے اور اچھائی اور نیکی میں شہرت پانے کے لیے ہے تو یہ سمجھ لو کہ اس کا حصول بھی تمہارے بس میں نہیں۔ یہ بات بھی تمہارے قابو سے باہر اور حق تعالےٰ کے قابو میں ہے۔ خداوند تعالےٰ دلوں کو اور صاحبانِ دل کو جس طرف چاہتا ہے متوجہ کرتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تم جو کچھ چاہتے ہو اس کا الٹا اثر ہو۔ یہ دیکھنے میں آیا ہے اور سنا گیا

ہے کہ ریاکار اور دوغلے افراد جن کے دل پاک نہیں تھے، آخر کار رسوا ہوئے، اور وہ جو کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے اس کا برعکس ان کو ملا۔ اصولِ کافی کی حدیث شریف اس چیز کی طرف اشارہ کرتی ہے:

عن جرّاح المدائنی عن ابی عبد الله علیه السلام فی قول الله عزّ وجلّ فمن کان یرجو لقاء ربّه فلیعمل عملاً صالحًا ولا یشرک بعبادة ربّه احدًا قال الرّجل یعمل شیئًا من الثواب لا یطلب به وجه الله إنّما یطلب تزکیة النّاس یشتهی ان یسمع به النّاس فهٰذا الذی اشرک بعبادة ربّه ثم قال ما من عبد اسرّ خیرًا فذهبت الایام ابدا حتّی یظهر الله له خیرًا وما من عبد یسرّ شرًّا فذهبت الایام ابدًا حتّی یظهر الله له شرًّا۔

(الکافی جلد ۲، ص ۲۹۴، باب الریاء)

ترجمہ: راوی جرّاح مدائنی امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے خدائے عزّوجل کے قول کی تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ جو کوئی بھی اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ نیک کام انجام دے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرے۔ فرمایا امام جعفر صادقؑ نے کہ وہ شخص جس نے کسی ثواب کے کام کو اس لیے انجام نہیں دیا کہ اس کام کے وسیلے سے اسے خدائے تعالےٰ کے دیدار کا شرف حاصل ہو گا، بلکہ صرف اس خیال کے تحت اسے انجام دیا کہ لوگ اس کو متقی و پرہیزگار سمجھیں اور اس بات کی شہرت ہو کہ اس نے ایسا کام کیا ہے تو وہی ایسا شخص ہے جس کے لیے کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی دوسرے کو بھی شریک جانا اور مانا۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جس نے اپنی خوبیوں کو چھپایا اور کچھ دن گذرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے اس کو آشکار نہ کیا ہو اور کوئی بندہ ایسا نہیں جو اپنے شر کو چھپاتا رہے مگر جس کا شر کچھ دن گزرنے کے بعد خداوند تعالےٰ کی قدرت سے لوگوں پر پوری طرح

ظاہر نہ ہوا ہو۔

اس لیے اے عزیز دوست! نیک نامی طلب کرنا ہے تو خدا سے طلب کرو۔ لوگوں کے دل جیتنا بھی چاہو تو دلوں کے مالک سے آرزو کرو کہ وہ تمہاری مدد کرے تم نیک کاموں کو خدا کے لیے انجام دو ـــــ خداوند تعالےٰ آخرت میں تم پر عنایت و کرم کرنے اور تم کو عالم آخرت کی نعمتوں سے نوازنے کے علاوہ اس دنیا میں بھی تم کو اپنے کرم سے نوازے گا۔ وہ تم کو محبوب رکھے گا لوگوں کے دلوں میں تمہاری وقعت زیادہ کرے گا اور تم کو دونوں جہان میں سربلند کرے گا۔ تم تھوڑی زحمت اور مجاہدہ کے ساتھ اپنے دل کو اس کی محبت میں تمام آلودگیوں سے پاک و صاف رکھو اور اپنے باطن کو جلا دو تاکہ تمہارا عمل خدا کی راہ میں بالکل خالص رہے۔ کوشش کرو کہ تمہارا دل خدا کی طرف متوجہ ہو، روح آلائشوں سے پاک ہو، کدورتِ نفس دور ہو، انسانوں کی محبت اور نفرت کم ہو۔ خدا کے ناچیز بندوں کے درمیان شہرت اور نام سے کیا فائدہ؟ اور اگر فرض کرو کہ کوئی فائدہ حاصل ہو بھی تو وہ ایک عارضی فائدہ ہے ممکن ہے کہ طلب شہرت و نیک نامی کی وجہ سے تمہارے کاموں میں ریاء کا عنصر شامل ہو جائے جو تمہیں مشرک، منافق اور کافر بنا دے گا جس کے نتیجے میں اگر اس دنیا میں تمہاری رسوائی نہ ہوئی تب بھی دوسری دنیا میں عدلِ الٰہی کے حضور میں تمہیں ذلت حاصل ہوگی۔ کوشش کرو کہ خدا کے بندگانِ صالح اس کے انبیائے عظام، ملائکہ اور مقربین کے سامنے تمہیں رسوا نہ ہونا پڑے، شرم سے سر نیچا نہ کرنا پڑے اور اس وقت تم اپنے آپ کو بے بس و لاچار نہ محسوس کرو۔ جانتے ہو اس روز کی رسوائی کیسی رسوائی ہوگی؟ اس جگہ کی سرگشتگی خدا ہی جانتا ہے کہ کس طرح کی تاریکیاں اپنے ساتھ لائے گی۔ وہ ایسا دن ہوگا جس کے متعلق حق تعالےٰ نے خود فرمایا کہ اس روز کافر کہے گا "اے کاش میں خاک ہوتا۔" (سورۂ انبیاء آیت)

اے بے بس انسان! ایک معمولی سی نیک نامی کی خواہش میں بندگانِ خدا کے درمیان

ایک بے کار سی شہرت کی خاطر، تو نے کیسی کیسی کرامتوں کو کھو دیا، تو نے رضائے خدا کو ہاتھ سے نکل جانے دیا اور اپنے آپ کو خدائے تعالےٰ کے غیض و غضب کا مستحق بنایا۔ وہ اعمال جن کے ذریعے تو اللہ کا کرم حاصل کر سکتا تھا، ایک مسرت سے بھرپور ابدی زندگی اور ہمیشگی اپنے لیے فراہم کرتا، جن اعمال کے ذریعے بہشت کے اعلیٰ ترین مقام تجھے حاصل ہوتے، افسوس کہ تو نے ان کو کھو کر شرک اور نفاق کی تاریکیوں میں پڑا رہنا اختیار کیا۔ اپنے لیے حسرت، ندامت اور شدید ترین عذاب کا انتظام کیا اور اپنے آپ کو سجین (جہنم کی ایک گہری کھائی جہاں پہ لوگوں کے برے اعمال کی کتاب رکھی ہوئی ہے اور کھائی کی مناسبت سے اس کتاب کا نام بھی یہی ہے) کی سزا کا مستحق بنا لیا۔ اصول کافی میں ایک حدیث شریف ہے جو امام جعفر صادق (ع) سے روایت کی گئی ہے۔

اس حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا کہ "ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب فرشتہ کسی بندے کے اعمال کو نیک سمجھ کر اسے خوشی اور فرحت کے ساتھ آسمان پر لے جاتا ہے جس طرح نیکیوں کو اوپر لے جایا جاتا ہے، تو خدائے عزّوجل فرماتا ہے کہ ان اعمال کو سجین میں لے جاؤ۔ یقیناً اس بندے نے یہ اعمال فقط میری خوشنودی کے لیے انجام نہیں دیے ہیں۔ (کافی ج ۲۔ باب ریاء) اس دنیا میں ہم اور تم سجین کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور فسق و فجور کے اعمال کی اس ہیبت ناک کریہہ شکل کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو یہ اعمال سجین میں اختیار کریں گے۔ جس وقت حقیقت ہمارے سامنے آئے گی اس وقت ہمیں پتہ چلے گا کہ اب ہم کچھ نہیں کر سکتے، کیونکہ ان کے ازالے کے تمام ممکنہ ذرائع منقطع ہو چکے ہوں گے۔

اس لیے اے عزیز! بیدار ہو اور غفلت اور مستی کو دور کر اور عقل کی ترازو میں اپنے اعمال کو تول! اس سے قبل کہ اُس عالم میں ان کو تولا جائے، تو خود اپنے اعمال کا اچھی طرح محاسبہ کر لے، اس سے پہلے کہ تجھ سے اعمال کا حساب کتاب مانگا جائے۔ اپنے دل کے

آئینے کو شرک ، نفاق اور دوغلے پن کی کثافت سے پاک کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ شرک وکفر کا زنگ اس پر اس طرح سے چڑھ جائے کہ دوسری دنیا کے آتشیں شعلے بھی اسے پاک نہ کر سکیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نورِ فطرت ظلمتِ کفر میں تبدیل ہو جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ :

فطرۃ اللّٰہ التی فطر النّاس علیھا ۔ (۳۰ : ۳۰) کے مصداق وہ فطرت جو اللہ کی بنائی ہوئی ہے، جس فطرت پر اس نے انسان کو بنایا ہے ضائع ہو جائے۔ اللہ کی فطرت میں خیانت نہ کر، یہ خدا کی امانت ہے۔ اپنے دل کے آئینے کو پاک کر تاکہ اس میں نورِ جمالِ حق جلوہ افگن ہو اور وہ تجھے اس عالم سے اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بے نیاز کر دے۔ جب آتشِ محبّتِ الٰہی تیرے دل میں روشن ہوگی تو تمام دنیاوی محبّتوں کو اس طرح سے جلا کر ختم کر دے گی کہ تو دنیاوی چیزوں کی طرف ذرا بھی دھیان نہ دے گا اور ذکرِ خدا اور اس کی یاد میں تجھ کو ایسی لذّت ملے گی کہ تمام حیوانی لذّتیں اس کے سامنے حقیر معلوم ہونے لگیں گی۔ اگر تو نے ابھی یہ مقام حاصل نہیں کیا ہے تو یہ چیزیں کچھ عجیب سی معلوم ہوں گی۔ پھر بھی سوچ لے، دوسرے عالم کی وہ نعمتیں جن کے بارے میں قرآن مجید اور ائمہ معصومینؑ کی حدیثوں نے ہمیں اطلاع دی ہے ان کو چند روزہ موہوم سی شہرت کی خاطر اور خدا کی کمزور مخلوق کے دل میں جگہ پانے کی خاطر ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ثواب کے کاموں کو ضائع مت کر اور اپنے آپ کو خدا کی کرامتوں سے محروم نہ کر! کبھی کم نہ ہونے والی سختیوں کا سعادتِ ابدی کے بدلے میں سودا مت کر!

خلوصِ عمل : وہ جو حقیقی مالک الملوک ہے، جو حقیقی ولی النعمت ہے جس نے ہم پر یہ سب اکرام اور عنایتیں نازل کی ہیں اور جس نے ہمارے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی اتنی ساری نعمتیں فراہم کر دی ہیں جیسے کہ لطیف اور

ہلکی پھلکی غذا جو تمام بہترین اجزاء سے بھرپور ہوتی ہے۔ اور ہمارے کمزور معدے کے لیئے سب سے زیادہ موزوں ہوتی ہے۔ ہمارا خیال رکھنے والے اور تربیت کرنے والے خدمت گزار ماں باپ جو قدرتی اور جبلّی محبت کے تحت ہماری بے لوث خدمت کرتے ہیں۔ مناسب حال اور موزوں ماحول خوشگوار بدلتے ہوئے موسم ان کے علاوہ بہت ساری واضح طور پر نظر آنے والی نعمتیں اور وہ نعمتیں جو ظاہری آنکھوں سے نظر بھی نہیں آتیں۔ ان سب کو عطا کرنے کے بعد وہ ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے دلوں کو اسی کے لئے مخصوص رکھیں۔ وہ بھی اس لئے کہ ہم اس کی کرامتوں کے مستحق بنیں، ہم ہی کو اس کا فائدہ حاصل ہو، اگر پھر بھی ہم اس کی بات نہیں مانتے اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اس کی مرضی کے خلاف اقدام کرتے ہیں تو ہم ایک بہت بڑے ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیسے مالک الملوک سے ہم نے لڑائی مول لی ہے، جسکا خمیازہ ہم کو خود بھگتنا ہے۔ ہماری حکم عُدولی سے اسکی سلطنت اور اس کی قدرتِ مطلقہ کو کوئی نقصان پہنچنے والا نہیں۔ اور نہ ہم اسکی سلطنت اور دائرہ نفوذ سے بچ کر کہیں جا سکتے ہیں۔ اگر ہم مشرک ہیں تو ہم نے خود اپنے آپ کو ضرر پہنچایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ

بے شک اللہ تمام عالموں سے بے نیاز ہے۔

(سورۃ نساء آیت ۹۷)

بے شک خدا سب مخلوقات سے بے نیاز ہے۔ اسکو ہماری عبادت، ہمارے اخلاص، ہماری بندگی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہماری نافرمانی، ہمارا شرک اور ہمارا دوغلاپن اسکی مملکت کو کسی طرح کا نقصان پہنچا سکتا ہے۔

لیکن چونکہ وہ ارحم الرّحمین (سب رحم دلوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا) ہے۔ اسکی حکمتِ بالغہ کا تقاضا ہے کہ وہ ہم کو ہدایت کا راستہ دکھائے۔ خیر و شر اور بُرائی اور اچھائی کی راہوں کو روشن کرے اور ہم کو دشوار گزار انسانی راستے کے خطرات اور نیکی کے راستے پر آگے بڑھنے کی امکانی لغزشوں سے آگاہ کرے۔ خداوندِ حقیقی کی طرف سے ہدایت اور راہنمائی کے یہ سب سامان، حتیٰ کہ ہماری عبادتیں، ہمارا اخلاص اور ہماری بندگیاں ہم پر بہت بڑا احسان ہیں۔ ان احسانات کی وسعت کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہماری چشمِ بصیرت نہ کھُلے اور اصلیت کو دیکھنے اور پرکھنے والی برزخی نظر وا نہ ہو۔ جس وقت تک ہم اس عالمِ تنگ و تاریک میں اور دنیوی زندگی کے ظلمت کدہ میں قید ہیں وقت (Time) کی مسلسل زنجیر میں گرفتار ہیں اور مکان (Space) کی دم گھٹنے والی تاریکیوں کے حصار میں قید ہیں۔ ہم خداوند تعالیٰ کی ان عظیم نعمتوں کا صحیح ادراک نہیں کر سکتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خدائے مہربان کی تمام نعمتوں کا اور اسکی ہدایت اور راہنمائی کے شکریہ کا حق ہم اپنی عبادات اور اخلاص سے ادا کر سکتے ہیں۔ ہرگز ہرگز ایسا گمان بھی نہ کرو۔ کبھی یہ نہ سمجھو کہ خدا کے بھیجے ہوئے انبیائے عظام، اولیائے کرام اور علمائے اُمت پر ہم اپنی عبادتوں کا احسان رکھ رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیں نیکی اور سعادت کی راہ دکھانے کے لیئے ہمیں جہل و ظلمت اور بدبختی سے نجات دلانے کے لیئے اور ہمیں عالمِ نور و سُرور اور بھجت و عظمت کی طرف دعوت دینے کے لیئے کیسی کیسی سختیاں جھیلی ہیں۔ انہوں نے ہماری تربّیت کے لیئے ہمیں ان تاریکیوں سے نکال کر نور کے راستے پر لانے کے لیئے ہمارے باطل اعتقادات سے جو گمراہیوں کے خمیر سے پیدا ہونیوالی جہالتوں کا نتیجہ تھے، آزاد کرانے کی خاطر ان کے فشاروں اور عذابوں سے ہمیں چھٹکارا دلانے کے لیئے جو بُرے ملکات اور اخلاقِ رذیلہ کا خاصہ تھے

اور ان وحشتناک صورتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے جو ہمارے قبیح اعمال و افعال کے عوض ہمیں نصیب ہونے والی تھیں، کتنی زحمتیں اور مشقتیں اٹھائیں! ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ ہمیں ان عوالم کی جانب اور ان کی خوشیوں، راحتوں، مسرتوں اور حور و قصور کی طرف دعوت دیں جنکا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ عالم دنیوی باوجود اپنی تمام دلفریبیوں کے اس قدر تنگ اور محدود ہے کہ ایک حورِ بہشتی کے حسن کا بھی یہاں رہ کر تصور نہیں کیا جا سکتا ہماری موجودہ آنکھیں گیسوئے حور کے ایک تار کو دیکھنے کی طاقت بھی نہیں رکھتیں اس نادیدہ عالم کی ملکوتی صورت اس تک رہنمائی کرنے والے اخلاق و اعمال کا بیان انبیائے برگزیدہ کے کلمات میں ملتا ہے۔ آخری وحی کے حامل اور قیامت تک باقی رہنے والے دستور کے نافذ کرنے والے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب میں بھی خصوصیت حاصل ہے آپ نے وحی الٰہی کے ذریعے اس عالم کو درک فرمایا، دیکھا، سنا اور ہمیں اس کی طرف آنے کی دعوت دی۔ ہم بے عقل، بے بس انسان ان بچوں کی طرح ہیں جو عقلاء کے حکم سے سرکشی کرتے ہیں۔ ہم نے اپنی عقل کو بالائے طاق رکھ کر ان سے جنگ و جدال کرنے کی کوشش کی اور ان سے دور دور رہے۔ لیکن ان نفوس مطمئنہ، قلوب ذکیہ اور ارواحِ طیبہ و طاہرہ نے اپنی شفقت اور رحمت بندگان خدا پر کبھی کم نہ ہونے دی۔ انہوں نے ہماری نادانی کے سبب کبھی اپنی دعوت میں کوتاہی نہ برتی اور کبھی بھی زور اور زر کے ذریعے مجبور کر کے یا لالچ دے کر نیکی اور سعادت کی طرف بلانے کی کوشش نہیں کی اور نہ کبھی ہم سے اپنی خدمت و محنت کا صلہ یا معاوضہ طلب کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط "مودت ذوی القربی" یعنی اقربا کی محبت کو اپنا اجر قرار دیا تھا۔ شاید یہی محبت اور مودت دوسرے عالم میں ہمیں سب سے زیادہ نورانی صورت سے نوازنے کا باعث بنے۔ وہ اجر بھی ہمارے ہی نفع کے لئے ہے اور ہمیں

ہی سعادت اور رحمت تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ اگر ہم رسالت کا اجر بھی ادا کریں تو ہمارا ہی نفع ہے۔ یہ ادائے اُجرت بھی ہمارے ہی فائدے کے لئے ہے ان ہستیوں کے لئے ہم نے کیا کیا تھا۔ ہمارے اخلاق و ارادت سے ان کو کون سا فائدہ پہنچا۔؟ مسئلہ کا جواب دینے والے ایک عام فقیہ سے لیکر نبی اکرمؐ اور ان کے بھی اوپر ذاتِ مقدس خدائے عزّ و جل تک ہر ایک اپنے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھاتا رہا۔ یہ خود اتنا بڑا احسان ہے جس کا بدلہ ہم اس عالم میں نہیں دے سکتے۔ یہ عالم اور اس کی دولتیں اس قابل نہیں کہ ان میں سے کسی کے احسان کا شکریہ ادا کرنے کے کام آئیں: فللّٰہ ولرسولہ ولاولیائہ المنّۃ۔

اس کا، اس کے رسولؐ کا اور اس کے اولیاء کا ہم پر بہت بھاری قرض ہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّا تَمُنُّوا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰیکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

نهضت ترجمه
Translation Movement
IPS

کہہ دو (اے محمدؐ) کہ اپنے اسلام لانے کو مجھ پر احسان نہ سمجھو، بلکہ حق تو یہ ہے کہ خدا نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمہیں ایمان کی طرف ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔ بیشک اللہ زمین اور آسمانوں کی چھپی ہوئی باتوں کا علم رکھتا ہے۔ اور اللہ وہ سب دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (۴۹ : ۱۷-۱۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رسول یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کو قبول کر کے انہوں نے تم پر احسان کیا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ تم اس کو مجھ پر احسان مت سمجھو بلکہ اس کے برعکس یہ خدا کا احسان ہے تم پر کہ اس نے تم کو ہدایت کی ایمان کی طرف

(جس کا کہ تم دعویٰ کرتے ہو۔) اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ بے شک خدا زمین کی اور آسمانوں کی چھپی ہوئی چیزوں کا رازداں ہے اور خدا وہ سب کچھ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اس لئے اگر ہم خدا پر اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہیں، تو ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ اس ایمان کے لئے بھی ہم خداوند بصیر عالم غیب ہی کے احسان مند ہیں جو ہمارے اعمال، ایمان اور ہمارے اسلام پر ایمان لانے کی کیفیت سے باخبر ہے۔ ہم بیچارے انسان حقیقت سے اس قدر بے خبر ہیں کہ ہم جب کسی فقیہ سے کوئی چیز سیکھتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے سوال پوچھ کر اس پر احسان کیا ہے۔ اگر کسی عالم کے پیچھے جماعت کی نماز پڑھتے ہیں تو اس کو بھی اس پر اپنا احسان سمجھتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا ہم پر احسان ہوتا ہے۔ اس بات سے ہم نہ صرف لاعلم ہیں بلکہ ہماری بد ذہنیت ہمارے اعمال کی تاثیر کو الٹا کر دیتی ہے۔ ہمیں سجّین میں گھسیٹ کر لیجاتی ہے اور ہمارے تمام اعمال کو غارت کر دیتی ہے۔

ریاء کا دوسرا مقام: عمل میں ریاء:

اگر چہ اس مقام پر ریاء کی شدت پہلے مقام کی اتنی نہیں ہوتی لیکن یہاں ایک تنبیہ ضروری ہے کہ یہ خطرہ ضرور ہے کہ ریاء کار اس مقام پر یعنی عمل میں اس طرح کی نمائش کا مرتکب ہو کہ اس کے نتیجے کے طور پر اس کے عقیدے پر بھی ریاء کا غلبہ ہو جائے اور اسکی ریاء پہلے (مذکورہ بالا) مقام کی سی کیفیت و شدت اختیار کرلے۔ ہم نے پہلی حدیث کی شرح میں یہ کہا تھا کہ عالم ملکوت میں انسان کو جو شکلیں نصیب ہو سکتی ہیں ممکن ہے کہ ان میں غیر انسانی صورتیں بھی ہوں۔ اور یہ کہ وہ صورتیں ملکوتِ نفس اور اس کے

ملکات کی تابع ہوں۔ اگر تم اچھے انسانی ملکات (ملکاتِ فاضلہ انسانیہ) کے حامل ہو تو ان ملکات کی بناء پر تمہاری صورت انسانی ہوگی اور تم اسی صورت سے محشور ہو گے بشرطیکہ تم نے ان ملکات سے کام لینے میں اعتدال کی حد سے تجاوز نہ کیا ہو۔ تمہارے ملکات، ملکاتِ فاضلہ صرف اس وقت کہلائیں گے جب نفس امارہ نے ان میں کسی طرح کا تصرف نہ کیا ہو اور ان کے تشکیل پانے میں نفسیات کا ذرا شائبہ بھی نہ رہا ہو۔ ہمارے استاد شیخ دام ظلہ، آیت اللہ شاہ آبادی فرماتے تھے کہ ریاضتِ باطل اور صحیح ریاضتِ شرعی کے درمیان حدِ فاصل یہ ہے کہ ریاضت میں کس حد تک نفس کا دخل ہے اور کس حد تک حق کا۔ اگر سالک نفس کی پیروی کرے اور اس کا مقصود قوائے نفس کو مضبوط بنانے اور اس کی سلطنت اور قدرت کے دائرے کو وسیع کرنا ہو تو اس کی ریاضت باطل ہے۔ اور اس کا سلوک عاقبت میں اس کے نقصان کا باعث ہو گا۔ کھوکھلے اور جھوٹے دعوے خصوصاً ایسے ہی اشخاص کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ اور اگر سالک حق کے راستے میں قدم آگے بڑھاتا ہے اور اس کا مقصود خدا کی جستجو ہے تو اس کی ریاضت حق پر اور شرع کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دستگیری کرے گا جیسا کہ ذیل کی آیت کی نص سے ظاہر ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

وہ لوگ جو ہمارے لئے جدوجہد کرتے ہیں بے شک ہم اپنی راہ پر ان کی ہدایت کرتے ہیں (سورۃ عنکبوت آیۃ ۶۹) اسی لیے اس انسان کو سعادت نصیب ہوتی ہے، اُس کی نفس پرستی یا خود کوشی دور ہو جاتی ہے۔ اور خود نمائشی اس کے قریب نہیں آنے پاتی۔ یہاں اس بات کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر اخلاقِ حسنہ اور اچھی عادات کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح سے لوگوں کی نظروں کا مرکز بنا جائے اور لوگ ان خوبیوں کا ذکر ایک دوسرے سے

کریں تو یہ سمجھ لو کہ وہ نفس کی تشفی کے لیۓ ہیں اور وہ شخص جو اس نیت سے عمل کرتا ہے ایک خود پرست، خود بین اور خود خواہ انسان ہے۔ خود بینی اور خدا بینی دو بالکل جُدا چیزیں ہیں۔ اور خود بینی کے ساتھ خدا بینی ایک کارِ محال اور خیالِ خام ہے، جو باطل بھی ہے جب تمہارے وجود کی مملکت حُبِّ نفس اور حُبِّ جاہ و جلال خدا کے بندوں پر حکومت اور اُن کے درمیان شہرت کی تمنا وغیرہ سے اٹی ہوئی ہو، تمہارے ملکات کسی طرح ملکاتِ فاضلہ میں شمار نہیں کیئے جا سکتے۔ تمہارے اخلاق، اخلاقِ الٰہیہ نہیں سمجھے جا سکتے۔ اس لیے کہ تمہارے وجود کی مملکت کا کارکن شیطان ہے اور تمہارے باطن کی دنیا صحیح معنی میں انسانی دنیا نہیں ہے۔ جب تم عالمِ برزخ میں باطن کی آنکھیں کھول کر خود کو دیکھو گے تو اپنے آپ کو ایک ایسی غیر انسانی شکل میں پاؤ گے جو شیطانوں میں سے کسی کی ہوگی۔ صحیح توحید اور خدائی آسمانی علوم کا کوئی بھی اثر اس دل پر نہیں ہو سکتا جو شیطان کی پناہ گاہ رہا ہو۔ جب تک تمہارا دل اور تمہاری اندرونی دنیا پوری طرح انسانی نہ بنے تمہارا قلب ہر طرح کی گمراہی اور کج روی و خود خواہی کی لعنتوں سے پاک نہ ہوگا۔ تمہارے وجود کی مملکت کا خدائی مملکت میں تبدیل ہونا محال ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے:

لا یسعنی ارضی ولا سمائی بل یسعنی قلب عبدی المؤمن

زمین اور آسمانوں میں کوئی چیز جمالِ محبوب کی ایسی روشن نشانی نہیں ہے جیسا کہ قلبِ مومن ہے۔

قلبِ مؤمن میں حق کارفرما ہوتا ہے نہ کہ نفس۔ مومن کا دل خود سر نہیں ہوتا۔ مومن کا دل کبھی اِدھر اُدھر نہیں جُھکتا۔

قلب المؤمن بین اصبعی الرّحمٰن یقلّبہ کیف یشاء۔

مؤمن کا دل خدائے تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان رہتا ہے وہ اس کو جیسا چاہے

نا سکتا ہے۔ دستِ خدا مومن کی مملکتِ قلب میں کارفرما رہتا ہے۔اس کے دل کی کیفیت اور وضع قطع سب خود حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

اے بے بس انسان! تو جو اپنے نفس کی پرستش کرتا رہا اور تیرے دل کی مملکت میں شیطان اور جہل کا تسلط رہا، تو نے خود خدا کے ہاتھ کو اپنے دل سے دور کیا۔ تیرا ایمان اس طرح کا ہونا چاہیئے تھا کہ اس کے اثر سے خدائے تعالیٰ کی تجلّی تیرے دل کو نصیب ہوتی اور وہ حق کی مملکت بن جاتا۔ پس تو یہ جان لے کہ جس وقت تک تو اس حال میں باقی رہتا ہے کہ خود نمائی کی ذلیل خصلت سے آزادی نہیں ملتی تو خدا کی نظر میں کافر ہے اور تیرا شمار منافقین کے زمرے میں ہی کیا جائے گا، چاہے تو خود اپنے آپ کو مسلم اور مومنِ خدا سمجھتا رہے۔

وجودِ انسانی ناموسِ الٰہی ہے:

فصل دوم:-

اے عزیز دوست بیدار ہو اور اپنے کانوں سے فراموشی کا پھایا نکال پھینک اور خواب غفلت کو اپنی آنکھوں پر حرام کر لے۔ یہ جان لے کہ خدائے تعالیٰ نے تجھ کو اپنی ذاتِ مقدس کے لئے خلق کیا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہوا ہے:

یا بنی آدم خلقت الاشیاء لاجلك و خلقتك لاجلی۔

"اے اولاد آدم! ہم نے سب چیزوں کو تمہارے لئے خلق کیا ہے اور تم کو خود اپنے لئے۔"

خدائے برتر و عظیم نے تیرے دل کو اپنی منزل اور اپنی قیام گاہ بنایا ہے۔ تو اور تیرا دل

نوامیسِ خدا کی نشانیوں میں سے ہے۔ حق تعالیٰ غیور ہے۔ ناموسِ الٰہی کا پردہ چاک کرنے کی کوشش نہ کر۔ یہ گناہ ہے، دست درازی ہے اور اُسے روا مت سمجھ۔ غیرتِ خدائی سے ڈر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے اس عالم میں اس طرح سے رسوا کرے کہ اصلاح کی تمام کوششیں ضائع جائیں اور اُن کا کوئی پھل نہ ملے۔ تو نے اپنی باطن کی دنیا میں ملائکہ اور انبیائے عظام کے سامنے ناموسِ الٰہی کو صدمہ پہنچایا۔ اخلاقِ فاضلہ جو خدا کے مقرب بندوں کو اس سے نزدیک کرتے ہیں اور انہیں حق کی شباہت عطا کرنے کا وسیلہ بنتے ہیں۔ تو نے ان کو دوسروں کے سپرد کر دیا۔ اپنے دل کو خدا کے دشمنوں کے حوالے کیا اور اپنے باطن کی دنیا میں شرک کو جگہ دی۔ اس بات سے خوف کھا کہ حق تعالیٰ نہ صرف دوسری دنیا میں تیری تذلیل کر سکتا ہے اور انبیائے عظام اور ملائکہ مقربین کے سامنے تجھے رسوا کر سکتا ہے بلکہ اس دنیا میں بھی تجھے بے عزت کر سکتا ہے اور ایسی ذلت میں گرفتار کر سکتا ہے جس کی تلافی کی کوئی صورت نہ ہوگی حق تعالیٰ "ستّار" یعنی عیبوں کا چھپانے والا ہے، لیکن وہ غیور بھی ہے۔ وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا (ارحم الرّحمین) لیکن سخت ترین سزا دینے والا (اشدّ المعاقبین) بھی ہے۔ وہ عیبوں کو اس وقت تک ڈھانکتا ہے جب تک کہ وہ حد سے گزر نہ جائیں۔ ممکن ہے کہ تیری اس حرکت سے اسکی غیرت اس کی ستاری پر غالب آجائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں اوپر ذکر ہوا ہے اس لئے اب بھی اپنی قدر پہچان لے، خدا سے رجوع کر اور خدا کی طرف پلٹ آ۔

خدائے تعالیٰ رحیم ہے اس کی رحمت بندوں پر مہربانی کرنے کے لئے کسی بہانے کی تلاش میں رہتی ہے۔ اگر تو خدا سے معافی کا طلب گار ہو تو وہ تیرے پچھلے تمام عیبوں کو ڈھانپ دے گا۔ اور ان کو لوگوں پر عیاں نہ ہونے دے گا۔ وہ تجھے صاحبِ فضیلت بنائے گا اور تجھ میں اخلاقی خوبیاں پیدا کرے گا۔ وہ تجھے اپنی صفات کا آئینہ دار بنائے گا۔ اور تیرے ارادے کو دوسرے عالم میں بھی کارفرما قرار دے گا۔ جس طرح کہ خود اس کا ارادہ تمام عوالم میں

نہضت ترجمہ Translation Movement INS

کارفرما ہے۔ ایک حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ جب اہل بہشت جنت میں پہنچیں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس ایک پیغام پہنچے گا جس کا مضمون اس طرح سے ہوگا "اس زندہ اور پائندہ کی طرف سے جس کے لئے موت نہیں ہے، زندہ و پائندہ کے نام جسے موت نہیں چھو سکتی! ہم جس چیز کے لئے چاہتے ہیں کہ وجود میں آجائے اسے حکم دیتے ہیں کہ ہو جا اور وہ معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ آج کے دن سے تیرے لئے یہ قرار پایا ہے کہ جس چیز کے لئے تو چاہے گا کہ ہو جائے، تو حکم دے گا اور وہ ویسی ہی ہو جائے گی۔

تو اس قدر خود خواہ نہ بن اپنے ارادہ کو ارادۂ حق کا تابعدار بنا لے تو وہ ذاتِ مقدس بھی تجھے اپنے ارادے کا مظہر بنائے گی۔ تجھے اپنے امور میں شریک کرے گی اور آخرت میں اپنی ایجاد و تخلیق کی مملکت کو تیرے اختیار میں دے دے گی۔ اور یہ وہ تفویض نہیں ہے جس کا بطلان ثابت ہے۔

اس لئے اے عزیز! اب یہ تجھ پر ہے کہ اس علم کے بعد تو خدا کا راستہ اختیار کرتا ہے یا دوسرا۔ خدا ہر چیز سے بے نیاز ہے، ہم سے، تم سے، تمام مخلوقات سے ہمارے تمہارے اور ساری موجودات کے اظہار اخلاص کی اُسے حاجت نہیں (وہ غنی عن العالمین ہے)۔

Translation Movement
.INS

عبادت میں ریاء:

تیسرا مقام: اس کی بھی کئی فصلیں ہیں۔

فصل ۱: اس مقام پر ریاء اور دوسرے مقامات کے مقابلے میں کہیں زیادہ

ہوتی ہے ۔ کیونکہ ہمارے ایسے لوگ ان دو مقامات تک نہیں پہنچتے ۔اسی لیے شیطان ہم تک اوپر بیان کئے ہوئے دونوں راستوں سے غلبہ حاصل نہیں کرتا زیادہ تر لوگ مناسک کے پابند ہوتے ہیں ۔اور ظاہری عبادات کے عادی ہوتے ہیں ۔اس لئے شیطان بھی زیادہ تر عبادات ہی کو ان تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے ۔نفس کی کرشمہ سازیاں بھی اسی مرحلہ پر زیادہ کام کرتی ہیں ۔ دوسرے الفاظ میں عوام کی بڑی تعداد جسمانی اور اسمانی جنّت کے حصول میں کوشاں ہوتی ہے ۔ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ نیک اعمال پر کاربند ہوکر اور برائیوں کو ترک کرکے آخرت میں اونچے مقامات حاصل کریں ۔شیطان بھی اسی راستے سے ان کو بہکانے کے لئے آتا ہے ۔ وہ ملعون ریاء اور ظاہرداری کی جڑوں کی خوب آبیاری کرتا ہے ۔تاکہ وہ پھولیں پھلیں اور اس صورت سے لوگوں کی نیکیاں اور اچھے کام گناہوں کے پھل لائیں ۔اسی طرح مناسک اور عبادات کی پابندی جہنم کے سب سے نچلے طبقوں تک پہنچنے کا وسیلہ بن جاتی ہے ۔ وہی چیزیں جن کے ذریعے وہ چاہتے تھے کہ اپنی عاقبت بنائیں ،انکی عاقبت بگاڑنے کا سبب بنتی ہیں ۔ وہی چیز جو کسی کے لئے علیین (جنّت کا سب سے اونچا طبقہ) میں پہنچنے کا سبب بنتی ،اسی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اُسے سجین (دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ) میں پہنچا دیتے ہیں ۔

اس لیے ضروری ہے کہ تمام لوگ جو اس زمرے میں شمار ہوتے ہیں اور جو سوائے اچھے اعمال کے اور کوئی زادِ راہ نہیں رکھتے پُوری طرح احتیاط کریں کہ خدانخواستہ کہیں یہ دولت بھی ان کے ہاتھ سے نہ چلی جائے ۔اور ان کو جہنم میں نہ بھیج دیا جائے ۔کہیں سعادت کا یہ راستہ بھی بند نہ ہو جائے ۔کہیں ایسا نہ ہو کہ جنت کے دروازے ان کے لئے بند ہو جائیں ،اور جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں ۔

ریاء کا کس طرح مقابلہ کیا جائے :

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ریاء کار خود نہیں سمجھتا کہ ریاء اس کے اعمال میں سرایت کر گئی ہے۔ اور اس کے اعمال ریائی اور بیکار ہو گئے ہیں۔ انسانی نفس اور شیطان کے فریبوں کا جال اس صورت سے غیر مرئی طور پہ پھیلا ہوا ہے اور انسانیت کا راستہ اتنا تاریک و تنگ ہے کہ جب تک انسان پوری احتیاط نہ برتے سمجھ نہیں سکتا کہ کیا ہو رہا ہے، اور کیا ہونے والا ہے۔ وہ اپنے تصور میں یہ سمجھتا ہے کہ وہ سب کام خدا کے لئے انجام دے رہا ہے جبکہ درحقیقت اس کے کام شیطان کے لئے ہوتے ہیں۔ انسان کی نظر پہ اس کی خود خواہی کا پردہ پڑا رہتا ہے، جو اس کے تمام عیبوں کو اس سے چھپائے رکھتا ہے۔ ان شاء اللہ اس مسئلہ پر کسی اور حدیث کے ضمن میں بحث کی جائے گی۔ خدائے تعالیٰ سے توفیق کا خواستگار ہوں۔

مذہبی علوم کے حصول کو ہی لے لو جو اہم ترین طاعتوں اور عبادتوں میں سے ہے۔ اس عظیم الشان عبادت کی تکمیل میں بھی ایک انسان پوری طرح ریاء کا شکار بن سکتا ہے اس طرح کہ وہ خود محسوس نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حُبِ نفس اور خود پرستی کا دبیز نقاب اس کی آنکھوں پر پڑ جاتا ہے۔ اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کس دن علماء، رؤسا، اور فضلاء کی محفل میں وہ ایک اہم مسئلہ کو کچھ اس ڈھنگ سے حل کرے کہ اب تک اس طرح کسی نے بھی نہیں کیا تھا۔ اور سب کی نظر میں اس مسئلہ کو سمجھنے اور حل کرنے میں وہ بالکل منفرد ہو۔ اب وہ یہ سوچتا ہے کہ جس خوبی سے وہ مسئلہ کو پیش کریگا اتنا ہی زیادہ اہل محفل کی توجہ کا مرکز بنے گا۔ وہ ہمیشہ اس خیال میں رہتا ہے کہ اپنے حریفوں پہ غلبہ حاصل کرے۔ وہ ایک طرح کے انداز خود نمائی اور علم فروشی کے ساتھ اس خیال

میں رہتا ہے کہ اگر اس محفل میں رؤساء میں سے کوئی اس کی تائید کر دے تو کیا کہنے! "نور علیٰ نور" ہے۔ وہ بیچارہ یہ بھول جاتا ہے کہ یہاں علماء اور فضلاء کی نظروں میں بلندی حاصل کی تو کیا فائدہ؟ وہ بیچارہ اس بات سے بے خبر ہے کہ وہ اس طرح بندگانِ خدا کی نظروں میں سرفراز ہو کر خدائے بزرگ و برتر اور پورے عالموں کے مالک کی نظروں میں گِر جائے گا، اور اس کا یہ عمل اس کو حق تعالیٰ کے حکم سے سجّین میں پہنچا دے گا۔ ریاء کے اس عمل میں کچھ اور گناہ بھی شریک ہو جاتے ہیں، جیسے اپنے برادرِ ایمانی کو رسوا و ذلیل اور خوار کرنے اور اذیت دینے کی خواہش۔ ایک مومن کی بے عزتی اور ایذا رسانی دو ایسے گناہ ہیں کہ ان میں سے صرف ایک ہی انسان کو جہنم میں بھیجنے کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد بھی تمہارا نفس اپنی فریب کاریوں کا سنہرا جال پھیلائے گا، اور تم سے یہ کہے گا "میرا مقصد حکم شرع سے لوگوں کو مطلع کرنے اور سچی بات کہنے کے سوا کچھ اور نہ تھا جو خدا کی اطاعتوں میں سے افضل ترین اطاعت ہے۔ میں اظہارِ فضیلت اور خود نمائی کے لئے یہ سب کچھ نہیں کر رہا تھا" تمہیں چاہیئے کہ اپنے آپ سے استفسار کرو اور سوچو کہ تم نے جو کچھ کیا وہی کوئی دوسرا تمہارے ساتھ کرتا اور تم اس محفل میں سب کے سامنے شکست کھاتے تو تم پر کیا گزرتی؟ اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ تم خندہ پیشانی سے شکست کو قبول کر لیتے تو تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ اگر اس کے بعد بھی تمہارا نفس تمہیں دھوکا دینے پہ کمربستہ ہے اور کہتا ہے کہ سچائی کا اظہار کرنے میں فضیلت اور ثواب ہے اور یہ کہ میں چاہتا ہوں فضیلت حاصل کروں اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک ثواب کا مستحق بنوں تو تمہیں اپنے نفس سے یہ کہنا چاہیئے کہ فرض کرو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں باوقار طریقے پر اپنی ہار ماننے پر فضیلت عطا کر دے تو کیا تم پھر بھی دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کے متمنّی رہو گے؟ اگر تم اپنے باطن میں یہ محسوس کرو کہ تمہارا نفس غلبہ حاصل کرنے

اور علماء کے درمیان شہرت پانے کی طرف مائل ہے اور چاہتا ہے کہ اس علمی بحث کے ذریعے جو افضل ترین عبادتوں اور اطاعتوں میں سے ہے۔ تم ان کے دلوں میں قدر و منزلت حاصل کرو تو یہ سمجھ لو کہ تم ریاء کار ہو اور تمہارا یہ عمل کافی شریف کی روایت کی رُو سے ایک سجّینی عمل ہے اور تم خدا کے نزدیک مشرک ہو۔ تمہارا یہ عمل حبِّ جاہ و شرف کا نتیجہ ہے۔ روایت کے مطابق تمہارا یہ عمل تمہارے ایمان کو اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے، جتنا دو بھیڑیے بھیڑوں کے اس گلے کو تباہ کر سکتے ہیں، جس کا کوئی نگرانی کرنے والا نہ ہو۔ تم جو اہلِ علم ہو اور امت کی اصلاح اور رہنمائی کرنے کے دعویدار ہو، رہنمائے آخرت اور امراضِ نفس کے طبیب ہو تم پر لازم ہے کہ پہلے خود اپنی اصلاح کرو، اپنے نفس کے مزاج کو بدلو، اس کا علاج کرو تاکہ تم عالم بے عمل نہ کہلاؤ، جس کا انجام سب جانتے ہیں۔

خداوندا! ہمارے دلوں کو شرک و نفاق کی کدورتوں سے پاک فرما اور ہمارے دل کے آئینے کو حبِّ دنیا کی کثافت سے جس کی جڑ دنیوی چیزیں ہیں، چھٹکارا دلا۔ ہماری ہمراہی کر اور ہم بے چارے نفسانی خواہشوں میں گرفتار حبِّ جاہ و شرف کے شکار انسانوں کی دستگیری کر۔ اس پُرخطر سفر میں اور اس تنگ و تاریک، پُرپیچ راہ میں تو ہی ہمیں توانائی بخش سکتا ہے۔

Translation Movement

نماز جماعت میں ریاء: نماز جماعت، اسلامی عبادتوں میں ایک بہت بڑی اور بافضیلت عبادت گنی جاتی ہے اور اس نماز کی امامت کی فضیلت بھی بہت ہے۔ اسی لئے شیطان بھی کچھ زیادہ ہی اس عبادت میں رخنہ انداز ہوتا ہے، اور کچھ زیادہ ہی امام جماعت کا دشمن ہوتا ہے۔ وہ اس فکر میں رہتا ہے کہ اس کو اس فضیلت کے ذریعے اپنے دام میں گرفتار کرلے اور اس کے عمل کو اخلاص کے جذبے سے خالی کر کے اس کو سجّین میں پہنچا دے اور اس کو مشرک بنا دے۔ لہٰذا وہ

امام جماعت میں سے بعض کے دلوں میں مختلف طریقوں سے داخل ہوتا ہے ۔ جیسے عُجب کے راستے سے (جس کا ذکر انشاء اللہ اس کے بعد کی حدیث میں آئے گا) یا ریا کے ذریعے وہ چاہتا ہے کہ اس عبادت کو لوگوں کی توجہ جلب کرنے اور ان کے دلوں میں قدر و منزلت حاصل کرنے کا وسیلہ بنائے تاکہ اس طرح لوگوں کے درمیان اس کی بڑائی اور عظمت کے چرچے ہوں ۔ مثال کے طور پر جب وہ دیکھتا ہے کہ کوئی مقدس شخص نماز جماعت میں شامل ہے تو اس کی توجہ ، اپنی طرف منعطف کرنے کے لئے اظہار خضوع و خشوع میں زیادتی کرتا ہے تاکہ اس حیلے سے اس شخص کو اپنی طرف متوجہ کر سکے ۔ مختلف محفلوں میں ان لوگوں کے سامنے جو اس نماز جماعت میں موجود نہیں تھے وہ بار بار اس مقدس شخصیت کا ذکر کرتا ہے ، مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ یہ جان لیں ، کہ بڑی شخصیتیں اس کے پیچھے نماز ادا کرتی ہیں ۔ اس مقدس شخصیت سے اپنی محبت اور خلوص کا اظہار وہ اس شدت سے کرتا ہے کہ اپنی تمام عمر میں خدا اور اس کے اولیاء کا ذکر بھی کبھی اس طرح نہ کیا ہو گا ۔ یہ لَے اور بڑھ جاتی ہے ، اگر وہ شخصیت بڑے تاجروں میں سے کسی کی ہو ۔ اور اگر خدا نخواستہ صاحبانِ اقتدار میں سے کوئی راستہ بھول کر جماعت کی صف میں شامل ہو جاتا ہے تو اس کے ذکر کی شدت حدِ بیان سے باہر ہوتی ہے ۔

Translation Movement

شیطان مختصر سی جماعت کے امام کو بھی نہیں بھولتا ۔ وہ اس کے قریب جا کر اس سے کہلواتا ہے کہ میں دنیوی چیزوں کو اتنا پیچھے چھوڑ چکا ہوں کہ میں نے غریب اور نادار لوگوں کے محلے کی چھوٹی سی مسجد کو اپنا ٹھکانا بنا لیا ہے ۔ یہ حالت بھی پہلے والے امام کی حالت سے بہتر نہیں ، بلکہ اس سے بھی بدتر ہے ۔ اس لئے کہ اس کے دل میں حسد کا عیب بھی در پردہ پروان چڑھتا ہے ۔ اس طرح وہ شخص جو دنیا سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکا ، آخرت کا سرمایہ بھی کھو بیٹھتا ہے ۔ اور دونوں جہان میں ذلیل ہوتا ہے ۔

شیطان ہمارے تمہارے ایسے لوگوں کو بھی نہیں چھوڑتا جو جماعت میں شرکت

سے بھی محروم ہیں۔ اور کم مائیگی کے احساس سے افسردہ رہتے ہیں۔ وہ ہمیں اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ ہم جماعتِ مسلمین کو شبہ کی نظر سے دیکھیں ان پر طنز کریں یا ان میں عیب تلاش کریں جماعت سے اپنی دوری کو دنیا سے بے تعلقی کا نام دیں اور اپنے آپ کو دنیا اور دنیوی چیزوں سے بے نیاز سمجھیں اور خود کو حبِ جاہ و نفس سے پاک و پاکیزہ قرار دیں ہماری حالت ان دونوں گروہوں سے بدتر ہے۔ اس لئے کہ ہم پہلے گروہ کی طرح نہ تو پوری دنیا حاصل کر سکے، اور نہ دوسرے گروہ کی طرح ادھوری دنیا ہی بنا سکے۔ اس کے ساتھ ہمیں آخرت بھی نہیں ملتی۔ جبکہ اگر ہمارا بس چلتا تو ہم دونوں گروہوں سے بڑھ کر جاہ طلب ہوتے اور ان سے زیادہ حبِّ شرف و مال کا شکار ہوتے۔

ریا کا گزر جماعت کی صفوں میں :

شیطان صرف امام جماعت کو ورغلانے اور اس کو واردِ جہنم کرنے پر اکتفا نہیں کرتا، وہ مؤمنین کی صفوں میں بھی دخل حاصل کرتا ہے۔ چونکہ پہلی صف کی فضیلت اور صفوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اور اس کے دائیں حصے کی فضیلت بائیں حصے سے بڑھ کر سمجھی جاتی ہے اس لئے شیطان بھی اس سمت کو اپنے حملے کا نشانہ بناتا ہے بیچارے نمازی کو کھینچ کر پہلی صف میں اور اس کے بھی دائیں حصّے میں لا کھڑا کرتا ہے وہ اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا دیتا ہے کہ لوگ اُسے اس صف میں دیکھ کر اس کی فضیلت محسوس کریں۔ وہ بیچارہ بغیر جانے بُوجھے کہ وہ کیا کر رہا ہے خاص انداز و ادا کا مظاہرہ کرتا ہے، جس سے اس کے فضل کا اظہار ہوتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے مخفی شرک کا اعلان کر کے اپنی عبادت کو سجّین میں بھیجے جانے کا وسیلہ بنالیتا ہے۔ اس کے بعد شیطان دوسری صفوں کا رُخ کرتا ہے۔ وہ لوگ اشارے کنائیے کے ذریعے صفِ اوّل میں

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

کھڑے ہونے والوں کا مذاق اڑاتے اور اُن پر فقرے کستے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خود ان کی کمزوریوں اور خرابیوں سے پاک ہیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک صاحب علم و فضل اور باعزت شخص شیطان کے اشارے پر آخری صف میں کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ اس طرح وہ لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ اگرچہ وہ اس جگہ پہ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کا سزاوار نہیں ہے لیکن یہ اس کی بڑائی ہے کہ وہ غریبوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ اس طرح وہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کے نزدیک ان دنیاوی فضیلتوں کی کوئی اہمیت نہیں اور کوئی نفسانی خواہش اس کے دل میں جگہ نہیں پا سکتی۔ اسی لیے وہ صف اول کے لوگوں سے ملاقات بھی نہیں کرتا۔

شیطان امام اور ماموم کو گمراہ کر کے ہی مطمئن نہیں ہوتا وہ کسی کی داڑھی سے چپک جاتا ہے اور اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنا گھر یا دُکان چھوڑ دے۔ وہ اس کو کھینچ کر کسی مسجد کے گوشے میں ایک مصلّے پر لے جا کر بِٹھا دیتا ہے۔ اب وہ کسی بھی امام کو عادل نہیں سمجھتا لوگوں کے سامنے طویل سجدے اور رکوع کے ساتھ ایک طویل نماز ادا کرتا ہے۔ وہ خود کو یہ باور کراتا ہے کہ میں اس قدر مقدّس اور محتاط ہوں کہ غیر عادل امام کے پیچھے جماعت میں شریک نہیں ہوتا۔ ایسا شخص نہ صرف ریا اور عُجب کا شکار ہے بلکہ شرع کے احکام سے بھی بے بہرہ ہے، کیونکہ اسے یہ خبر نہیں ہے کہ تقلید کی شرائط کیا ہیں۔ وہ صرف ظاہر کو دیکھتا ہے اور اقتدار کی صحت پر اصرار کرتا ہے لیکن اس کا یہ عمل دراصل اقتداء کی شرائط سے باخبری پر منحصر نہیں۔ وہ صرف اس طرح کے عمل سے لوگوں میں اپنے تقدّس کا اعلان کرنا چاہتا ہے تاکہ اس طریقے سے لوگوں کے دلوں میں قدر و منزلت حاصل کر لے۔

اسی طرح ہمارے اور دوسرے اعمال بھی شیطان کے زیرِ اثر انجام پاتے ہیں۔

Translation Movement

وہ ملعون جس دل میں بھی راستہ پاتا ہے اس کو اپنا گھر بنالیتا ہے۔ اور ہمارے ظاہری اور باطنی اعمال کو اس طرح خراب کرتا ہے کہ اعمالِ حسنہ ہمیں فائدہ پہنچانے کے بجائے جہنم کی طرف لے جاتے ہیں۔

اخلاص کی دعوت:

اے عزیز دوستو! اسی لئے کہتا ہوں کہ اپنے اعمال کے بارے میں احتیاط برتو اور اپنے آپ سے اپنے ہر عمل کا حساب کتاب لیتے رہو، کوئی بھی کام انجام دینے سے پہلے یہ دیکھ لیا کرو کہ وہ حقیقت میں خیر ہے اور یہ بھی کہ اسکا مقصد نیک و شریف ہے یا پسِ پردہ کوئی دوسرا محرک کارفرما ہے۔ وہ شخص جو نمازِ شب کے مسائل پوچھتا ہے آخر اس سوال سے اس کا کیا مقصد ہے؟ کیا وہ اصلیت میں اس مسئلہ کو نماز کی ادائیگی اور خدا کی خاطر سمجھنا چاہتا ہے یا چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو عابد شب زندہ دار کی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ کوئی شخص اپنے زیارتوں کے سفر کا ذکر کیوں لوگوں کے سامنے کرتا ہے؟ یہاں تک کہ وہ جتنی بار اس سفر پر گیا ہے اس کا شمار بھی کرنا ضروری سمجھتا ہے؟ کوئی شخص آخر کس لئے خیرات اور صدقات اس طرح دیتا ہے کہ لوگ بھی اس کی اس نیکی سے واقف ہوتے رہیں؟ جب کبھی موقع ملتا ہے وہ ضرور لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر یہ خدا کے لئے ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس کی تقلید کریں۔ اگر یہ عمل "الدال علی الخیر کفاعلہ" (خیر کا راستہ دکھانا خیر کے کرنے کے مترادف ہے) تو اس کا اظہار درست ہے۔ اس شخص کو چاہیے کہ خدا کا شکر ادا کرے کہ خالقِ حقیقی نے اسے صاف ضمیر اور پاک قلب عطا فرمایا ہے، لیکن اپنے نفس کا اچھی طرح محاسبہ کرلیا کرے کہ کہیں نفس دھوکا تو نہیں دے رہا ہے اور یہ شیطانی چال تو نہیں ہے کہ وہ ایک ریاکارانہ عمل کو مقدس صورت میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہو۔

اگر یہ اظہار و اعلان خدا کے لئے نہیں ہے تو ایسے عمل کو ترک کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ یہ "سمعہ" ہے۔ یعنی دوسروں تک اپنی نیکیوں کی خبر پہنچانا۔ یہ ریاء کے شجرِ ملعونہ ہی کا پھل ہے۔ اس عمل کو خدا تعالیٰ قبول کرنے والا نہیں۔ وہ اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کو سجّین میں ڈال دیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں کہ وہ ہمیں نفس کے شر سے محفوظ رکھے اس کے مکر بہت ہی چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کیوں ہمارے اعمال خالص نہیں رہے۔ اگر ہم خدا کے مخلص بندے ہیں تو پھر کیوں شیطان ہم پر اس حد تک حاوی ہوتا ہے جبکہ اس نے خود خدا کے سامنے یہ عہد کیا تھا کہ وہ "عباداللہ المخلصین" (خدا کے مخلص بندوں) سے کوئی کام نہ رکھے گا، اور اپنے ہاتھ ان کے مقدس وجود کی طرف نہ بڑھائے گا۔ بقول شیخ بزرگوار (دام ظلہٗ) شیطان درگاہ الٰہی کا کتا ہے جو بھی خدا کا آشنا ہے اس کو وہ کبھی نہیں چھیڑتا، اسی طرح جیسے کتا صاحب خانہ کے جاننے والوں کا کبھی پیچھا نہیں کرتا، لیکن جب بھی شیطان کسی انجانے آدمی کو دربار الٰہی میں داخل ہوتے دیکھتا ہے تو یہ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح اس کی وہاں تک پہنچ نہ ہو سکے۔ اس لیے تم جب یہ دیکھو کہ شیطان بار بار تمہارے کاموں میں رکاوٹ ڈال رہا ہے تو یہ سمجھ لو کہ تمہارے کام اخلاص کے مطابق نہیں بلکہ خلوص سے خالی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہیں اگر تم حقیقت میں مخلص ہو تو کیوں حکمت کے چشمے تمہارے دل سے نہیں پھوٹتے، اور زبان سے جاری نہیں ہوتے؟ تم اپنے خیال میں چالیس سال سے قربۃً الی اللہ کی نیت کرتے رہے جبکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھی چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ باوفا اور با خلوص رہتا ہے اس کے دل سے حکمت کے چشمے اُبل پڑتے ہیں۔ پس یہ جان لو کہ ہمارے اعمال خدا کے لئے نہیں ہیں اور خود ہمیں بھی اس چیز کی خبر نہیں ہے۔ اور یہی تمام خرابی کی جڑ ہے۔

افسوس ہے ان بیچارے عبادت گزاروں پر جو نمازِ جمعہ اور نمازِ جماعت کی پابندی

نہضت ترجمہ Translation Movement

کرتے رہے اور اپنے آپ کو علم و دیانت والوں کی جماعت میں شامل سمجھتے رہے۔ جس وقت وہ سلطانِ آخرت کے دربار میں آنکھیں کھولیں گے تو اپنے آپ کو نہ صرف گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والوں میں پائیں گے بلکہ ان کی حالت کفار اور مشرکین سے بھی بدتر ہو گی۔ اور وہ اپنے نامۂ اعمال کو ان کے نامۂ اعمال سے بھی زیادہ سیاہ پائیں گے۔

افسوس ہے اس انسان کے حال پر جس کی نمازیں اور طاعتیں اس کو جہنم کے شعلوں کی نذر کریں۔ افسوس ہے اس انسان کے حال پر جسکی خیرات اور زکواۃ ایسی شکل اختیار کرے کہ جس سے زیادہ کریہہ ترچیز انسانی تصور سے باہر ہو۔ تیرے حال پر افسوس ہے اے انسان! تو جو شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ گناہگار اور معصیت کار، خواہ ان کے گناہ کیسے ہی ہوں اگر وہ موحد ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف کر دے گا۔ لیکن وہ فرماتا ہے کہ اگر توبہ کئے بغیر دنیا سے گزر جائے تو مشرک کو کسی بھی حال میں معاف نہیں کریگا کیا تم نے احادیث شریفہ نہیں سنیں کہ ریاء کار بھی دراصل مشرک ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ریاستِ دینی اپنی امامت، اپنی تدریس، اپنا روزہ، اپنی نماز اور حتیٰ کہ اپنے اعمال صالحہ محض نمود و نمائش کے لئے انجام دیتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کے وسیلے سے قدر و منزلت حاصل کرے۔ یہی شرک ہے۔ اہل بیت صلوات اللہ علیہم کی روایات کے مطابق اور قرآن شریف کی آیات کے بموجب یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کو خدا معاف نہیں کرے گا۔ اس شرک کے ارتکاب سے تو بہتر تھا کہ تم گناہانِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہوتے، فاسق ہوتے، خدا کے مقررہ محرمات کی خلاف ورزی کرنے والوں میں سے ہوتے۔ لیکن خدا کی وحدانیت کے معتر ہوتے، موحّد ہوتے، مشرک نہ ہوتے۔

اے عزیز دوست! اب بھی فکر کر۔ اب بھی نجات کی راہ ڈھونڈ اور سمجھ لے کہ ناچیز انسانوں کے درمیان شہرت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وہ انسان جن کے دل اتنے تنگ، اتنے

چھوٹے ہیں کہ کسی چڑیا کی بھوک بھی دُور نہیں کر سکتے۔ ان میں کسی طرح کی قدرت نہیں۔ یہ کمزور اور ناتواں مخلوق کسی چیز پر بھی قادر نہیں۔ قدرت صرف ذاتِ مقدس ربوبیت کا حصّہ ہے وہی فاعلِ علی الاطلاق ہے۔ مسبّب الاسباب ہے۔ اگر دنیا کی تمام مخلوقات مل کر کوشش کریں تو ان کی سب کی مشترکہ مساعی سے ایک مچھر بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ساری قدرت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہی تمام موجودات میں مؤثر ہے۔ اپنی ساری زحمتیں اور ریاضتیں یکجا کر کے عقل کے قلم سے اپنے لوحِ دل پر یہ کلمہ کندہ کرلو۔ "لا مؤثر فی الوجود الّا اللّٰہ" (کوئی مؤثر نہیں ہے دارِ وجود میں سوائے اللہ کے)

ہر طرح کی کوشش کرو کہ توحیدِ افعالی، جو توحید کا پہلا قدم ہے۔ تمہارے دل میں اچھی طرح بیٹھ جائے۔ اپنے دل کو مومن و مسلم کا دل بناؤ۔ اپنے دل کو کلمۂ مبارکہ 'لا الٰہ الّا اللّٰہ' (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے) سے روشن کرلو کہ لوگ نہ تو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی نقصان۔ نفع اور ضرر صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ آنکھوں کو اس اندھے پن سے چھٹکارا دلاؤ تاکہ روزِ حشر جو رازوں کے افشا ہونے کا دن ہے۔ تمہیں یہ نہ کہنا پڑے کہ "ربّ لِمَ حشرتنی اعمٰی" (میرے خدا تو نے کیوں مجھے اندھا محشور کیا) (۲۰ : ۱۲۵) ارادۂ خدا سارے ارادوں پر فائق ہے۔ اگر تمہارے دل کو اس کلمۂ طیّبہ سے اطمینان حاصل ہوا، اور اس نے اس عقیدے کو تسلیم کر لیا ہے تو یہ سمجھ لو کہ تمہارا مقصد پورا ہوا اور شرک و ریاء اور کفر و نفاق کا اندھیرا تمہارے دل سے دُور ہوا۔ یہ عقیدہ عقل اور شرع کے مطابق بھی ہے اور اس میں جبر کا کوئی شائبہ بھی نہیں۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ جو اس کے اصولوں سے لا علم ہیں اور ان کے کان اس کے آہنگ سے ناآشنا ہیں۔ اس پر جبر کا گمان کریں، جبکہ اس کا جبر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ توحید ہے جبر شرک ہے۔ اور یہ کلمۂ ہدایت ہے۔ یہاں جبر و قدر کی بحث کی گنجائش نہیں، صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ

اس مسئلے کے جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ جو ابھی کہا گیا ہے بہت واضح ہے اور جو اس مسئلے کو نہیں جانتے ان کو اس میں بلا وجہ دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ ہمارے رسولؐ نے بھی اس بات سے منع فرمایا ہے۔ ہر حالت میں خدائے مہربان و عظیم سے ہر وقت اور خصوصاً تنہائی میں بصدِ عجز و نیاز دُعا کرو کہ وہ تمہیں ہدایت فرمائے۔ اور تمہارے دل کو توحید کی روشنی سے منّور کر دے۔ اس سے استدعا کرو کہ وہ تمہیں غیب کو دیکھنے والی اور وحدانیت سے آشنا آنکھیں عنایت فرمائے۔ تاکہ تم صرف ذاتِ واحد کی پرستش کرو۔ تمہیں دنیوی چیزوں کی پرواہ نہ رہے۔ اور تمام چیزیں تمہیں حقیر دکھائی دیں۔ عجز و عاجزی کے ساتھ اس ذاتِ مقدس سے استدعا کرو کہ وہ تمہارے اعمال کو خالص بنائے اور تمہیں سچائی اور انسان دوستی کی راہ پر ہدایت فرمائے۔ اگر تم نے اس منزل کو پا لیا ہے تو پھر خدا کے اس کمزور اور ناتوان بندے کے لئے دُعا کرو کہ جس نے کبھی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اور اپنی ساری زندگی ہوس پرستی میں گنوا دی۔ جس کا دل گناہوں کی کدورت سے امراضِ قلبی سے اس طرح سخت ہو گیا ہے کہ کوئی نصیحت، کوئی قرآنی آیت، کوئی روایت اور حدیث، کوئی برہان اور دلیل اس پر اثر نہیں کرتی۔ شاید تمہاری دُعا سے اس کے لئے نجات کا راستہ کھل جائے۔ کیونکہ خدا کبھی کسی مومن کو اپنی درگاہ سے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ وہ اس کی دُعا قبول کرتا ہے۔ اگر ان تمام باتوں کو تم اچھی طرح جانتے ہو اور یہ تمہارے لئے کوئی نئی چیز نہیں تو بہتر ہے کہ ان پر توجہ کرو۔ اپنے اعمال، اخلاق، حرکات و سکنات کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہو۔ جو باتیں تمہارے دل میں ہیں ان کی اچھی طرح چھان بین کرو۔ اور اپنے نفس سے اسی طرح سختی کے ساتھ حساب طلب کرو جیسا کہ ایک شریکِ کاروبار سے طلب کیا جاتا ہے۔ جس عمل میں بھی ریاء یا دھوکا کا شائبہ پاؤ اس کو ترک کر دو چاہے وہ کتنا ہی عملِ خیر کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر تم دیکھو کہ واجبات کو کھلے عام تم خالص طریقے سے نہیں بجالا سکتے تو ان کو لوگوں سے دور تنہائی

Translation Movement

میں ادا کرو۔ حالانکہ کھل کر سب کے سامنے ادا کرنا مستحب ہے۔ واجبات کے انجام دینے میں ریاء کم ہی دیکھی گئی ہے۔ ریاء زیادہ تر مستحبات اور زوائد کے ادا کرنے میں دیکھی جاتی ہے بہر حال پوری سنجیدگی سے اور مجاہدہ کے ذریعے اپنے دل کو شرک کے مَیل سے پاک کرو۔ خدانخواستہ اگر کہیں تم اسی حالت میں دنیا سے گزر گئے کہ تمہارے اعمال درست نہیں تو یہ سمجھ لو کہ تمہاری نجات کی کوئی امید نہیں ہے۔ خدائے تبارک وتعالیٰ تم پر غضب ناک ہوگا جیسا کہ اس حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے جسے "وسائل الشیعہ" میں امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچنے والی اسناد کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

اِنَّہُ قال: قال رسول اللّٰہ (ص) من تزیّن للنّاس بما یحب اللّٰہ و بارز اللّٰہ فی السر بما یکرہ اللّٰہ لقی اللّٰہ وھو علیہ غضبان۔

(وسائل الشّیعہ)

فرمایا امیر المؤمنین (ع) نے کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا کہ جو شخص ایسے کام کو جسے اللہ پسند کرتا ہے، لوگوں میں نمائش کرنے کی غرض سے انجام دے اور درپردہ ایسی خصوصیات کو اپنائے جنہیں خدا ناپسند کرتا ہے تو اس کو خدا کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا (قیامت کے دن)"

اس حدیث شریف کی دو ممکنہ تشریحات ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ اس شخص سے متعلق ہے جو اپنے اعمال صالحہ کی لوگوں میں نمائش کرتا ہے جبکہ وہ لوگوں سے چھپ کر اعمال قبیحہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ شخص جو اپنے نیک اعمال لوگوں کو دکھانے کے لئے انجام دیتا ہے جبکہ اس کا دل انہیں ریاء کی نیّت سے انجام دیتا ہے۔ ہر صورت میں ریاء ضرور شاملِ حال ہے۔ کیونکہ واجبات کا بغیر ریاء کی نیّت کے ادا کرنا غضبِ الٰہی کا مورد نہیں بن سکتا۔ اس لئے دوسری تشریح زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اعمال قبیحہ کا کھلم کھلا انجام دینا زیادہ بُری چیز ہے۔ خدا نہ کرے کہ مالک الملوک اور ارحم الرّحمین کسی انسان پر غضبناک ہو۔ اعوذ باللّٰہ

تحریک ترجمہ
Translation Movement

مِن غَضَبِ الْحَلِیْمِ۔

حضرتِ علیؑ کی ایک حدیث :

اس مقام کا خاتمہ ہم کافی شریف میں مولائے متقیان امیر مؤمنان علی علیہ السلام سے روایت کی ہوئی حدیث سے کریں گے ۔شیخ صدوق رضوان اللہ علیہ نے اس طرح کی ایک حدیث امام جعفر صادق (ع) سے بھی روایت کی ہے یہ ان وصیتوں میں سے ایک ہے جو رسول اکرم (ص) نے امیر المؤمنین (ع) کے لئے کی تھی۔

عن ابی عبد اللہؑ قال، قال امیر المؤمنین (ع) ثلث علامات للمرائی ینشط اذا رأی النّاس ویکسل اذا کان وحدہٗ ویحب ان یحمد فی جمیع امورہ ؛

(اصول کافی ۔ ج ۲ ۔ ص ۲۹۵ ۔ چاپ آخوندی)

فرمایا امام صادق (ع) نے کہ امیر المؤمنین (ع) نے فرمایا کہ ریاء کار کی تین علامتیں ہیں (۱) خوشی اور فرحت ظاہر کرتا ہے جب لوگ اُسے دیکھتے ہیں ۔(۲) جب تنہا ہو تو خاموش اور کسلمند رہتا ہے (۳) اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرے اس کی تعریف کیجائے

نهضت ترجمه Translation Movement

چونکہ یہ اخلاقی برائی اس قدر چھپی ہوئی ہوتی ہے کہ خود انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ اس کا باطن ریاء کار ہے اور وہ یہ سمجھتا رہتا ہے کہ اس کے اعمال خالص ہیں ۔اسی لئے ان علامات کا ذکر کیا گیا ہے کہ انسان کم از کم ان ہی کے ذریعے اپنی اندرونی حالت سے باخبر رہے اور اس برائی کو دُور کرنے کی کوئی تدبیر کرے ۔انسان خود اپنے نفس کا مشاہدہ کرے اور دیکھے کہ کیا وہ جس وقت تنہا ہوتا ہے عبادت کی طرف مائل نہیں ہوتا ؟ اور اگر بمشکل وہ اپنے آپ پر جبر کرکے عبادت کرے بھی تو وہ اسے سرسری طور پر ادا کرتا ہے اور ان'

شرائطِ پاکیزگی کا خیال نہیں رکھتا جو ضروری ہیں۔ لیکن اس وقت جبکہ وہ مساجد میں دیگر لوگوں کے مجمع میں ہوتا ہے تو وہ کس قدر دلچسپی، خوشی اور دلدہی سے عبادت کرتا ہے اور اس چیز کی طرف مائل ہوتا ہے کہ طویل رکوع اور سجود انجام دے۔ وہ کس قدر مستحبات کا لحاظ رکھتا ہے اور ان کی چھوٹی چھوٹی شرطوں کو بھی پُورا کرتا ہے۔ اگر انسان اس چیز کی طرف ذراسی بھی توجہ کرے اور اپنے نفس سے سوال کرے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ عبادات کا مقدّس جال بچھا کر اپنے آپ کو لوگوں کی توجہ کا مرکز بنانا چاہتا ہے؟ ممکن ہے کہ وہ اپنے آپ کو مختلف طریقوں سے اطمینان دلانے کی کوشش کرے کہ ایسا نہیں ہے مثلاً یہ کہہ کر کہ مسجد میں عبادت کرنے کا ثواب زیادہ ہے یا یہ کہ خود جماعت کا ماحول اس طرح کا ہوتا ہے کہ دل کو یک گونہ خوشی محسُوس ہوتی ہے۔ اگر مسجد اور جماعت کا ذکر نہ ہو تو یہ کہہ کر کہ لوگوں کے سامنے کسی عمل کو اچھے طریقے سے انجام دینا مستحب ہے تاکہ اور لوگ بھی اس چیز کی پیروی کریں، اس پر عمل کریں۔ اور ان کے دل میں مذہب سے رغبت پیدا ہو۔ انسان ہر ممکن طریقے سے نئے نئے بہانے تلاش کرتا ہے اور اس بُرائی کو دُور کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ جب مریض اپنے آپ کو مریض نہ سمجھے تو اس کی شفا کی ساری اُمیدیں بے کار ہیں۔ افسوس ہے اس بدبخت کے حال پر جو اپنے باطن میں عبادت گزاری کی نمائش کا میلان رکھے اور اپنے اس میلان سے نہ صرف یہ کہ خود غافل رہے بلکہ ایک گناہ کو عبادت سمجھ کر اس کا اظہار کرے اور اس کے ساتھ اپنی خود نمائی کو مذہب کی ترویج کا نام دے۔ حالانکہ مستحبات کا خلوت میں انجام دینا زیادہ صحیح ہے۔ ایسے شخص کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ اس چیز کے بارے میں کچھ نہیں سوچتا کہ کیوں اس کا نفس لوگوں کے سامنے انجامِ عبادت سے خوش ہوتا ہے؟ کیوں لوگوں کی موجودگی میں ہی خوفِ خدا سے اس پر گریہ طاری ہوتا ہے جبکہ خلوت میں چاہے وہ کتنی ہی کوشش کرے اس کی آنکھیں نم نہیں ہوتیں؟ خوفِ خدا کہاں گیا!

نهضت ترجمه
Translation Movement
TMS

خوفِ خدا کیا صرف لوگوں کی موجودگی میں محسوس ہوتا ہے ؟ شب ہائے قدر میں تم ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں آہ و نالہ کرتے ہو اور اس قدر سوز و گداز کا اظہار کرتے ہو، سو رکعت نمازیں اور دعائے جوشن کبیر و صغیر اور قرآن شریف کے کئی پارے پڑھتے ہو لیکن تمہاری تیوری پر بل نہیں آتا، تھکن کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر کسی انسان کے کام صرف رضائے خدا کے لئے اور اس کی رحمت کے سائے میں پناہ پانے کے لئے ہیں یا جہنم کے ڈر اور جنّت کے شوق میں ہیں تو پھر وہ یہ کیوں چاہتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے، لوگ اس کی تعریف کریں ؟ کیوں اس کے کان لوگوں کی باتوں کی طرف اور اس کا دل ان کی زبان سے تعریف سننے کے لئے متوجہ رہتا ہے۔ کیوں وہ اس بات کے لئے بے تاب رہتا ہے کہ کوئی یہ کہہ دے کہ یہ صاحب کتنے نیک ہیں ہمیشہ اوّل وقت نماز پڑھتے ہیں اور مستحبات کے بارے میں اتنی زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ حاجی صاحب کتنے اچھے آدمی ہیں۔ اگر ان تمام عبادات سے خدا کی خوشنودی مقصود ہے تو پھر عوام میں مقبولیّت کی خواہش کیوں ؟ اگر جنّت کی خواہش اور جہنم کے خوف نے تمہیں ان عبادتوں پر اُکسایا تو لوگوں کی تعریف سننے کا شوق کیا معنے رکھتا ہے ؟ اس بات کو سمجھ لو کہ یہ سب ریاء کے شجرِ خبیثہ کی پیداوار ہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرو۔ اور اپنے آپ کو اس طرح کے عیبوں سے پاک کرو۔

Translation Movement
.INS

مراتبِ صفات اشخاص کے درجوں سے متعیّن ہوتے ہیں

یہاں پر میں اس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ صفاتِ نفسانیہ خواہ وہ نیک ملکات ہوں یا بد، ان کے کئی درجے اور مراتب ہیں۔ جو کوئی بھی ملکاتِ حسنہ کو اپنائے اور برائیوں سے دامن بچائے اس کا شمار عرفاء اور اولیائے خدا میں کیا جاتا ہے۔ نچلے درجے کے لوگوں

کے لیے ان کے روحانی مقام کے اعتبار سے وہ چیزیں نقص نہیں جو اونچے مرتبے کے لوگوں کے لیے نقص سمجھی جائیں گی ۔ بلکہ ایک طرح سے ان کے لیے وہی نقائص کمال بھی ثابت ہو سکتے ہیں ۔ اسی طرح نچلے درجے کے لوگوں کے لیے جو چیزیں حسنات کا درجہ رکھتی ہوں گی پہلی قسم کے لوگوں کے لیے وہی چیزیں سیئات (گناہ) مانی جائیں گی ۔ ان ہی میں ریاء بھی شامل ہے جو ہماری گفتگو کا موضوع ہے ۔ اخلاص جو ریا کی تمام صورتوں سے آزاد ہونے والوں کے لیے سب سے اونچا درجہ ہے صرف اولیائے خدا کا خاصہ ہے ۔ عام انسان اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے ۔ عام لوگ اپنے روحانی مقام کے لحاظ سے اعلیٰ سیڑھی تک ہی پہنچ جائیں تو ان کے ایمان یا اخلاص کے لیے اتنا ہی کافی ہے ۔ عوام اپنی فطرت کے مطابق قدرتی طور پر اس چیز کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ ان کی اچھائیاں لوگوں پر ظاہر ہوں ۔ اگرچہ وہ نیک کام محض اس نیت سے انجام نہ دیتے ہوں، پھر بھی ان کا نفس فطرتاً اس چیز کو پسند کرتا ہے ۔ یہ رُجحان ان کے نیک عمل کو باطل نہیں کرتا اور نہ ان کو شرک، نفاق اور کفر کا مرتکب قرار دیتا ہے ۔ حالانکہ اولیاء اللہ اور عرفاء کے لیے یہی چیز نقص سمجھی جائے گی ۔ اور وہ اس کی وجہ سے گناہ شرک و نفاق کے مرتکب قرار دیے جائیں گے ۔ کیونکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ اس راہ میں آگے بڑھنے کے لیے سب سے پہلے شرک و نفاق سے اپنے آپ کو پوری طرح پاک کرلیں ۔ ان کے لیے اخلاصِ مطلق حاصل کرنا ضروری ہے تب ہی وہ اونچے درجوں پر پہنچ سکتے ہیں ۔ ہمارے آئمہ علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ ان کی عبادت عبادتِ احرار تھی، جس میں صرف حُبِّ خدا کا جذبہ کارفرما تھا ۔ وہ، نہ بہشت کی طمع میں تھی نہ جہنم کے خوف سے ۔ اور وہ اس درجے کو ولایت کا سب سے معمولی مقام یا پہلا درجہ قرار دیتے ہیں ۔ ان کے لیے عبادت ایک جذب کی کیفیت تھی، جسے ہم اور تم نہیں سمجھ سکتے ۔ ذیل میں رسول اللہ (ص) اور امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے

منقول کئی حدیثیں ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور حدیث ہے جو زرارہ نے حضرت ابی جعفرؑ سے روایت کی ہے:

محمد بن یعقوب باسنادہ عن ابی جعفر قال سئلته عن الرّجل یعمل الشیی من الخیر فیراہ انسان فیسرہ ذالک قال لا بأس ما من احد الّا و هو یحب ان یظهر له فی النّاس الخیر اذا لم یکن صنع ذالک لذالک۔ (اصول کافی۔ ج ۲۔ ص ۲۹۷۔ چاپ آخوندی)

زرارہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت باقر صلوات اللہ علیہ سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا جو نیک اعمال انجام دیتے ہیں، تو اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں پر اس کی اچھائیاں ظاہر ہوں۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ ان کو محض اسی مقصد سے انجام نہ دے کہ لوگ اُسے دیکھیں۔

پہلے درج دو حدیثوں میں سے ایک میں تعریف کی خواہش کو ریاء کی علامت ٹھیرایا گیا ہے اور دوسری حدیث میں نیک کاموں کے ظاہر ہونے سے حاصل ہونیوالی خوشی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ دو طرح کے موقف دراصل صرف اشخاص کے مراتب میں تفاوت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اختیار نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ان کے کچھ اور اسباب بھی ہیں، جنکا یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔

"سمعہ" کیا ہے؟

آخر میں "سمعہ" کی اصطلاح کی تعریف و تشریح ضروری ہے "سمعہ" کے معنی ہیں اپنی اچھی خصوصیات کو لوگوں کے کانوں تک اس لیئے پہنچانا کہ ان کے دلوں میں جگہ ملے اور ان کو شہرت حاصل ہو۔ یہ خصلت ریاء کے شجر خبیثہ سے تعلق رکھتی ہے اسی لیئے ہم نے ریاء کے ضمن میں اس کا تذکرہ کیا ہے

حدیثِ سوم

عُجب : کسی عمل کو بڑا سمجھنا اور اس پر اترانا

الحدیث الثالث بالسند المتصل الی محمد بن یعقوب عن ابی الحسن قال، سَئَلتہ عن العجب الّذی یُفسِدُ العمل فقال : العُجبُ درجاتٌ منہا ان یزیّن لِلعبدِ سُوءُ عَمَلِہٖ فیراہ حسناً فیُعجِبُہُ وَیَحسَبُ انّہ یُحسِنُ صُنعاً وَمِنہا اَن یُؤمِنَ العَبدُ بِربّہ فیمُنّ علی اللّٰہ عزّ وجلّ وَلِلّٰہ علیہ فیہ المنّ ۔ الاصول من الکافی ج۳ ۔ ص ۳۱۳ ، چھاپ آخوندی ؛۔

ترجمہ ؛ علی ابن سوید کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے عُجب کے بارے میں سوال کیا جو عمل کو فاسد بناتا ہے ۔ امام (ع) نے فرمایا کہ عجب کے کئی درجے ہیں ۔ ان میں سے ایک درجہ وہ ہے جبکہ کوئی اپنے خراب کردار کا فخر سے مظاہرہ کرے ، اس کو اچھا سمجھے ، اس کو پسند کرے اور گمان کرے کہ وہ نیک کام کر رہا ہے ۔ اور دوسرا وہ ہے جبکہ بندہ اپنے پروردگار پر ایمان لائے تو یہ فرض کرے کہ وہ اس پر احسان کر رہا ہے ۔ جبکہ حقیقت میں یہ خدا کا اس پر احسان ہے (کہ اس نے اسکو ایمان کی طرف ہدایت فرمائی ۔)

عُجب کیا ہے؟ علماء رضوان اللہ علیہم کے الفاظ کے مطابق جب کوئی اپنے عمل صالح کو ایک بڑی چیز سمجھتا ہے ، اس پر فخر محسوس کرتا ہے ، اس پر غرور کرتا ہے اور اسکی وجہ سے اپنے آپ کو غلطیوں سے منزہ سمجھتا ہے ، یہی عجب ہے ۔ لیکن اپنے

اعمال صالحہ پر خوشی اور سرور محسوس کرنا اور انکسار سے کام لینا اور اپنی اس توفیق کے لیے اللہ تعالی کا شکر گزار ہونا اور اس کی مقدس ذات سے اور زیادہ توفیق مانگنا عجب نہیں بلکہ ممدوح یعنی اچھی خصلت ہے۔

عظیم محدث علامہ مجلسی (خدا مرحوم کی قبر کو معطر فرمائے) محقق خبیر دانشمند کبیر شیخ اجل بہاؤالدین عاملی رضوان اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ شیخ اجل نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کوئی اعمالِ صالحہ مثلاً روزہ، شب بیداری وغیرہ انجام دیتا ہے تو اس کو ایک طرح کا کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔ بشرطیکہ یہ خوشی اور سرور اس لیے ہو کہ خدا نے اس پر عنایت کی اور نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جن کا محصول اعمال صالحہ ہیں۔ اس جذبے کے ساتھ وہ اس چیز سے خوفزدہ رہے کہ کہیں ان میں کوئی کمی نہ واقع ہو جائے اور ان نعمتوں میں زوال نہ آئے، وہ خدائے تعالی سے انہیں اور زیادہ طلب کرے، تو اس خوشی اور فخر کے احساس کو عجب نہیں کہا جائے گا۔ لیکن اگر یہ فخر اس لیے ہے کہ یہ اعمال اسی نے انجام دیے ہیں اور یہ وہی ہے کہ جو اس صفت کا مالک ہے۔ اور وہ اپنے اعمال کو بہت بڑا سمجھتا ہے۔ اور ان کے بھروسہ پر اپنے آپ کو ہر گناہ ہر غلطی سے برتر سمجھتا ہے۔ اور یہاں تک نوبت آتی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس نے نیک کام کر کے اللہ تعالی پر احسان کیا ہے تو اس قسم کی کیفیتِ سرور کو عجب سمجھا جائے گا۔

میرے خیال میں عجب کی یہ تعریف جو شیخ بہائی نے فرمائی صحیح ہے لیکن دونوں طرح کے اعمال عمل کی تعریف میں شامل ہیں۔ اس لیے اچھے اور برے دونوں طرح کے اعمال کے جسمانی اور قلبی پہلوؤں کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ عجب جس طرح سے اعمالِ جسمانی کو فاسد کرتا ہے اسی طرح اعمال قلبیہ پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی طرح جیسے اچھے کام کرنے والا عجب کا شکار ہوتا ہے اور اپنے اچھے خصائل پر غرور کرتا ہے ویسے ہی اعمال بد کے ارتکاب کرنے والے بھی عجب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اور اپنی بداعمالیوں پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اوپر بیان کی گئی حدیث شریف میں ان دونوں چیزوں کی صراحت کی گئی ہے

Translation Movement

اور ان دونوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ عام طور پر لوگ اس پر غور نہیں کرتے۔ ان شاء اللہ ہم دونوں پہلوؤں کا آگے چل کر ذکر کریں گے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ سُرور جو عُجب میں شمار نہیں ہوتا بلکہ صفاتِ ممدوحہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا انحصار خود شخص کی نوعیت اور حالت پر ہے۔ ہم آگے والی فصلوں میں سے ایک فصل میں اس کے بارے میں بھی بحث کریں گے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ (جیسا کہ) حدیث شریف میں اشارہ کیا گیا ہے۔ عُجب کے مندرجہ ذیل درجے ہیں۔

پہلا درجہ: ایمان اور مذہبی معلومات کی وجہ سے عُجب اور اس کے مقابل وہ عُجب ہے، جو کفر، شرک اور عقائدِ باطلہ کی بناء پر پیدا ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ: ملکات فاضلہ اور صفات حمیدہ پر عُجب اور اس کے مقابل اخلاقی خرابیوں، اور ملکات فاسدہ پر عُجب۔

تیسرا درجہ: اعمال صالحہ اور افعال حسنہ پر عُجب اور اس کی سمتِ مخالف میں اعمال قبیحہ اور افعال ناہنجار پر عُجب۔

ان تین درجات کے علاوہ عُجب کے کچھ اور بھی درجے اور شکلیں ہیں۔ چونکہ ان کی اہمیت نسبتاً کم ہے اس لیے وہ مذکورہ بالا مقامات کے برابر شمار نہیں کئے جا سکتے۔ خدا توفیق عطا فرمائے تو ہم ان کا بھی ذکر کریں گے۔ اور ان کے سرچشموں اور علتوں سے بھی بحث کریں گے۔ اسی کے ساتھ ان کے علاج کے بارے میں بھی آگے کی فصلوں میں غور کیا جائے گا (خدا کی مدد کے ساتھ)

فصل

عُجب کے مندرجہ بالا درجات میں سے بعض تو بہت صاف اور واضح ہوتے ہیں، اگر انسان تھوڑی سی توجہ دے تو ان کو بخوبی پہچان سکتا ہے

لیکن بعض دوسرے اتنے نازک اور چھپے ہوئے اور اتنے پردوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں کہ جب تک کوئی باریکی سے پوری طرح چھان بین نہ کرے اور صحیح طور سے جائزہ نہ لے ان کے بارے میں نہیں جان سکتا۔ اور پھر ان میں سے بعض مراتب دوسرے مراتب کے مقابلے میں زیادہ شدید اور زیادہ مہلک ہیں۔

عجب کا پہلا مرتبہ جو سب سے برا ہے اور جس کے تباہ کن اثرات سب سے زیادہ ہیں - وہ حالت ہے جبکہ عجب کی شدت کی وجہ سے انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے ایمان اور اپنے اچھے خصال کی بنا پر اپنے ولی نعمت اور مالک الملوک پر احسان کر رہا ہے وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے ایمان کی وجہ سے شاید مملکتِ حق میں وسعت اور دین خدا میں رونق پیدا ہو گئی ہو یا یہ کہ اسکی شریعت کو رواج دے کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اچھے کاموں کی ہدایت کرنا اور برائیوں سے منع کرنا) پر عمل کر کے یا اس کے حدود کا اجراء کر کے یا محراب و منبر سے ہدایت و ارشاد کر کے اس نے خدا کے دین کو فروغ بخشا ہے یا وہ جماعت مسلمین کی صفوں میں اپنے شامل ہونے کو یا حضرت ابوعبداللہ امام حسین علیہ السلام کی تعزیہ داری کرنے کو خدا پر، سید مظلوم پر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک احسان سمجھتا ہے۔ گو وہ اس چیز کا اظہار نہیں کرتا لیکن اپنے دل میں وہ ان اعمال کو دین پر احسان سمجھتا ہے۔ اسی طرح سے دینی امور کے وسیلے سے، جیسے صدقات و خیرات، نادار اور غریب لوگوں کی مدد، وہ بندگان خدا کو بھی اپنا احسان مند سمجھتا ہے۔ کبھی یہ احساس اتنا چھپا ہوا ہوتا ہے کہ وہ خود اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ انسانوں کی خدا پر احسان گزاری اور خدا کی انسانوں پر احسان گزاری کا ذکر حدیث دوم میں آ چکا ہے۔

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

دوسرا درجہ وہ ہے جبکہ عجب کی وجہ سے انسان کے دل میں غرور اور احساس برتری پیدا ہوتا ہے۔ یہ چیز احسان گزاری سے الگ ہے۔ لیکن لوگ ان دونوں میں فرق نہیں کرتے۔ اس

درجہ پر انسان اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا محبوب سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے مقربین اور سالقین کے حلقے میں شامل کرتا ہے۔ جب بھی اولیائے خدا اور اس کے محبوبین اور محبّین کا ذکر آتا ہے وہ اپنے دل میں اپنے آپ کو ان ہی میں سے ایک سمجھتا ہے۔

ممکن ہے کہ ریاکارانہ عمل کے ذریعے وہ اپنے خیالات کی نفی کی کوشش کرے لیکن اس طرح کہ بالواسطہ ان کا اثبات ہو۔ اگر خدا اس کو کسی بلا میں گرفتار کرتا ہے تو وہ "البلاء للولاء" (مصیبتیں دوستوں کے لیے ہیں) کا راگ الاپنے لگتا ہے۔ اہل ستر، صوفیا، عرفاء اور اہل سلوک و ریاضت کے لئے اس خطرے سے دوچار ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔

تیسرے درجے پر انسان اپنے ایمان اور اپنے اچھے اعمال اور ملکات کی وجہ سے اپنے آپ کو ثواب کا مستحق سمجھتا ہے۔ اور اس چیز کو ضروری سمجھتا ہے کہ خدا اس کو اس دنیا میں بھی عزیز رکھے گا اور آخرت میں بھی اس کے درجات بلند کرے گا۔ وہ اپنے آپ کو ایک مومن اور پاک و صاف تصور کرتا ہے۔ اور جب کبھی ان مومنین کا ذکر آتا ہے جنکو غیب کا علم حاصل ہے تو وہ اپنے دل میں نہ صرف یہ سمجھتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ انصاف کرے تو وہ بھی ثواب اور اجر کا مستحق ہے بلکہ کبھی کبھی تو شرم و حیاء کو بالائے طاق رکھ کر اس چیز کا ذکر بھی کر بیٹھتا ہے۔ اگر کبھی اس پر کوئی بلا نازل ہوتی ہے یا اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو دل ہی دل میں خدا پر اعتراض کرتا ہے۔ اور خدا کے کاموں میں انصاف نہ ہونے پر تعجب کرتا ہے کہ وہ کس طرح ایک مومنِ پاک کو بلاؤں میں گرفتار کرتا ہے اور منافقین کو نوازتا ہے۔ وہ اپنے باطن میں خدائے تبارک و تعالیٰ کے فیصلوں پر غضبناک ہوتا ہے۔ اور ظاہر میں ان پر اپنی رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔ دل میں تو اپنے ولیٔ نعمت پر غصہ ظاہر کرتا ہے لیکن اس کی مخلوق کو دکھانے کے لئے "رضا بہ قضاء" کا ڈھونگ رچاتا ہے۔ جب وہ سنتا ہے کہ اس دنیا میں خداوند تعالیٰ مومن کو بلاؤں میں گرفتار کرتا ہے تو اپنے آپ کو تسلی دے لیتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ منافقوں پر بھی خدا کا قہر نازل ہوتا ہے اور یہ کہ ہر

گرفتارِ بلا مومن نہیں ہوتا۔

عُجب کا ایک اور درجہ وہ ہے جب کوئی انسان اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے ممتاز سمجھتا ہے اور اپنے ایمان کو اور مومنین کے مقابلے میں زیادہ کامل اور اپنے اوصاف کو دوسروں کے اوصاف سے بہتر اور واجبات کے احترام میں اور محرمات کے ترک کرنے میں اپنے آپ کو اور لوگوں سے زیادہ پابند سمجھتا ہے۔ وہ نماز جمعہ اور جماعت کے دوسرے مناسک کی بجا آوری کے معاملے میں اور ترک مکروہات کے لحاظ سے اپنے آپ کو اعلیٰ مقام پر فائز گردانتا ہے۔ اپنے اعمال پر اسکو اس حد تک گھمنڈ ہوتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو ناچیز اور ناقص سمجھنے لگتا ہے۔ وہ سب لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور مخفی طور پر دل میں یا اعلانیہ زبان سے بندگانِ خدا کو ملامت کرتا رہتا ہے۔ وہ ہر ایک کو درگاہِ رحمتِ حق سے دور سمجھتا ہے۔ اور صرف اپنے آپ کو اور اپنی ہی طرح کے محدودے چند افراد کو رحمت خداوندی کا حقدار گردانتا ہے۔ اس مقام پر پہنچے ہوئے انسان کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ کسی کے اعمالِ صالحہ کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور لوگوں کے اعمال کو بدنیتی پر مبنی سمجھ کر شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کے برخلاف وہ اپنے اعمال کو کسی قسم کے شک و شبہ سے بالاتر سمجھتا ہے۔ لوگوں کے اعمال حسنہ کو حقیر اور ناچیز سمجھتا ہے جبکہ وہی عمل اگر خود سے سرزد ہوا ہو تو اس کو ایک بہت بڑی چیز سمجھتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے عیوب کو اچھی طرح سمجھتا ہے لیکن اپنے عیبوں سے بے خبر رہتا ہے۔

یہ عُجب کی کچھ علامات ہیں اگرچہ ان سے خود ان کا مرتکب غافل رہتا ہے۔ عُجب کے اور درجات بھی ہیں جن میں سے بعض کا میں نے ذکر کیا اور کچھ اور کا ذکر حذف کرنے پر مجبور تھا یا یہ کہ میں خود ان سے غافل ہوں۔

مفسدین کا عُجب: کفار، منافقین، مشرکین، ملحدین اور اخلاقِ زشت اور پست ملکات کے رکھنے والے اور جرائم پیشہ لوگ کبھی کبھی اس نوبت کو

نهضت ترجمه Translation Movement

پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اپنی گنہگاریوں اور دوزخی اعمال پر غرور محسوس کرتے ہیں۔ اور عجب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اپنے ان کردہ اعمال کی بناء پر وہ اپنے آپ کو ایک روح آزاد تصور کرتے ہیں۔ اور اپنے آپکو ہر طرح کی تقلید اور بزعم خود موہومات (اُن کے خیال میں) یں اعتقاد سے بلند اور برتر سمجھتے ہیں۔ اور اپنی اس خرابی کو بہت بڑی جراءت فکر اور مردانگی جانتے ہیں۔ وہ لوگ خدا پر ایمان رکھنے اور شرع کے اصولوں کی پابندی کرنے کو ایک طرح کی تنگ نظری اور ذہنی کوتاہی سمجھتے ہیں۔ اور اخلاقِ حسنہ اور ملکات فاضلہ کو نفس کی کمزوری اور بیچارگی کا نام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اعمال حسنہ، عبادات اور مناسک کی پابندی ادراک کے ضعف اور حواس کے اختلال کا دوسرا نام ہے۔ ان اخلاقی خرابیوں کو اور عدم اعتقاد اور شرع کے قوانین سے بے اعتنائی کو وہ آزاد منشی کا نام دے لیتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو قابل تعریف و توصیف سمجھتے ہیں۔ اخلاقی معایب اور بدخصالیاں ان کے دلوں میں اپنی جڑیں مضبوط کر چکی ہوتی ہیں۔ ان سے مانوس ہو جانے کے بعد ان کے کان اور آنکھیں ان چیزوں کی عادی ہو کر ان کی نظروں میں اس حد تک منزلت حاصل کر چکی ہوتی ہیں کہ وہ ان کو کمال سمجھنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث شریف میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان میں سے ایک درجہ وہ ہے جب کسی بندے کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے اعمال اس کی زینت ہیں اور وہ ان کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ دراصل یہ اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف:

افمن زُیّنَ لَہٗ سُوءُ عَمَلِہٖ فرآہ حَسَناً (سورہ فاطر آیہ ۸)

"کیا اس کی بداعمالیاں اس کی نظروں کو خوبصورت دکھائی نہیں دیتیں (جسکی وجہ سے) وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے"

اور یہ کہ: "قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا"

(سورہ کہف، آیات ۱۰۳ تا ۱۰۵)

Translation Movement

”کہو کیا ہم تمہیں بتا دیں کہ کون سب سے زیادہ خسارے میں رہے گا۔ اپنے اعمال کی وجہ سے؟ وہ لوگ جن کی کوششیں دنیاوی زندگی میں بھٹکتی رہیں گی۔ اور پھر بھی وہ اپنے آپ کو اچھے کام کرنیوالوں میں شمار کرتے رہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا، اس کی نظروں کے سامنے۔ اس لیے ان کے کام بے کار ہیں۔ اور روز قیامت ہم ان کو وزن نہیں کریں گے۔“

اس قسم کے لوگ جو جاہل ہیں اور کسی چیز کے بارے میں نہیں جانتے اپنے آپ کو بہت عالم اور باخبر سمجھتے ہیں۔ یہ دنیا کی سب سے زیادہ قابلِ رحم اور بدبخت ترین مخلوق ہیں روحانی اطباء ان کے علاج سے قاصر ہیں اور کسی طرح کی دعوت اور نصیحت نہ صرف ان پر بے اثر ہے بلکہ کبھی کبھی اس کا نتیجہ برعکس بھی نکلتا ہے۔ یہ لوگ کسی دلیل کو سننا نہیں چاہتے۔ اور اپنے کان اور آنکھیں انبیاء کی ہدائیتوں اور حکماء کے براہین اور علماء کے پند اور موعظتوں کے لیے بند کئے ہوئے ہیں۔

نفس کے شر اور اس کی جعلسازیوں سے بچنے کے لیے خدا میں پناہ ڈھونڈنی چاہیے جو اُن کو گناہوں کے راستے سے کفر کی طرف اور کفر سے عُجب کی طرف کھینچتا ہے۔ انسانی نفس اور شیطان انسان کی نظر میں بعض جرائم کے نقصان دہ اثرات کو کم کر کے دکھاتے ہیں اور اسطرح انسان سے گناہوں کا ارتکاب کرواتے ہیں۔ جب یہ خرابی اس کے دل میں اپنی جڑیں مضبوط کر چکی ہوتی ہے، اور وہ خرابی کو خرابی نہیں سمجھتا تو اور دوسرے معاصی جو پہلے گناہ سے بدتر اور بزرگتر ہوتے ہیں ان کا مرتکب ہوتا ہے اور جب وہ بار بار اسی گناہ کو بھی دہراتا جاتا ہے تو وہ بھی اسکو معمولی نظر آنے لگتا ہے۔ تب وہ اس سے بھی بڑے گناہوں کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ تمام گناہان کبیرہ کا عادی ہوجاتا ہے اور ان گناہوں سے اس کے دل میں جو خوف اور احساس معصیت پیدا ہوتا تھا وہ بھی جاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک عادی گنہگار بن جاتا ہے۔ اور شریعت کے اصول' اور تمام قوانین الٰہی اس کی نظروں میں اپنی اہمیت کھو بیٹھتے ہیں۔ جہاں تک اس کے اعمال اُسے کفر اور الحاد کے راستہ پر آگے لے جاتے ہیں اتنا ہی وہ ان پر فخر و ناز کرنے لگتا ہے۔ آگے چل کر اس حالت

Translation Movement

کا ذکر پھر آئے گا۔

شیطان کی حیلہ بازیاں اور نقشے:۔

جس طرح صاحبانِ عُجب اپنے گناہوں میں درجہ بدرجہ ترقی کی طرف قدم بڑھاتے ہیں یہاں تک کہ وہ کفر اور زندقہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح سے خدا کی عبادت میں عُجب کرنے والا بھی عُجب کے نچلے درجوں سے اس کے اونچے یا کامل درجوں تک ترقی (یا تنزل!) کرتا ہے اس کا اندازہ انسانی نفس اور شیطان کی جعلسازیوں کے ذریعے لگایا جا سکتا ہے۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ تم جو زہد و تقویٰ کے ملکے سے مالا مال ہو اور دل میں خوفِ خدا بھی رکھتے ہو تمہیں شیطان کسی کے قتل پر یا زنا جیسے گناہ کے لیے اکسائے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ شیطان کسی ایسے شخص کے سامنے جو شریف خصلتوں اور طہارتِ نفس کا مالک ہو چوری اور راہزنی کی تجویز رکھے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ ابتداء ہی میں تم سے کہے کہ اپنے ان اعمال کو خدا پر احسان سمجھنے گویا اپنے آپ کو محبوبین یا محبّین یا مقربینِ خدا کے زمرے میں شامل کر لو۔ شروع شروع میں وہ تمہارے دل میں رخنہ پیدا کرے گا اور تمہیں مجبور کرے گا کہ تم مستحبات، اذکار اور اوراد کی حد سے زیادہ پابندی کرو اور ساتھ ہی ساتھ اس عمل کے دوران وہ تمہیں ایک گنہگار شخص کی طرف متوجہ کرے گا تاکہ تم اپنی حالت کی مناسبت سے اس کا جائزہ لو۔ تم سے سرگوشی میں یہ کہے گا کہ تم شرعی لحاظ سے اور عقل کی رُو سے اس شخص سے بہتر ہو اور تمہارے اعمال تمہاری نجات کا وسیلہ بنیں گے اور یہ کہ الحمدللہ تم ایک پاک و پاکیزہ ہستی ہو اور ہر جرم و گناہ سے عاری اور بَری ہو۔

اس کے دو نتیجے ہوں گے: پہلے تو خدا کے بندوں کے لیے تمہارے دل میں بدبینی پیدا ہوگی اور دوسرے یہ کہ تم میں خود پسندی آ جائے گی۔ یہ دونوں چیزیں بہت مہلک برائیاں ہیں

جو تمام مفاسد کی جڑ ہیں۔ تم پر یہ لازم ہے کہ تم اپنے نفس اور شیطان سے یہ کہو کہ یہ شخص جو اس گناہ میں گرفتار ہے، ممکن ہے کہ اس میں کوئی خوبی ایسی ہو یا اس کے کچھ اعمال ایسے ہوں جنکی وجہ سے خدائے عزّ وجل اسکو اپنی رحمتوں سے نواز دے گا۔ یا شاید اسکی کسی نیکی کا نور اُسے ہدایت کی راہ پر لے آئے اور اسکی عاقبت کو سنوار دے اور یہ کہ شاید خدا نے اس کو اس گناہ میں اس لیے مبتلا کیا ہے کہ وہ عجُب سے محفوظ رہے، جو گناہ سے بھی بدتر ہے۔ جیسا کافی میں آیا ہے کہ:

عن ابی عبداللہؑ قال" اِنَّ اللہ علم ان الذنب خیرٌ للمومن من العُجب ولولا ذٰلک ما ابتلی مؤمنا بذنب اَبداً"

(کافی۔ ج ۲۔ ص ۳۱۳)

امام صادق (ع) نے فرمایا ہے کہ" خدا جانتا ہے کہ مومن کے لیئے گناہ عجُب سے بہتر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کبھی خدا کسی مومن کو کسی بھی گناہ میں مبتلا نہ کرتا۔"

اور شاید بدبینی کی وجہ سے میرے نیک اعمال کا نتیجہ بھی بُرا ہی نکلے شیخ جلیل عارف کامل شاہ آبادی (میری روح ان پر فدا ہو) کہا کرتے تھے کہ کسی کافر تک کو اپنے دل میں ملامت نہ کرو، شاید نورِ فطرت اسکو ہدایت کی راہ دکھائے۔ اور تمہاری سرزنش اور ملامت خود تمہاری عاقبت بد کا باعث بنے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کسی کے دل کی حالت بدلنے سے الگ ایک چیز ہے۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ کسی کافر پر لعنت نہ بھیجو، کیا معلوم کہ دنیا سے جاتے وقت اس نے ہدایت پائی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی روحانیت تمہاری روحانی ترقی میں حائل ہو۔ بہرحال شیطان اور تمہارا نفس تمہیں عجُب کے پہلے مرحلے میں داخل کرتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ تمہیں اس مرحلے سے اسکے بعد کے مرحلے میں پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح درجہ بدرجہ بڑھاتے بڑھاتے آخرکار نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ انسان اپنے اعمال اور اپنے ایمان کو اپنے ولیٔ نعمت اور مالک الملوک پر احسان سمجھنے

لگتا ہے اور اسطرح عجب کے آخری درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔

عجب سے پیدا ہونے والے مفاسد :۔

عجب خود خطرات اور مہلکات میں سے ہے۔ جوانسان کے ایمان اور نیک اعمال کو فنا اور فاسد کردیتا ہے۔ خود اسی حدیث شریف کے مطابق راوی نے حب عجب کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کس طرح عمل کو خراب کردیتا ہے تو امام علیہ السلام نے اس کے درجے کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان کے معاملے میں عجب بری چیز ہے۔ حدیث سابق میں بھی کہا گیا ہے کہ حق تعالی کے نزدیک عجب گناہ سے بدتر چیز ہے۔ اسی لیے خدا مومن کو کبھی کبھی گناہ میں مبتلا کرتا ہے کہ وہ عجب سے محفوظ رہے۔ رسول اکرمؐ نے بھی اسکو مہلکات میں سے قرار دیا ہے۔ شیخ صدوق کی "امالی" میں جناب امیرالمؤمنینؑ کی سند سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت نے فرمایا: "مَنْ دَخَلَهُ الْعُجب هَلَكَ یعنی جس کسی میں عجب پیدا ہوتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے" برزخ میں اور موت کے بعد اس کی حالت اس قدر وحشت خیز و ہولناک ہوتی ہے کہ کوئی وحشت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وصیت میں حضرت امیرالمؤمنین (ع) سے فرمایا: "و لا وحدۃ اوحش من العجب" "یعنی کسی بھی قسم کی تنہائی عجب کی وحشتناکی سے برابری نہیں کرسکتی"

موسیٰ ابن عمران (علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام) نے شیطان سے پوچھا کہ وہ کون سا گناہ ہے۔ جس کے ذریعے سے تو اولاد آدم کے نزدیک آتا ہے اور ان پر تسلط پاتا ہے۔ شیطان نے جواب دیا کہ "اسوقت جبکہ وہ اپنے آپ پر عجب کرتا ہے۔ اپنے نیک اعمال کو عظیم سمجھتا ہے اور اپنے گناہوں کو اہمیت نہیں دیتا"۔ خداوند تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ "اے داؤد گناہگاروں

Translation Movement

کوبشارت دو اور صادقین کو تنبیہ کرو" داود علیہ السلام نے عرض کیا کہ "یا خداوند! کس چیز کی بشارت دوں انہیں اور کس چیز سے خوفزدہ کردوں اُن لوگوں کو"

فرمایا خداوند تعالیٰ نے کہ "گناہگاروں کو اس چیز کی بشارت دو کہ بے شک ہم ان کی توبہ قبول کرتے ہیں اور ان کے گناہوں سے درگذر کرتے ہیں۔ صادقین کو اس بات سے باخبر کردو کہ وہ اپنے اعمال پر عجب نہ کریں کیونکہ بیشک کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ اس کا اگر (سختی سے) حساب کتاب لیا جائے تو وہ سزا کا مستحق نہ قرار پائے"

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ خدا نہ کرے حساب کتاب میں مناقشہ ہو، اس لیے کہ بندگانِ صادقین اور ان سے بھی بلند مرتبہ رکھنے والوں کے لیے بھی اسمیں ہلاکت کا خطرہ ہے۔

"خصال" میں شیخ صدوق نے حضرت جعفر صادق (ع) کی سند سے روایت کی ہے کہ "شیطان کا دعویٰ ہے کہ اگر میں تین چیزوں میں ابن آدم کو زیر کرلوں تو پھر کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ کیونکہ اسکے بعد اس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا: (۱) جبکہ وہ اپنے عمل کو اہمیت دیتا ہے۔ (۲) جس وقت وہ اپنے گناہ کو بھول جاتا ہے (۳) جب اسمیں عُجب سرایت کر جاتا ہے۔

عُجب سے پیدا ہونیوالے ان مفاسد کے علاوہ جنکا ذکر کیا جا چکا ہے، اس شجرِ خبیثہ کی شاخوں پر اور بھی بڑے اور ہلاکت میں ڈالنے والے گناہ پھلتے پھولتے ہیں۔ جب عُجب دل میں جڑ پکڑ لیتا ہے، تو انسان کا ہر کام شرک بلکہ اسی سے بھی بدتر نتائج تک اسے لے جاتا ہے۔ ان مفسدات میں سے ایک اس کا اپنے گناہوں کی طرف سے لاپرواہی برتنا ہے۔ جب کسی انسان میں عُجب آجاتا ہے تو وہ اپنے نفس کی اصلاح کی بھی فکر نہیں کرتا۔ اور اپنے آپ کو بہت پاک اور پاکیزہ سمجھتا ہے۔ کبھی اسکو یہ خیال نہیں آتا کہ اپنے آپ کو گناہوں کے لوث سے پاک کرے۔ عُجب آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے، خودپسندی کی دبیز نقاب اسکی بصیرت اور خرابیوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ایک لعنت ہے جو انسان کو درجۂ کمال تک پہنچنے سے باز رکھتی ہے۔ اسکو طرح طرح کی برائیوں

میں مبتلا کرتی ہے۔ اور اس کے اعمال کو ابدی ہلاکت کا باعث بنا دیتی ہے۔ اطباء نفس، (ماہرین نفسیات) بھی اس کے علاج سے قاصر رہتے ہیں۔ انسان کو اپنے آپ پر اپنے اعمال پر اس قدر اعتماد ہو جاتا ہے کہ یہ بے چارہ اور نا سمجھ اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی ذات پاک سے بھی بے نیاز سمجھنے لگتا ہے۔ اور اس کے فضل و کرم کے حصول کی طرف بھی توجہ نہیں دیتا۔ وہ اپنی کم عقلی کا اطلاق خداوند تعالیٰ پر کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسی معیار سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ وہ اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہے کہ اگر خدا عدل سے کام لے تو لازمی طور پر اُسے ثواب کا مستحق قرار دے گا۔ اس مسئلے کے بارے میں ہم ان شاءاللہ آئندہ کسی موقع پر بحث کریں گے۔

دُوسروں کی تحقیر کرنا :

یہ بھی عجُب کے مفسِدات میں سے ایک ہے کہ جو شخص عجُب کا شکار ہوتا ہے وہ خدا کے دوسرے بندوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور دوسروں کے اعمال کو ناچیز و حقیر سمجھتا ہے چاہے وہ اس کے خود کے اعمال سے کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں۔ یہ بھی انسان کی ہلاکت کا ایک ذریعہ ہے اور اس کے کمال کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ

Translation Movement .INS

ریاء کی ترغیب :

یہ بھی عجُب کے مفاسد میں سے ایک ہے کہ وہ انسان کو ریاء کاری پر اُکساتا ہے۔ اگر کوئی انسان اپنے اعمال کو ناچیز سمجھے، اپنے اخلاق کو بُری نظر سے دیکھے اور اپنے ایمان کو بھی کوئی وقعت نہ دے تو وہ کبھی اپنی ذات وصفات اور اعمال پر مغرور نہیں ہو سکتا۔ اس کے برخلاف وہ اپنے آپ

کو اوران سب چیزوں کو جس کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہے ہمیشہ ناقص اور برا سمجھے گا اور نہ کبھی ان کی نمود و نمائش کرے گا اور نہ خود نمائی کا مرتکب ہوگا۔ کبھی کوئی خراب اور ناقص چیز کو بازار میں فروخت کرنے نہیں لے جاتا۔ لیکن جب کوئی شخص اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے اور اپنے اعمال کو گراں قدر گردانتا ہے تو ان کی نمود و نمائش کی فکر کرتا ہے اور خود فروشی پر کمر باندھتا ہے وہ تمام عیوب جنکا ذکر حدیث دوم میں ریاء کے باب میں آیا ہے ان کو عجب سے پیدا ہونے والی برائیوں ہی میں شمار کرنا چاہیئے۔

غرور کا باعث ہونا :-

اخلاقی رذالت کی خرابیوں میں سے ایک برائی یہ بھی ہے کہ یہ اس مضرترین اخلاقی رذیلہ کو جنم دیتی ہے جس کا نام غرور ہے۔ عجب انسان کو تکبر کے گناہ میں مبتلا کرتا ہے۔ (اس بات کا تفصیلی ذکر ان شاءاللہ اس کے بعد کیا جائے گا) اس کی وجہ سے دوسرے اخلاقی فسادات بھی بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جن کا تفصیلی ذکر کافی طوالت کا باعث ہوگا یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ عجب کرنے والے کو یہ جان لینا چاہیئے کہ خصلت رذیلہ اور بھی دوسرے رذائل اخلاقی کا بیج ہے۔ اوران تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے جن میں ہر ایک ہلاکتِ ابدی اور عذاب ابدی کے لئے کافی ہے۔ اگر کوئی ان مفاسد کو پوری طرح سمجھے تو اُسے ان کے بارے میں پورے غور و فکر کرنے کے ساتھ ان احادیث و اخبار کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو رسول اکرم (ص) اور حضور کے اہلبیت طاہرینؑ سے روایت کئے گئے ہیں۔ البتہ یہ ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اصلاحِ نفس کی کوشش کرے، اور اپنے آپ کو اس خصلتِ رذیلہ سے پاک کرے اوراس کی جڑیں اپنے نفس کے اندر سے اکھاڑ پھینکے، ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ وہ اس حالت میں اس دنیا سے

دوسری دنیا کا سفر اختیار کرے کہ یہ رذیل خصلت اسکے ساتھ ہو۔ ایک مرتبہ جب اس دنیا کی آنکھیں بند ہو جائیں گی اور اس پر برزخ و قیامت کا آفتاب طلوع ہوگا تو وہ دیکھے گا کہ گناہان کبیرہ کے مرتکبین بھی اس سے بہتر حالت میں ہیں۔ ان کے گناہ تو خداوند تعالیٰ اپنی رحمت کے بے حساب و بے کراں سمندروں میں ڈبو دے گا۔ اس لئے کہ انہیں اپنے گناہوں پر ندامت ہوئی تھی یا انہیں حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے امیدِ مغفرت تھی لیکن یہ بیچارہ چونکہ اپنے آپ کو (کمزوریوں سے) آزاد سمجھتا تھا اور اپنی ذات کی گہرائیوں میں خود کو فضلِ خدا سے بے نیاز مانتا تھا، اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے حساب کتاب میں پوری سختی سے کام لیا۔ اس لیے کہ ایسا ہی وہ خود چاہتا تھا۔ اللہ نے اپنی میزانِ عدل میں اس کے اعمال کو خوب تولا پرکھا اور اُسے اچھی طرح جتلا دیا کہ اس کی کوئی عبادت حق تعالیٰ کے لئے نہیں تھی بلکہ بالعکس اس کی تمام عبادتیں اس کو دربارِ الٰہی سے دور کرتی رہیں۔ نہ صرف یہ کہ اس کا ایمان باطل تھا اور اس کے تمام اعمال باطل اور ناچیز تھے بلکہ وہ اسکی ہلاکت کا موجب بھی بنے۔ اور اس کے جہنم میں ڈھکیلے جانے اور عذابِ الیم فراہم کرنے کا باعث بھی ہوئے۔ عذابوں کا یہ بیج اس نے خود بویا تھا۔ خدا نہ کرے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے عدل کی کسوٹی پر جانچے اور ورقِ عفو و درگزر بند ہو کر ورقِ عدل کھل جائے۔ ایسا ہوا تو شروع سے آخر تک نجات کے تمام راستے اسپر بند ہو جائیںگے۔ خاصانِ درگاہِ حق اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی مناجاتیں اپنی خطاؤں کے اعترافات اور عجزِ عبودیت کے اظہار سے بھری ہوئی ہیں جبکہ تمام ممکنہ موجودات میں سب سے افضل خدا کے نزدیک ترین بندے یہ کہیں؛ "ماعرفناكَ حقَّ معرفتكَ وَما عبدناكَ حقَّ عبادتكَ" (ہم نے تیرا اس طرح عرفان نہیں حاصل کیا جو تیری معرفت کے شایان تھا، ہم نے تیری اس طرح عبادت نہیں کی جو تیری عبادت کا حق تھا۔) تو دوسرے لوگوں کی حالت کیا ہوگی؟! بے شک ان لوگوں کو حق تعالیٰ کی عظمت و جلالت

کا عرفان حاصل ہے۔ وہ واجب الوجود سے ممکن الوجود کے رشتے کی نوعیت کو بخوبی جانتے ہیں۔ وہ یہ چیز اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر وہ دنیا میں اپنی ساری عمر بھی عبادت، اطاعت، تسبیح اور تحمید میں صرف کر دیں تب بھی اسکی نعمت کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے، ثنائے ذات وصفات تو دور کی بات ہے۔

وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ موجودات میں کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں سب کی جھولی خالی ہے۔ حیات، قدرت، علم، قوت اور دوسرے تمام کمالات اسی کے کمال کا سایہ ہیں۔ ممکن الوجود فقیر محض ہے۔ اس کا اپنا کچھ نہیں، جو کچھ اُسے حاصل ہے وہ ذاتِ حق سے مستعار و مستفاد ہے۔ ممکن الوجود اپنی ذات سے خود کون سا کمال رکھتا ہے کہ کمال فروشی کا خیال بھی کرے؟ وہ لوگ جو عارف باللہ ہیں اور جمال و جلالِ حق کا عرفان رکھتے ہیں انہوں نے کھلے طور پر مشاہدہ کیا (چشم معرفت سے) کہ خود اُن میں سوائے نقص و عجز کے کچھ نہیں۔ اور کمال صرف واجب الوجود کی ذاتِ اقدس کا حق ہے۔ ہم بیچارے جن کی نظروں کے سامنے جہل، نادانی، غفلت اور خود پسندی کے پردے پڑے ہوئے ہیں اور جن کی نگاہوں کے حجابات نے ان کی روح و جسم۔ یعنی آنکھ، کان، عقل و ہوش اور تمام حواس کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ حق کی سلطنت قاہرہ کے سامنے اپنے مفروضہ کمالات کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے لئے آزادی (خود کفیل ہونے) اور کچھ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں!!

اے بے چارے ممکن الوجود! تو کہ اپنے خالق سے اپنی نسبت کے متعلق بے خبر ہے! اے بدبخت ممکن! تو کہ مالک الملوک کے آگے اپنے فرض سے غافل ہے! یہ جہل و نادانی ہے، جو تیری تمام بدبختیوں کا سبب ہے۔ اور جس نے تجھے ان تاریکیوں اور پردوں میں قید کر رکھا ہے۔ کسی کام کی خرابی کا راز خود اس کے مبداء اور مصدر میں ہے۔ نیت نتیجے پر دلالت کرتی ہے۔ پانی کی آلودگی کا باعث اس کا سرچشمہ ہی ہے۔ ہماری چشم معرفت نابینا ہے۔ اور ہمارا دل مُردہ ہے اور یہی چیز ہماری مصیبتوں کا باعث ہے۔ اور ہم اسکی صلاح کی فکر بھی نہیں کرتے۔!

خداوندا تو ہمیں توفیق عنایت فرما۔ تو ہمیں اپنے فرائض سے آگاہ کر۔ تو نے اپنے انوار معارف سے عرفاء اور اولیاء کے دلوں کو منور فرمایا۔ اس کا ایک شمہ ہمیں بھی عطا فرما۔ تو اپنی قدرت اور سلطنت کی وسعتوں کا ہمیں پتہ بتلا اور ہماری کمزوریوں سے ہمیں آشنا کر۔ تو ہم بے چارے غافلوں کو جو سمجھتے ہیں کہ تمام تعریفیں خلق کے لیے ہیں۔ الحمدللہ رب العالمین (تعریف خدا کے لئے ہے، جو تمام عالموں کا رب ہے) کے معنی سمجھا۔ تو ہمارے دلوں کو اس چیز سے آشنا کر کہ کوئی قابل تعریف صفت مخلوق میں نہیں۔ تو ہمیں اس راز سے آشنا فرما کہ:

ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك۔

(سورۂ نساء۔ آیہ ۷۹)

"تم پر جو کوئی رحمت نازل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو کوئی مصیبت نازل ہو وہ خود تمہاری طرف سے ہے"

ہمارے ظلمت سے مکدر اور ناہموار دلوں پر کلمۂ توحید (کے معنی) وارد کر دے۔ ہم گمراہ ہیں، اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ شرک و نفاق والوں میں سے ہیں۔ ہم خود خواہ اور خود پسند ہیں تو ہمارے دلوں سے حب نفس اور حب دنیا کو نکال پھینک۔ تو ہمیں خدا خواہ اور خدا پرست بنا۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ بے شک تو تمام چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔

حبِ نفس عجب کا سرچشمہ ہے!

رذیلۂ عُجب حبِ نفس کی پیداوار ہے چونکہ حب نفس فطرت انسانی کا جزو ہے۔ تمام انسانی کمزوریوں اور اخلاقی خرابیوں کی جڑ یہی ہے۔ یہ حب نفس ہی ہے جو انسان کی نظروں میں اس کے معمولی اعمال کو اہم بنا کر پیش کرتا ہے۔ اور اس وسیلے سے وہ اپنے آپ کو خوبان و

خاصانِ درگاہِ حق میں شمار کرنے لگتا ہے۔ وہ اپنے بے وقعت اور معمولی اعمال کی وجہ سے نہ صرف اپنے آپ کو تعریف کا مستحق اور مدح کا سزاوار جانتا ہے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے بُرے اعمال بھی اس کو اچھے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر وہ دوسروں میں اپنے سے بہتر چیزیں دیکھتا ہے تو انہیں اہمیت دینے پر بالکل آمادہ نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کے اچھے کاموں کو برا بنا کر پیش کرتا ہے۔ جبکہ ہمیشہ اپنی بدعمالیوں اور ناہنجاریوں کو اچھائی کا رنگ دے کر بیان کرتا ہے۔ وہ خلقِ خدا کو ہمیشہ بُری نظر سے دیکھتا ہے، حالانکہ وہ اپنے متعلق ہمیشہ اچھی رائے رکھتا ہے۔ اسی حبِ نفس کی وجہ سے وہ اپنے ایک ادنیٰ سے عمل کے بدلے میں جو بذاتِ خود ہزاروں ملاوٹوں سے لبریز ہوتا ہے، حق تعالیٰ کی رحمت کا طلب گار ہوتا ہے۔

یہ زیادہ اچھا ہوگا کہ ہم آج کے دن اپنے اعمالِ حسنہ کے بارے میں سوچ بچار کریں۔ اور جو عبادتیں ہم کرتے ہیں ان کو عقل کی کسوٹی پر پرکھیں اور انصاف کی نظر سے جانچیں۔ یہ دیکھیں کہ کیا ان کی وجہ سے ہم ثواب اور رحمت کے مستحق ہیں یا مذمت اور غضب و عتابِ الٰہی کے مستوجب ہیں؟ یہ سمجھنے کی سعی کریں کہ ان ہی اعمال کی بنیاد پر جنہیں ہم نیک اور اچھا سمجھتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ہمیں قہر و غضب کے شعلوں کی نذر کرتا ہے تو اس کا فیصلہ انصاف کے مطابق ہے یا نہیں؟

میں اس وقت خود آپ کو اس مسئلے میں منصف بنانا چاہتا ہوں۔ اور آپ ہی سے انصاف کا متقاضی ہوں۔ ذرا غور و خوض کے بعد آپ ہی انصاف کے ساتھ اس بات کا فیصلہ کریں کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو صادق اور مصدق ہیں آپ سے یہ فرماتے ہیں کہ یا ساری عمر خدا کی عبادت کرو اس کے احکام کی پابندی کرو، شہوتوں سے بچو، نفسانی خواہشوں سے پرہیز کرو یا ساری عمر خدا کی بتائی ہوئی باتوں کی خلاف ورزی کرو، اور اپنی نفسانی خواہشوں اور شہوتوں کے مطابق عمل کرو (دونوں صورتوں میں) آخرت میں تمہارے

درجوں میں کوئی فرق نہیں آئے گا، ہر صورت میں تم نجات کے مستحق ہو گے۔ جنت میں جگہ پاؤ گے اور عذاب خدا سے امان میں رہو گے۔ یا نماز پڑھو یا زنا کرو، تمہارے لئے کوئی فرق نہیں پھر بھی مرضیٔ خدا یہ ہے کہ تم اسکی عبادت کرو۔ حمد وثنا، کرو اور شہوتوں اور خواہشات نفسانی سے اس عالم میں پرہیز کرو۔ جس کے لئے کوئی اجر ملے گا نہ ثواب عطا ہوگا۔ تو اس صورت میں آپ اپنے لئے کیا پسند کرتے ؟ یہ کہ آپ کا شمار خرابکاروں میں ہو یا یہ کہ آپ عبادت گزاروں میں شمار ہوں ؟ آپ شہوتوں اور نفسانی لذتوں کو رضائے حق کے لیئے اور خدا کی خوشنودی کی خاطر اپنے اوپر حرام کرتے یا نہیں ؟ کیا آپ مستحبات، جمعہ اور جماعتوں کی نمازوں سے توسّل اختیار کرتے یا خود کو شہوتوں اور لہو ولعب میں غرق کر دیتے ؟ براہِ کرم انصاف سے بغیر کسی ظاہرداری یاریاکاری کے جواب دیجئے۔ بندہ خود کو اور اپنی طرح کے دوسرے لوگوں کو خبردار کرنا چاہتا ہے کہ ہم لوگ گنہگاروں میں شامل ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ ہم اطاعتوں کو چھوڑ کر شہواتِ نفسانی کے بندے بن گئے ہیں۔

ان سب چیزوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمارے سب کام اپنی نفسانی خواہشوں کے لئے اور شکم اور فرج کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اور ہم سب شکم پرست ہیں۔ اگر ہم ترکِ لذّت کرتے ہیں تو اسلئے کہ زیادہ بڑی لذتوں سے بہرہ ور ہو سکیں۔ ہماری نظر اور ہمارے ارمانوں کا ہدف اور ہماری قبلہ گاہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ بساط شہوت بچھی رہے۔ نماز جو قربِ الٰہی کی معراج ہے۔ ہم محض بہشت کی حوروں کی قربت حاصل کرنے کے لئے بجالاتے ہیں۔ اس کا قربت حق سے کوئی تعلق نہیں نہ ہی یہ خدا کے حکم کی اطاعت گزاری کے لئے ہے۔ ہماری نمازیں رضائے خداوندی کے حصول کی نیّت سے ہزاروں کوس دور ہیں۔

اے معارف الٰہی سے بے خبر بے چارے انسان ! تو اپنی شہوت اور غضب کے

تقاضوں کے علاوہ کچھ اور جانتا ہی نہیں۔ تو اپنے ذکر و ورد سے شغف، مستحبات و واجبات کی ادائیگی، مکروہات و محرّمات کے ترک، اخلاق حسنہ کی پابجائی اور سیئاتِ اخلاق سے اجتناب کو غرض اپنے سارے اعمال کو ذرا انصاف کی ترازو میں رکھ کر دیکھ کیا تیرے یہ اعمال اپنی شہوانی اور نفسانی آرزوؤں کی تکمیل کے لئے نہیں ہیں؟ کیا ان کا مقصد زمرّدین تخت پر جگہ پانے، جنت کی شوخ و شنگ نعمتوں (حوروں) سے ہم آغوش ہونے، زرق برق ریشمی لباس پہننے، خوبصورت محلات میں رہنے اور اپنی تمام نفسانی آرزوؤں کی تشفی کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟ کیا یہ اعمال جو صرف نمود و نمائش اور پرستش نفس کی راہ میں ہیں، ان کو خدا سے نسبت دی جا سکتی ہے؟ کیا انہیں خدا کی پرستش مانا جا سکتا ہے؟ کیا تو اپنے آپ میں اور مزدور میں جو معاوضہ کے لیے کام کرتا ہے کوئی فرق محسوس کر سکتا ہے؟ اگر مزدور یہ کہے کہ میں محض مالک کی خاطر یہ کام کر رہا ہوں تو تو اس کی تردید کیسے کرے گا؟ کیا یہ سراسر جھوٹ نہیں ہے؟ کیسے تو یہ کہے گا کہ تو نماز اس لیے پڑھتا ہے کہ خدا کا قرب حاصل ہو؟ ہماری یہ نمازیں خدا سے نزدیکی حاصل کرنے کے لیے ہیں یا بہشت کی عورتوں کا قرب حاصل کرنے کے لئے ہیں؟ میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ عرفاء اور اولیائے خدا کی نظر میں ہماری یہ عبادتیں گناہان کبیرہ کے زمرے میں آتی ہیں۔ اے بے بس انسان! تو خدائے جل جلالہ کے حضور میں، اسکے ملائکہ اور مقرّبین کی نظروں کے سامنے رضائے حق کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ عبادت جو قرب حق کی معراج ہے، اس کو تو نفسِ امّارہ اور شیطان کی خوشنودی کا وسیلہ بناتا ہے؟ اور پھر تو بغیر کسی شرم و حیاء کے اپنی عبادتوں کے درمیان خدا اور اس کے ملائکہ مقرّبین کے سامنے جھوٹ سے کام لیتا ہے، افتراء پردازی کرتا ہے! اس پر مستزاد یہ کہ ان پر اپنا احسان بھی جتاتا ہے، اور عُجب و خود نمائی کا مظاہرہ بھی کرتا ہے!! تجھے شرم نہیں آتی؟ آخر ہماری تمہاری یہ عبادتیں گنہگاروں کے گناہوں سے جن میں بدترین گناہ ریاء ہے کس طرح مختلف ہیں؟ اس لئے کہ ریاء شرک ہے اور اس کی سب سے بڑی برائی یہی ہے کہ اس کے زیر اثر عبادت بھی

نهضت ترجمه Translation Movement INS

خالصتاً خدا کے لیئے نہیں ہوتی۔ ہماری تمام عبادتیں شرکِ محض ہیں جن میں نہ صرف خلوص اور اخلاص کا شائبہ تک نہیں بلکہ حصول رضائے خدا کا بھی اس میں کوئی دخل نہیں۔ یہ صرف اپنی شہوتوں کی تسکین اور شکم اور فرج کے تقاضوں کی تکمیل کے لیئے ہیں۔

ا اے عزیز! وہ نماز جو کسی عورت کے لیئے ہو، چاہے وہ دنیاوی عورت ہو یا بہشتی مخلوق، ایسی نماز خدا کے لیے نہیں کہی جا سکتی۔ وہ نماز جو زرِ دنیاوی کے لیئے ہو یا دولتِ آخرت کے لیئے اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں، تو پھر یہ ناز و نخوت، غمزہ و نخرا کس لیئے؟! یہ لن ترانی اور یہ اترانا، کیا معنی رکھتا ہے! کس لیئے تم خدا کے بندوں کو حقارت سے دیکھتے ہو اور اپنے آپ کو اس کے خاص بندوں میں شمار کرتے ہو؟ اے قابلِ رحم انسانو! تم یہ نہیں جانتے کہ تمہاری یہ نمازیں تمہیں عذاب کا مستحق بناتی ہیں اور تمہارے لیے طویل و عریض زنجیروں کی قید کا سامان ہیں: تو پھر کیوں تم اپنے آپ کو کسی اجر کا، کسی صلہ کا مستحق سمجھتے ہو؟ اور اسی توہم کی بناء پر عُجب و تکبّر کرتے اور اپنے لیئے ایک اور عذاب کا انتظام کرتے ہو؟ تم اپنے اعمال کو فرض کی طرح انجام دو۔ اس بات کو یاد رکھو کہ تمہاری یہ طاعات خدا کے لیئے نہیں ہیں۔ اور یہ سمجھ لو کہ یہ محض خدائے تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ تمہیں جنت میں جگہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوری اور ضعف کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کو ایک قسم کے شرک کے لیئے معاف فرماتا ہے۔ اور اپنی رحمت اور ستاری سے ان کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اس پردۂ ستاریت کو چاک نہ ہونے دو، حق کی مغفرت کا نقاب ان سیّئات کے چہروں پر پڑا رہنے دو۔ جنکو ہم نے اور تم نے عبادتوں کا نام دے رکھا ہے! خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ستاریت کا یہ ورق الٹ جائے۔ اور اس کے بجائے عدل کا باب کھول دیا جائے! اگر ایسا ہوا تو تم پر کھلے گا کہ ہماری عبادتوں کی سڑانڈ گنہگاروں کے گناہوں کے تعفّن سے کمتر نہیں! اس سے پہلے ہم نے ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا تھا جسے ثقۃ الاسلام کلینی نے کتاب کافی میں امام صادق (ع) کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہاں

[illegible]

Translation Movement
IRS

Translation Movement IPS

سچ بتلائے کہ اُسے خدا کی جستجو ہے ! یا خود اپنی تلاش ہے ؟ تمہارا دل موحّد ہے اور صرف ایک کا طالب ہے یا مُشرک ہے اور دوگانہ پرست ہے ؟ یہ عُجب، یہ خود بینی کیا ؟ کس لیے ؟ اپنے اعمال پر اتنا پھولنا، اس قدر اکڑنا کیا معنی رکھتا ہے ؟ فرض کرلو کہ تمہارے عمل کے تمام اجزاء درُست ہیں، وہ تمام شرائط پر پورا اترتا ہے، وہ ریاء و شرک، عُجب اور سارے فسادوں سے خالی ہے، پھر بھی اس کا مقصود و منتہا اپنے شکم و فرج کی تشفی ہی تو ہے ! ایسا عمل کیا اس لائق ہے کہ تم اُسے ملائکہ کے سپرد کرسکو ؟ تمہیں چاہیئے کہ ایسے اعمال کو سب کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھو۔ یہ اعمال برائیوں اور گناہوں کی پوٹ ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ ان پر شرمندہ ہو اور انہیں حتی المقدور ہر آنکھ سے چھپائے رکھے۔

اے خداوند ! شیطان اور خود اپنے نفسِ امّارہ کے شر سے بچنے کے لئے ہم تیری ہی پناہ چاہتے ہیں۔ تو ہی ہے جو ہمیں ان کے دھوکوں اور فریبوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔
محمّد و آلِ محمّد کے صدقے میں ہماری یہ درخواستیں قبول فرما۔!

حدیث چہارم

تکبّر اور دوسروں پر اپنی فوقیت جتانا

تکبّر قابلِ ملامت خصوصیات اور رذائل میں شمار ہوتا ہے، جو روحانی بالیدگی اور کمال کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ تکبّر عُجب سے اور اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں اہم محسوس کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے خیال میں وہ انسان جو عُجب کی بلا میں گرفتار ہوتا ہے، اپنے آپ سے جھوٹ بولتا ہے (وہ فضیلت جو اس میں نہیں اسکو اپنے آپ سے نسبت دیتا ہے) لیکن متکبّر دوسروں سے جھوٹ بولتا ہے حالانکہ وہ اس کا گمان نہیں رکھتا (کہ وہ دوسروں سے جھوٹ بول رہا ہے) اپنے آپ کو اس منزلت کے مستحق ٹھہراتا ہے جس کا وہ مستحق نہیں[1]۔ اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں غزالی نے عُجب اور کبر کو رذائل کی ایک ہی قسم میں رکھا ہے۔ انہوں نے اسکی تعریف اسطرح کی ہے کہ کبر اور اپنے آپ کو اہم سمجھنا قابلِ ملامت ہے۔ اور یہ حقیقت میں حق تعالیٰ سے خصومت رکھنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ صرف وہی کبریائی اور عظمت کا سزاوار ہے[2]۔

---

[1] اخلاقِ ناصری، صفحہ ۱۳۳ (چاپ علمیہ اسلامیہ۔ تہران)

[2] کیمیائے سعادت، ج ۲۔ ص ۲۴۷

Translation Movement

سے الگ ایک چیز ہے۔ جس طرح پہلے ذکر کیا جا چکا ہے یہ صفتِ زشت وخبیث و رذیل عُجب کی ہی پیداوار ہے۔ اور اسی شاخ کا ثمر ہے۔ اسلیئے کہ عُجب خودپسندی کا نام ہے۔ جبکہ کبر دوسروں پر بڑائی جتانے اور عظمت فروشی کو کہتے ہیں۔ انسان جب اپنے آپ میں کوئی کمال دیکھتا ہے، تو اس کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ جو سرور و شگفتگی اور نازکی کیفیت ہوتی ہے، اسی کا نام عُجب ہے۔ جب وہ گمان کرتا ہے کہ دوسروں میں یہ خوبی نہیں تو ایک دوسری تبدیلی اس کے اندر آتی ہے کہ وہ بڑائی اور تفوق کا اظہار کرتا ہے۔ جسکے نتیجے میں وہ اپنی بڑائی کا مظاہرہ کرتا، اکڑتا اور اپنی عظمت کے خبط میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسی کو کبر یا غرور کہتے ہیں۔ یہ سب چیزیں باطن میں اور دل کے اندر رونما ہوتی ہیں۔ لیکن ان کے اثرات ظاہر میں بھی، انسان کی چال ڈھال میں افعال واقوال میں صاف دکھائی دیتے ہیں۔

تکبر انسان کو خودبین اور خودپسند بنا دیتا ہے۔ جیسے جیسے اس کی خودپسندی بڑھتی جاتی ہے وہ اور بھی خودبین بنتا جاتا ہے۔ اور جیسے جیسے خودپسندی میں اضافہ ہوتا ہے، اس کی خودستائی بھی بڑھتی جاتی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ نفسیاتی خصوصیات، چاہے وہ نقائص ورذائل ہوں یا کمالات وفضائل ایک دوسرے میں اتنی گڈمڈ ہوتی ہیں اور ان کے امتیازی خطوط اتنے باریک ہوتے ہیں کہ ان کو الگ الگ دیکھنا اور پہچاننا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی ان کے درمیان حد فاصل کھینچنے کا یہ مسئلہ بزرگ علماء کے درمیان بھی شدید آپسی اختلاف کا باعث بنتا ہے۔ ایک نفسیاتی صفت کی تعریف کرتے وقت کئی خدشات رہتے ہیں۔ اس لیئے بہتر یہی ہوگا کہ ہم مفہوم تراشی سے خود کو دور رکھیں۔ اور ان امور کو ضمیر پر چھوڑ دیں۔

یہ جاننا چاہیئے کہ غرور کے بھی کئی درجے ہیں جس طرح عُجب کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض درجات اسی طرح کے ہیں جو عُجب میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہاں

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement

نهضت ترجمه
Translation Movement

پابند مناسک عبادت گزاروں اور صاحبانِ علم ودیانت میں بھی دیکھا گیا ہے۔ جیسے کوئی اذان دینے کو اپنے شایانِ شان نہ سمجھ کر اس سے کنارہ کشی اختیار کرے یا قولِ حق کو اس وجہ سے قبول نہ کرے کہ اُسے پہنچانے یا دہرانے والا اس کے برابر کا یا اس سے کمتر درجے کا شخص ہے۔ کبھی یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی شخص ایک چیز کو اپنے کسی دوست یا ہم مرتبہ سے سنتا ہے تو اس کو پوری شدت سے رد کر دیتا ہے۔ اور اس چیز کے ماننے والے کو لعن طعن کا نشانہ بناتا ہے۔ اگر جب وہی بات کسی ایسے شخص سے سنے جو دینی یا دنیاوی رتبے میں اس سے بڑا ہو تو وہ اس کو فوراً مان لے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی بار اس نے اس کو جس شدت سے رد کیا تھا اسی شدت اور سنجیدگی سے اس کو قبول کرنے پر اصرار کرے۔ ایسا انسان سچائی کا طالب نہیں ہوتا بلکہ اس کا غرور سچ کی راہ میں حائل ہوتا ہے۔ اور اس کی خوشامد پرستی اس کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ یہ اس قسم کا غرور ہے جو کسی شخص کو کسی خاص علم یا کسی کتاب کی تدریس ترک کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کی تعلیم کو اپنے شایانِ شان نہیں سمجھتا یا وہ ظاہری طور پر گم نام لوگوں کو درس دینا یا بہت کم لوگوں کی جماعت کو پڑھانا پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح بعض افراد چھوٹی مسجد میں چھوٹی سی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ رضائے حق تعالیٰ اسی میں ہے۔ یہ رویہ اتنا مخفی اور نازک ہوتا ہے کہ جو شخص اس کا شکار ہوتا ہے وہ بھی سمجھ نہیں سکتا کہ اس کا یہ عمل اس کے غرور کی دلیل ہے[۴] اس بات کو وہی سمجھتے ہیں جنہیں اصلاحِ نفس کی فکر ہو اور وہ نفس کی جعل بازیوں سے خوب واقف ہوں۔

لیکن خدا کے بندوں کے ساتھ غرور کی بدترین شکل عالمانِ دین اور دانشمندوں کا غرور ہے اس لیے اس کے مفاسد اور اس کے نقصانات بھی سب سے بڑھ کر ہیں۔

۴۔ پوشیدہ نہ رہے کہ جس 'ترکِ قبول' کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ اوامرِ خدا سے انکار کیا جائے، دوسرے یہ کہ بندگانِ خدا کے ساتھ غرور کا مظاہرہ کیا جائے۔

نهضت ترجمه
Translation Movement

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement

تواضع کی صفت پیدا کرے۔ اور اپنے دل میں غرور و تکبر کو پنپنے نہ دے۔ کوئی علم ایسا نہیں ہے جو تکبر پیدا کرتا ہو اور تواضع اختیار کرنے میں مانع ہو۔ یہاں اس بات کا اس لیے ذکر کیا جا رہا ہے کہ مذکورہ بالا اشخاص کا علم ان کے اعمال کی تائید نہیں کرتا۔ دوسرے علوم جیسے طب، ریاضی، علوم طبیعی کے ماہرین اور ٹیکنالوجی کے ماہرین میں بھی غرور کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ یہ افراد بھی دوسرے علوم کو، چاہے کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں ہیچ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے ماہرین کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ گمان رکھتا ہے کہ اصل علم وہی ہے جو اس کے پاس ہے۔ یہ اپنے دل میں دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں، اور اپنے رویہ میں لوگوں سے غرور اور تکبر برتتے ہیں۔ جبکہ ان کا علم بھی انہیں اس طرزِ رفتار کی اجازت نہیں دیتا۔ عالموں کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی مثلاً مذہبی مناسک اور عبادات کی پابندی کرنے والوں میں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو دوسروں سے غرور کا برتاؤ کرتے ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں، اور ان کی تحقیر کرتے ہیں۔ اور دینی علما تک کو نجات کا مستحق نہیں سمجھتے۔ جب کبھی علم کا ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں کہ بغیر عمل کا علم بیکار ہے۔ اصل چیز تو عمل ہے۔ جس علم سے انہیں شغف ہوتا ہے اسی کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اور دوسرے تمام طبقات کے ساتھ عُجب و غرور برتتے ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی صاحب اخلاص اور حقیقی عبادت گزار ہے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے عمل کی اصلاح کرے۔ نماز منکرات اور فحشا سے روکتی ہے اور مومن کی معراج کہلاتی ہے۔ لیکن یہ شخص جس نے پچاس برس نماز گزاری میں بسر کئے ہیں اور واجبات ہی نہیں مستحبات پر بھی سختی سے کاربند رہا ہے۔ اس نے غرور ایسی رذیل عادت جو الحاد کی جڑ ہے اور عُجب کو جو الحاد ہے، جو تمام فساد سے بُری شے ہے، اپنے اعمال اور افکار میں دخیل کر لیا ہے۔ اس طرح سے اس نے شیطان اور اس کے کردار سے قربت اختیار کر لی ہے۔ وہ نماز ہی نہیں جو فحشا سے نہ روکے اور قلبِ انسانی کی دیکھ بھال نہ کرے بلکہ اس کی کثرت دل کو فاسد اور اعمال کو خراب کر دے، مجھے مغرور بنا دے جو شیطان کی خاصیت ہے، تو وہ نماز کہاں رہی؟ نماز کا اقتضا یہ نہیں کچھ اور ہے

برتری اور تفوق کا مظاہرہ کرے۔ بعض محققین، جنکی کتابوں سے ہم نے بہت ساری مثالیں اور احوال اخذ کئے ہیں کہتے ہیں کہ دنیا میں غرور کا ادنیٰ ترین درجہ یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی دوسرے لوگوں کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتا ہے، گویا وہ ان سے بچنا چاہتا ہے اور کسی عابد میں اس حالت کی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگوں سے سرد مہری سے پیش آتا ہو اور بھنوؤں میں گرہ ڈال کر بات کرتا ہے۔ جیسے وہ ان لوگوں سے دور رہنا چاہتا ہے یا ان لوگوں سے برہم ہے۔ وہ بیچارہ یہ نہیں جانتا کہ زہد کا تعلق پیشانی سے نہیں نہ ہی ماتھے کی شکن اور چہرے کی سختی و ترشی اس کی علامات ہیں۔ ورع و تقویٰ لوگوں سے کج روی برتنے ان سے بھاگنے، گردن ٹیڑھی رکھنے، سر جھکائے رہنے کا ہی نام نہیں بلکہ اس کا تعلق قلب سے ہے۔ پیغمبر (ص) نے فرمایا "تقویٰ یہاں ہے"، اور اشارہ کیا اپنے سینے کی طرف کبھی غرور کا اظہار زبان اور الفاظ سے ہوتا ہے اور وہ اپنے اوپر فخر و مباہات کرتا اور تزکیۂ نفس کے اصولوں پر کاربند ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ عبادت گزار تفاخر کے موقع پر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا ہے۔ ساتھ ہی وہ دوسروں کے ساتھ تنقیص کرتا اور اپنے عمل کو بڑھا کر پیش کرتا ہے۔ کبھی کبھی وہ عابد اپنے اعمال کا ذکر صراحت سے نہیں کرے گا۔ لیکن کچھ ایسی بات کہے گا جس میں اپنے تزکیۂ نفس کی طرف اشارہ ہو عالم غرور کے اظہار میں دوسرے لوگوں سے یہ کہتا ہے کہ "تم کیا جانتے ہو۔ میں نے فلاں فلاں کتاب اتنے بار پڑھی ہے۔ اتنے سال مختلف یونیورسٹیوں میں گزارے ہیں۔ اور اتنے اساتذہ اور استادوں سے ملا ہوں، اتنی زحمتیں اٹھائی ہیں، کتابیں لکھی ہیں اور تصنیف و تالیف کا کام کیا ہے وغیرہ وغیرہ" ہر حال میں اپنے نفس کے شر اور اسکی جعلبازیوں سے بچنے کے لیئے خدا کی پناہ میں رہنا چاہیئے۔

غرور سے پیدا ہونیوالی روحانی اور سماجی برائیاں :

یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ صفت ناہنجار و زشت نہ صرف اپنے اندر بہت ساری برائیاں رکھتی ہے

Translation Movement
INS.

[illegible]

Translation Movement
IMS

Translation Movement

ہے۔ حدیث شریف کافی میں لکھا ہے کہ حضرت محمد باقر (ع) نے فرمایا:

الْعِزُّ رِدَاءُ اللّٰہِ وَالْکِبْرُ اِزَارُہٗ فَمَنْ تَنَاوَلَ شَیْئًا مِنْہُ اَکَبَّہُ اللّٰہُ فِیْ جَہَنَّمَ[1]

عزت وکبریائی اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے، جو کوئی اس میں حصہ لگائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں جھونک دے گا۔ اور وہ بھی کیسا جہنم! وہ جہنم جو متکبرین کے لیئے تیار کیا گیا ہے، اس جہنم سے مختلف ہو گا جو عام آدمیوں کے لیئے خلق ہوا ہے۔ یہاں میں اس حوصلہ فرسا حدیث کو نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کا صرف ترجمہ سابق میں پیش کیا تھا:

مُحَمَّدُ بْنُ یَعْقُوبَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ عُمَیْرٍ عَنِ ابْنِ بُکَیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ، قَالَ: اِنَّ فِیْ جَہَنَّمَ لَوَادِیًا لِلْمُتَکَبِّرِیْنَ یُقَالُ لَہٗ سَقَرُ شَکٰی اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ شِدَّۃَ حَرِّہٖ وَسَاَلَہٗ اَنْ یَاْذَنَ لَہٗ اَنْ یَتَنَفَّسَ فَاَحْرَقَ جَہَنَّمَ[2]

یہ حدیث انتہائی معتبر ہے بلکہ صحیح کا درجہ رکھتی ہے۔

ابن بکیر حضرت امام صادق (ع) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: بے شک جہنم میں ایک وادی متکبرین کے لیئے مختص ہے۔ جسے "سقر" کہتے ہیں۔ ایک روز اس نے خدائے عزّ و جلّ سے اپنی شدّت حرارت کا شکوہ کیا اور خدا سے درخواست کی کہ اس کو اجازت ملے کہ وہ سانس لے سکے۔ پس اس نے سانس لی اور جہنم بھڑکنے لگا۔

خدا کی پناہ اس جگہ سے جو خود دار عذاب ہوتے ہوئے اپنی حرارت و گرمی کی شکایت کرے۔ اور جہنم اسکے سانس لینے سے جل اُٹھے۔ آگ کی اس شعلہ فشانی اور آخرت کے عذاب

---

[1]: ترجمہ اصول کافی۔ ج ۳۔ ص ۴۵۸

[2]: ایضاً۔ ص ۴۵۹

Translation Movement
IPS

Translation Movement IYS

نهضت ترجمه
Translation Movement
TMS

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement

بے شک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں اور وہاں کے رہنے والوں کی عزت کو ذلت بنا دیتے ہیں۔

وہ قلبِ انسانی کو قلبِ احدی اور احمدی بناتا ہے۔ کیوں تیرے دل نے تجھکو اپنے ذہنی حسن کا گرویدہ بنا رکھا ہے، جو ساری رنگینیاں سمیٹ کر ان کے گرد تعلقات اور تعینات کا میلہ لگا رکھیں۔ تو نے اپنے دل کو حق تعالیٰ اور اس کے اسمائے شریف کے تجلیوں کے جلوے سے بیگانہ بنا لیا ہے؟ تو نے اپنے دل کو شیطان کی آماجگاہ بنا لیا ہے اور تو بندگانِ خدا اور خاصانِ درگاہِ حق اور جمالِ محبوب کے جلووں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ حیف ہے تیرے حال پر اے نام نہاد عارف کہ تیری حالت سب سے بدتر ہے اور تجھ پر حجت تمام ہے۔ تو حق کے ساتھ غرور کرتا ہے اور اسماء و صفات و تجلیّات ذات کے حضور بھی اپنی فرعونیت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اے مفاہیم کو رٹنے والے، اے حقائق سے دُور افتادہ انسان! ذرا تأمل تو کر دیکھ کہ تیرے پاس کتنا علم ہے؟ تو اپنے باطن میں کتنا اثرِ حق اور اس کی صفات کا دیکھتا ہے؟ موسیقی اور اس کے راگ راگنیوں کا علم بھی شاید تیرے علم کے مقابلے میں زیادہ گہرا ہوگا۔ علمِ ہیئت، ٹیکنالوجی، تمام حیاتی، طبیعی، سائنسی اور ریاضی اصطلاحات کی پیچیدگی اور نزاکت کے لحاظ سے تیرے علم کے مساوی ہیں۔ جس طرح یہ علوم، عرفانِ خدا سے تعلق نہیں رکھتے، تیرا علم بھی اصطلاحات کے حجابوں میں لپٹا ہوا ہے۔ اور مجرد تصورات کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ نہ وہ کوئی کیفیت پیدا کر سکتا ہے اور نہ حال لا سکتا ہے۔ بلکہ شریعت کے لحاظ سے طبیعی، سائنسی اور ریاضی علوم تیرے علم سے بہتر ہیں کیونکہ ان سے کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہے۔ تیرا علم نہ صرف یہ کہ لاحاصل ہے بلکہ اسکا الٹا اثر ہوتا ہے جیومیٹری کا ماہر انجینئرنگ میں اپنے علم سے فائدہ اٹھاتا ہے اور ایک سنار اپنے علم سے بہرہ مند ہوتا ہے، لیکن تیرا علم دنیوی فائدہ تو دور کی بات ہے نظری لحاظ سے بھی مفید نہیں۔ تیری آنکھوں پر پڑا ہوا پردہ اتنا دبیز ہے کہ اس میں سے تجھے مقامِ احدیت کی جھلک بھی دِکھائی

نهضت ترجمه
Translation Movement

کہا ہے کہ "حکیم وہ ہے جس کے لئے بدن ایک لباس کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس وقت ارادہ کیا اُسے رہا کر دیا۔" انہوں نے کیا کہا تھا اور ہم کیا کہتے ہیں۔ حکمت سے انہوں نے کیا مطلب سمجھا اور ہم کیا سمجھ رہے ہیں۔ بہر حال تم نے کچھ تصورات کی بناء پر اور تھوڑی اصطلاحات کو رٹ کر اپنے آپ پر ناز کرنا سیکھ لیا ہے، اور لوگوں سے غرور سے پیش آنے لگے ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ سب کم ظرفی، تنگ حوصلگی اور قابلیت کی کمی کی وجہ سے ہے۔

وہ جو اپنے آپ کو لوگوں کا مرشد اور ہادی سمجھے ہوئے ہیں اور مسندِ ارشاد و تصوف پر براجمان ہیں ان کا حال مقدم الذکر دو گروہوں کے افراد سے بدتر اور اس کا از و عمرہ ان سے بڑھ کر ہے اصطلاحات کا ذخیرہ اس نے ان دو گروہوں سے چرا کر اپنی متاع کو ان سے سجا لیا ہے تاکہ بازار میں اس کے اونچے دام لگیں۔ ان کے وسیلے سے اس نے بندگانِ خدا کے دلوں کو حق سے منحرف کر کے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ اور ان سادہ دل اور بے آلائش لوگوں کو علماء اور دوسرے لوگوں کے خلاف کر دیا ہے۔ اپنی دکان کو چمکانے کے لیئے اس نے جان بوجھ کر یا بلا سوچے سمجھے کچھ جاذبِ نظر اصطلاحات سے بیچارے عوام کو بنا لیا ہے۔ اُسے یہ خوش فہمی ہے کہ مجذوب علیشاہ یا محبوب علیشاہ نام رکھ لینے سے حال و جذب کی کیفیت خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ اے طالبِ دنیا! اے مفاہیم کے سارق! تیری یہ کارکردگی جو توہم پر مبنی ہے۔ اس قدر غرور و تکبر کی چیز نہیں ہے۔ بیچارہ اپنے دماغ کے چھوٹے پن اور حوصلے کی تنگی کی وجہ سے دھوکے میں رہا اور اپنے آپ کو صاحبِ مقام سمجھتا رہا۔ سب نفس و دنیا کو چرائے ہوئے مفاہیم، اصطلاحات اور تصورات سے ملا کر اُس نے ایک عجیب چیز کو جنم دیا ہے اور ان سب کی آمیزش سے ایک معجون مرکب اور ایک عجیب ملغوبہ تیار کیا ہے۔ ان تمام عیوب کے رکھتے ہوئے وہ اپنے آپ کو آدمیت کا مرشد، نجاتِ امت کا ضامن و ہادی اور صاحبِ شریعت سمجھتا ہے! یہ دراصل صلاحیت کے فقدان، قابلیت کی کمی، سینے کی تنگی اور دل کے چھوٹے پن کا نتیجہ ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement

نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تمہیں قواۓ ظاہرہ اور باطنہ عنایت فرمائے۔ لیکن پھر بھی تم اتنے کمزور اور حقیر ہو کہ اپنی قوتوں میں سے کسی پر بھی پوری طرح قدرت نہیں رکھتے۔ نہ تم اپنی صحت کی حفاظت کر سکتے ہو نہ اپنی طاقت اور زندگی کی دیکھ بھال اور نہ اپنی جوانی و جمال کو محفوظ رکھ سکتے ہو۔ اگر کوئی بلا یا مرض تمہیں آ گھیرے تو تم اس کو دور تک نہیں کر سکتے۔ اب بھی تمہارے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ اگر ایک دن بھوکا رہنا پڑے تو تم کوئی بھی مُردار، گندی شئے کھانے کو تیار ہو جاؤ گے۔ اور اگر پیاس کی شدت تمہیں ستائے تو تم کوئی بھی گندا ناپاک پانی پینے کو تیار ہو جاؤ گے۔ ہر ایک معاملے میں تم اب بھی ایک ذلیل و ناچیز بندے ہو جو کسی بھی چیز پر قادر نہیں۔ اگر تم خود اپنا دنیا کی دوسری موجودات اور ان کے کمالات سے مقابلہ کرو تو دیکھو گے کہ تمہاری کوئی حیثیت نہیں۔ یہی نہیں بلکہ تمام کرۂ زمین بلکہ تمام نظامِ شمسی بھی اس عالم طبیعی کے آگے جو تمام دنیاؤں میں ادنیٰ ترین دنیا ہے اور تمام کائناتوں میں سب سے چھوٹا ہے۔ خود کسی بھی قدر و قیمت کا حامل نہیں۔

اے عزیز! تم نے اپنے سوا دیکھا ہی کیا ہے۔ اور اگر کچھ دیکھا بھی ہے تو اسے تولا جانچا اور پرکھا نہیں۔ اپنے آپ کو اور جو کچھ بھی تمہارا سرمایہ ہے اس کا اپنے شہر سے مقابلہ کر کے دیکھو اور اس کے بعد اپنے شہر کا مقابلہ مملکت سے اور اپنی مملکت کا موازنہ دوسرے ممالک سے کرو جن میں ایک ٹیا سو بھی تم نے دیکھا سنا نہیں۔ پھر ان کا پوری زمین سے اور زمین کا نظامِ شمسی اور اس کے دوسرے وسیع و عریض سیاروں سے مقابلہ کرو جو سورج کی شعاعوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اس نظامِ شمسی کا جو تمہاری فکروں کے حدود سے زیادہ وسیع ہے۔ دوسرے نظامہائے شمسی سے موازنہ کرو جن کے سامنے ہمارا سورج اپنے تمام سیاروں سمیت ایک چھوٹا سا ذرہ ہے۔ کیوں کہ ان میں سے ہر ایک سورج ہمارے سورج اور اس کے سیاروں کے مجموعے سے کہیں زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ جو کچھ اب تک دریافت ہو سکا ہے وہ کئی ملین کہکشانوں سے کم نہیں ہے۔ اور نزدیک ترین اور سب سے چھوٹی کہکشاں میں کئی ملین نظامہائے شمسی ہیں۔

Translation Movement

ہیں۔ تم نے فشارِ قبر کی ظلمتوں اور وحشتوں کے بارے میں جو کچھ بھی سُن رکھا ہے۔ تم شاید اپنی موجودہ دنیا کی تاریکیوں، وحشتوں اور فشاروں سے اس کا قیاس کرتے ہو گے۔ حالانکہ یہ ایک وہم باطل ہے۔ خدایا! تو ہماری فریاد کو سُن اور ہمیں اس عذاب سے محفوظ رکھ جس کے ہم خود اپنی مرضی سے مستوجب قرار پائے ہیں۔ عذابِ قبر جو عذابِ آخرت کا نمونہ ہوگا، جس سے بچنے کے لئے بعض روایات کی رُو سے (خدا نہ کرے) ہمیں شافعین کا دامن بھی میسّر نہ ہو سکے گا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کیسا عذاب ہوگا۔ دنیائے آخرت کا حال تو تمام سابقہ حالتوں سے بدتر اور زیادہ وحشتناک ہوگا۔ وہ حقائق کے ظاہر ہونے کا اور اسرار کے کشف ہونے کا دن ہوگا۔ اس روز ہمارے اخلاق اور اعمال مجسم ہو کر ہمارے سامنے آئیں گے۔ اور ہمیں ہر چیز کا حساب کتاب دینا ہوگا۔ وہ ذلت و خواری کا دن ہوگا۔

عذابِ آخرت کا تجسّم:

قیامت کے بعد جو حال جہنم میں ہوگا، وہ بھی ظاہر ہے۔ جہنم کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہو؟ عذابِ جہنم صرف آتش پر ہی منحصر نہیں، اس کا ایک ہولناک دروازہ تمہاری آنکھوں کے لئے کھول دیا جائے گا۔ اگر وہ اس دنیا پر کھولا جائے تو تمام اہلِ دنیا اس کی دہشت سے ہلاک ہو جائیں گے۔ اسی طرح ایک اور تمہارے گوشت کو عذاب دینے کے لئے کھولا جائے گا۔ ایک تمہاری ناک کی طرف، جن میں سے ایک بھی مادّی دنیا کے رہنے والوں کے لئے کھولا جائے تو وہ اس کی شدتِ عذاب سے ہلاک ہو جائیں۔ آخرت کی حقیقت جاننے والے علماء میں سے ایک کا کہنا ہے کہ جس طرح جہنم کی آگ شدت کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اسی طرح وہاں کی ٹھنڈک بھی اپنی شدت کے کمال پر ہوگی اللہ تعالیٰ شدید گرمی اور شدید ٹھنڈک کو یکجا کرنے پر قادر ہے۔ یہ ہے ہمارے اعمال کا

نهضت ترجمه
Translation Movement

اپنے دونوں ہاتھوں سے خیرات دیتے تھے۔ وہ بزرگوار خچر کی سواری کرتے تھے۔ اپنے غلاموں اور اسی طرح کے لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ ان سرورِ عالمیاںؐ کی سیرت پاک میں لکھا ہے کہ گھر کے کاموں میں اپنے گھروالوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اور اپنے دست مبارک سے گوسفند کا دودھ دوہتے تھے۔ اپنے پھٹے ہوئے کپڑے اور جوتے خود سیتے تھے۔ اور اپنے خادم کے ساتھ چکی پیستے اور آٹا گوندھتے تھے۔ اپنی چیزیں خود اٹھاتے تھے اور فقراء اور مسکینوں کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ اور ان کے ساتھ طعام تناول فرماتے تھے۔ ہمارے سرورؐ کی سیرت اور ان بزرگوار کی تواضع کی مثالیں اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ بھی اس وقت جبکہ ان کا روحانی مقام اور ظاہری سلطنت و ریاست بھی اوجِ کمال پر تھی۔ اسی طرح حضرت علیؑ ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ نے بھی ان ہی بزرگوار کی پیروی کی۔ اور ان کی سیرت سیرتِ رسولؐ کی شبیہ تھی۔۔

کبر کا علاج یہ ہے کہ اس کے تقاضوں کے خلاف عمل کیا جائے

اے عزیز دوست! اگر تجھے اپنے روحانی کمال پر غرور ہے تو رسولؐ اور آئمہؑ کے مراتب کا تصور کر جو ہر ایک سے بڑھ کر تھے۔ اور اگر تجھے ریاست و سلطنت پر غرور ہے تو وہ بزرگ حقیقی سلطنت کے مالک تھے۔ ان سب صلاحیتوں کے باوجود ان کی فروتنی و خاکساری ہر ایک سے بڑھ کر تھی۔ اس لیے یہ جان لو کہ تواضع و انکسار علم و معرفت کی پیداوار ہے۔ اور غرور و سرکشی اس کے برعکس جہل و نادانی کا نتیجہ۔ اس ننگِ جہل و پستی کی ذلالت سے چھٹکارا حاصل کر اور انبیائے خدا کی صفات سے خود کو متصف کر۔ شیطانی صفات سے چھٹکارا حاصل کر اور خدا کی کبریائی کے معاملات میں متنازعہ نہ کرو۔ اس لئے کہ حق سے جھگڑا کرنے والا اس کے قہر و غضب کا نشانہ بنتا ہے۔ اور آتش میں جھونکا جاتا ہے۔ اگر تم اپنے نفس کی اصلاح میں کامیاب ہو جاؤ تو تھوڑی سی احتیاط کے بعد اس راستے پر چلنا بھی تمہارے لئے آسان ہوگا۔ ہمت مردانہ، حریتِ خیال اور بلندئ نظر سے کام لو تو اس راہ میں کسی بھی اچانک حادثے کا کوئی خطرہ نہیں۔ خود اپنے نفسِ امارہ اور شیطان پر غلبہ پانے

کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق تھی جناب استادِ معظم فقیہہ مکرم حاجی شیخ عبدالکریم حائری یزدی جو ۱۳۴۰ ہجری سے ۱۳۵۵ تک تمام شیعہ دنیا کے مرجع عالیقدر تھے۔ سبھوں نے دیکھا ہے کہ ان کا کیا کردار تھا۔ اپنے نوکروں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ زمین پر بیٹھا کرتے تھے۔ اور کم سن سے کم سن طلاب سے بے تکلفانہ، مزاح فرماتے تھے۔ آخری عمر میں جبکہ ان کی صحت گر چکی تھی، مغرب کے بعد بغیر عبا کے سر کے اطراف ایک مختصر سا کپڑا لپیٹ کر، پیروں میں چپل پہن کر گلی میں ٹہلنے نکلتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں ان باتوں سے ان کی وقعت کم نہیں ہوئی بلکہ کچھ اور بڑھ گئی۔

ان مرحوم کے علاوہ بھی قم کے علماء میں کئی محترم اشخاص ایسے تھے جو ان قیود و تکلفات کے پابند نہ تھے جن میں شیطان نے ہمیں مبتلا کر رکھا ہے۔ وہ اپنی ضرورت کا ہر سامان بازار سے خود خریدتے تھے۔ اپنے گھر کے لیے "خزانۂ آب" سے خود پانی لاتے تھے۔ اور گھر کے کاموں میں برابر حصّہ لیتے تھے۔ ان کی نظر میں مقدم و موخر کی اہمیت نہ تھی۔ صدر نشینی اور خاک نشینی دونوں یکساں تھیں۔ ان کی تواضع لوگوں کے لیے حیرت و تعجب کا باعث ہوتی تھی۔ لوگوں کی نظر میں ان کا مقام محفوظ تھا۔ اور دلوں میں ان کی محبوبیت قائم تھی۔ یہ سچ ہے کہ رسول اکرم (ص) اور حضرت علی (ع) کی صفات کو اپنانے سے انسان چھوٹا نہیں ہوتا۔ لیکن انسان کو نفس کی مکاریوں سے چوکنا رہنا چاہیئے کہ کہیں وہ تمہیں اپنے دام میں پھنسا کر کسی اور راستے سے تمہیں چت نہ کر دے۔ مثلاً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض لوگ کسی محفل میں اسطرح سے پیچھے بیٹھتے ہیں کہ جیسے وہ لوگوں پر یہ جتانا چاہتے ہیں کہ ان کا مقام تو اس سے کہیں اونچا ہے۔ لیکن یہ ان کی تواضع ہے کہ پچھلی صف میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص جسے اپنے بلند مقام ہونے کا خیال ہو، ایسے فرد کو جس کی حیثیت سب کی نظر میں اس سے کم تر ہے، اپنے آپ سے آگے جگہ دے۔ لیکن اس تقدم کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگ سمجھ جائیں کہ اس کا یہ عمل صرف تواضع کی وجہ سے تھا۔ یہ اور اس طرح کی سیکڑوں جعلسازیاں ہیں جن کا نفس مرتکب ہوتا ہے۔ جن میں غرور کے علاوہ

نهضت ترجمه
Translation Movement

نقارہ بج چکا ہے" اس راہ میں کوئی توشہ کام نہ آئے گا۔ مگر کمالاتِ نفسانیہ، تقوائے قلب، اعمالِ صالحہ، صفائے باطن اور ہر عیب سے پاک و پاکیزہ ہونا۔ بالفرض محال اگر تمہارا تعلق فقط ایمان کی ظاہری صورت رکھنے والے ناقص گروہ سے ہے تو تمہیں چاہیئے کہ ریا کاری و سالوس کے عیب و لوث سے اپنے آپ کو پاک کرو۔ تاکہ تمہارا شمار صالحین کے زمرے میں ہو۔ نفس کے جھوٹ اور عیاری کا مداوا توبہ اور ندامت کی آگ ہے۔ اپنے نفس کو آتشِ ملامت کی بھٹی میں پگھلا کر پانی پانی کر دو۔ اس کو پشیمانی کی آگ میں تپا کر ہر لوث سے پاک کرو یہی خدا کی طرف واپسی کا واحد طریقہ ہے۔ تم خود ہی اس عالم میں اپنا مداوا کرو ورنہ پھر خدائی آتش ہی اس کا علاج کرے گی۔ جس کے لیئے کہا گیا ہے کہ:

نارُ اللّٰہِ الموقدۃُ الّتی تطّلعُ علی الأفئدۃ۔

یہ وہ آگ ہو گی جو دل کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی ہی صدیاں وہ بھی اس دنیا کی نہیں آخرت کی اسکی اصلاح کے لیئے درکار ہوں گی۔ اس دنیا میں ان ناہنجاریوں کو دور کرنا بہت آسان ہے۔ یہاں پر تغیرات بہت تیزی سے واقع ہوتے ہیں۔ مگر عالمِ آخرت میں تغیرات دوسرے ڈھنگ سے واقع ہوتے ہیں۔ اور نفسانی ملکات میں سے کسی ایک ملکے سے چھٹکارا حاصل کرنے میں صدیاں گزر جاتی ہیں۔

اس لیئے میرے بھائی! جب تک زندگی و جوانی باقی ہے اور قوّت و اختیار رکھتے ہو، اپنی نفسانی اصلاح کی کوشش کرو۔ یہاں کے جاہ و شرف کی مذمت کرو۔ اور ان کو پیروں تلے روند ڈالو۔ تم ایک آدم زادے ہو شیطان کی صفت کو اپنے آپ سے دُور رکھو۔ ممکن ہے کہ شیطان کبر کی رذیل صفت کو دوسرے رذائل کے مقابلے میں زیادہ اہمیّت دیتا ہو۔ کیونکہ وہ اس کی اپنی ایسی صفت ہے جو درگاہِ الٰہی سے اس کے نکال باہر کیئے جانے کا سبب بنی تھی۔ اسی لیئے وہ چاہتا ہے کہ کیا عارف، کیا عام انسان، کیا عالم، کیا جاہل سب کو اپنا ہم مسلک

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement

نهضت ترجمه
Translation Movement

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement
TMS

الله

[illegible]

[illegible]

نوشتہ

اس پر فضل ہے۔ اس لئے حقیقت میں حاسد شخص خدا کے کسی کو نعمت عطا کرنے پر غضبناک اور خشمگیں ہوتا ہے۔ اس طرح وہ خود نعمت سے روگردانی کرتا ہے اور جو کچھ میں نے اپنے بندوں میں تقسیم کیا ہے اس سے ناخوش رہتا ہے۔ تو بس یہ سمجھ لو کہ ایسا شخص نہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں۔

حسد کی تعریف:

حسد ایک ایسی نفسیاتی حالت کا نام ہے جس کا شکار انسان دوسروں کو ملی ہوئی مفروضہ نعمت کے سلب ہونے کا آرزومند ہوتا اور دوسرے کے کمال کے زوال کی تمنا کرتا ہے، چاہے وہ نعمت اُس کے پاس ہو یا نہ ہو، اور چاہے وہ اسے مل سکتی ہو یا نہ مل سکتی ہو۔

نعمت کو مفروضہ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ نعمت (جس کے لیئے وہ حسد کرتا ہے) واقعی نعمت رہا ہو، اس لئے کہ اس چیز کا ثبوت ملتا ہے کہ اکثر وہ چیزیں جو نقائص اور رذائل کے زمرے میں آتی ہیں اکثر حاسدان کو بھی خوبیوں میں شمار کرتا ہے۔ اور اسی لیئے دوسروں کے لئے ان کے زوال کی آرزو کرتا ہے اور اس کا الٹا بھی ہو سکتا ہے کہ جو چیزیں انسانی لحاظ سے نقائص ہیں لیکن حیوانی لحاظ سے کمالات میں شمار کی جاتی ہیں، شخص حاسد ان کو کمال مان کر ان ہی میں ترقی کرنا چاہتا ہے اور حسد کی بناء پر دوسروں میں ان کے زوال کی تمنا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایسے افراد دیکھنے میں آتے ہیں جو سفاکی اور خون ریزی کو ہنر سمجھتے ہیں۔ اور جب بھی وہ ایسے اشخاص کو دیکھتے ہیں جن میں یہ چیزیں موجود ہوتی ہیں، تو ان سے حسد کرنے لگتے ہیں۔ یا بعض لوگ جو بیہودہ گوئی اور فحش بکنے کو کمال سمجھتے ہیں ان لوگوں سے جو ان چیزوں میں یکتا ہوتے ہیں جلنے لگتے ہیں۔ اس لئے اس نفسیاتی مرض کی

Translation Movement

بالکل برعکس حالات سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح جیسے کوئی انسان اپنے آپ میں کوئی خوبی یا کمال دیکھتا اور دوسروں کو اس سے عاری پاتا ہے تو اس کے اندر اپنی بڑائی اور فوقیت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ پر غرور کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح جب کبھی وہ کسی اور کو اپنے مقابلے میں بہتر اور برتر پاتا ہے تو اس میں کمتری اور ذلت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اگر اُسے کمال کے حصول کے ظاہری اسباب میسّر نہ ہوں اور ذاتی صلاحیت بھی مفقود ہو تو نتیجتاً اس کے دل میں حسد کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے شخص کے مقابلے میں کسی کو اپنی کمتری کا احساس ہوتا ہے ایسی صورت میں صاحب نعمت و کمال اپنے ایسے کسی دوسرے فرد یا ہم عصر سے حسد کرنے لگتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حسد نفس کی کمتری اور تنگ دلی کا نام ہے۔ جس کے اثر سے انسان دوسروں کی کسی بھی خوبی یا کمال کے زوال کی تمنا کرتا ہے۔ علامہ مجلسی (قدس سرہ) نے حسد کے سات اسباب گنوائے ہیں۔

۱۔ عداوت، دشمنی

۲۔ تعزز: اس کی کیفیت یہ ہے کہ شخص حاسد یہ فرض کر لیتا ہے کہ محسود اس نعمت کی وجہ سے جو اس کو حاصل ہے اس کے مقابل تکبر سے کام لے رہا ہے۔ اور خود اس میں عزور سے اس کا جواب دینے کی اہلیت نہیں، لہٰذا وہ محسود میں اس کے زوال کی آرزو کرتا ہے۔

۳۔ کبر: حاسد چاہتا ہے کہ وہ دوسرے صاحب نعمت سے غرور و تکبر سے پیش آئے۔ لیکن ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ محسود اپنی مفروضہ نعمت سے محروم نہ ہو جائے۔

۴۔ تعجب: حاسد اس چیز پر سخت تعجب کرتا ہے کہ اتنی بڑی نعمت کسی شخص کے قبضہ میں کیسے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ امتوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا ان انتم الا بشر مثلنا (سورۃ ابراہیم۔ آیہ ۱۰) (تم ہماری ہی طرح کے انسان ہو اور کچھ نہیں) اور یہ کہ اَنُؤمِنُ لِبَشَرَینِ مِثلِنا وَقَومُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ (المؤمنون۔ آیہ ۴۶) (کیا ہم اپنی

سی طرح کے دو انسانوں پر ایمان لائیں جن کی قوم ہماری غلام ہے ؟) وہ اس بات پر تعجب کرتے تھے کہ کوئی انہی کی طرح کا انسان رسالت کے مرتبے پر کیسے پہنچ گیا کہ اس پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔ اور یہی بات حسد کا باعث تھی۔

۵۔ خوف : شخصِ حاسد اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں صاحبِ نعمت اپنی نعمت کی بناء پر اس کے اپنے محبوب مقاصد اور خواہشوں کو حاصل کرنے کی راہ میں حائل نہ ہو اور مزاحمت کا باعث نہ بنے۔

۶۔ حبِ ریاست و غلبہ : ایسی صورت میں جبکہ کسی کی حکومت یا طاقت اس پر مبنی ہو کہ کوئی دوسرا اُس کی برابری نہ کرے۔

۷۔ فطری خباثت : شخص حاسد نہیں چاہتا کہ وہ کسی کو پھلتا پھولتا دیکھے۔ ۔ ۔ خود میری رائے میں جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے، یہی حسد کی تمام قسموں کی جڑ ہے۔ طینت کی یہ خرابی ہی انسانی نفس کی ذلت اور کم مائیگی کا نتیجہ ہے۔

حسد کے کچھ مفاسد :

جاننا چاہیئے کہ حسد خود دل کے مہلک امراض میں سے ایک ہے اور دل کے دوسرے امراض کبیرہ غرور اور دوسری کئی برائیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، جن میں سے ہر ایک ایسا گناہِ عظیم ہے جو انسان کی ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ ہم یہاں پر اُن کے صرف ایسے چند رذائل کا ذکر کریں گے جو بہت واضح ہیں۔ یقیناً اس کے اور کئی بُرے نتائج بھی ہوتے ہیں، جو مجھ ایسے لکھنے والے کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ حسد خود بڑے مفاسد میں سے ہے۔ دیکھئے صادقِ مصدق کیا خبر دیتے ہیں :

فی صحیحہ معویۃ بن وھب قال : قال ابو عبد اللہ : آفۃ الدّین

الحسد والعجب والفخر

اپنی صحیح میں معویہ بن وہب نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو عبداللہ (ع) نے فرمایا کہ حسد، عُجب اور تفاخر دین کے لئے آفت ہیں۔ اور :

فی صحیحہ محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام ،
انّ الرّجل لیأتی بادنی بادرۃ فیکفر وانّ الحسد لیأکل الایمان
کما تأکل النّار الحطب۔ (کافی ج ۲۔ ص ۳۰۶ ، ۳۰۷)

محمد بن مسلم کی صحیح میں حضرت ابی جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگر کسی شخص سے غصّے میں یا جلد بازی میں کوئی لغزش سرزد ہوتی ہے تو اسے معاف کیا جا سکتا ہے۔ بے شک حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے لکڑی کو آگ۔

یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ ایمان ایک نورِ الٰہی ہے۔ جس کے فیض سے انسانی دل اللہ جلّ جلالہٗ کی تجلّیات سے منوّر ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لا یسعنی ارضی ولا سمائی بل یسعنی قلب المؤمن۔

زمینوں اور آسمانوں کی وسعتیں قلبِ مؤمن کی وسعتوں کے آگے ہیچ ہیں۔ انوار روحانی کا یہ مقدس شعلہ جو انسانی دل کو تمام موجودات کے مقابلے میں کہیں زیادہ کشادگی بخشتا ہے۔ اس تنگی اور تاریکی کے منافی ہے جو دل میں اس صفتِ رذیلہ کی کدورت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ بُری

نوٹ : اگر یہاں یکفر پڑھا جائے تو اس کا مطلب یوں ہو جائے گا کہ اگر کسی شخص سے غصّے میں یا جلد بازی میں کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ لیکن امام روح اللہ موسوی خمینی نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یکفّر پڑھنے کی بنا پر ہے۔ اصول کافی کے فارسی ترجمے میں دونوں معانی دیے گئے ہیں۔

Translation Movement
IVS

میں انہماک نے ہمارے تمام حواس پر پردہ ڈال کر ہماری آنکھوں کو اندھا اور ہمارے کانوں کو بہرہ بنا دیا ہے۔ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ہم مالک الملوک سے خفا ہیں، اور اس کی تقدیر سے ناخوش ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے اس غصّہ اور بدگمانی کی سزا کے طور پر ملکوت اور عالمِ آخرت میں جو ہمارا دائمی اور اصلی مسکن ہے ہماری شکل کیسے مسخ ہو جائے گی، امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول اس ضمن میں ہمارے کانوں تک پہنچا ہے کہ "وَمَن كـذلك فلست منـه وليس منّي" (وہ جو مجھ پر اعتراض کرتا ہے اور مجھ سے ناخوش ہوتا ہے وہ نہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے) ہم نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کی ہم سے یہ بے رُخی اور بے زاری ہمارے لئے کیا مصیبت لانے والی ہے۔ اور کیا کیا عواقب اس سے وابستہ ہیں۔ وہ جو ولایتِ حق سے خارج کر دیا گیا ہو اور ارحم الرّاحمین کے دامنِ رحمت کے سائے سے دُور کر دیا گیا ہو، اس کی نجات کی کوئی امید نہیں۔ شافعین کی شفاعت بھی اُسے نصیب نہ ہوگی۔ مَن ذَا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (کون ایسا ہے جو شفاعت کرے کسی کی، اُس کی مرضی کے بغیر)۔ کون ہے جو کسی ایسے شخص کی شفاعت کرے جس نے خدا پر غصّہ کیا ہو، جو اس کی ولایت کی حدود سے خارج ہو گیا ہو اور جس کا اپنے مالک سے رشتۂ محبت منقطع ہو چکا ہو۔ افسوس ہے ہم نے کیسی مصیبت اپنے سر لے لی۔ جتنا انبیاء اور اولیائے خدا ہمیں آواز دیتے رہے اور ہمیں نیند سے بیدار کرنے کی کوشش کرتے رہے اتنی ہی ہماری غفلت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور ہماری شقاوتِ قلب بڑھتی گئی۔

فشارِ قبر:

علماء کے کہنے کے مطابق فشارِ قبر اور اس کی ظلمتیں اسی بدبختی کے بُرے اثرات میں سے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ظالم بُرائی جو اخلاق کو فاسد کرتی ہے روحانی فشار اور قلبی کدورت کا سبب بنتی ہے۔ اس کا نتیجہ قبر کی تنگی اور ظلمت ہے۔

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement

اور سمجھے کہ ایسی چیز جس کے اتنے سارے نقصانات ہیں اس کا تدارک و علاج ضروری ہے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ تمہارا حسد محسود کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ تمہارے حسد کی وجہ سے اس کی کسی نعمت میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔ بلکہ الٹا اُسے تمہارے حسد کی وجہ سے دنیاوی اور اُخروی فائدے الگ حاصل ہوں گے۔ کیونکہ تم جو اس کے حاسد اور اس کے دشمن ہو۔ تمہاری دشمنی اور تمہارا غم و غصہ خود اس کے لئے ایک نفع ہے۔ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ وہ خود تو نعمتوں کے مزے اٹھا رہا ہے اور تم اس کی نعمتوں کی وجہ سے بلا سبب عذاب میں مبتلا ہو تو کیا یہ چیز خود کسی نعمت سے کم ہے؟ اگر تمہیں اس بات کا احساس ہو تو یہ تمہارے لئے ایک اور عذاب، ایک اور فشار کا باعث ہوگا۔ اور تمہارا یہ بڑھا ہوا عذاب اس کے لئے مزید اضافۂ نعمت کا باعث ہوگا۔ اس طرح یہ سلسلہ بڑھتا ہی جائے گا۔ اور تم ہمیشہ رنج و غم اور فشار میں مبتلا رہو گے۔ اور وہ نعمتوں، خوشیوں اور کامرانیوں میں غرق رہے گا۔ پھر آخرت میں بھی تمہارا حسد اس کے لئے نفع کا باعث ہوگا۔ خصوصاً اُس وقت جبکہ حسد کے ساتھ تم نے اس پر جھوٹی تہمتیں تراشی ہوں اور اس کی غیبت بھی کی ہو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری نیکیاں اور اچھائیاں بھی اس کے ہی حساب میں لکھی جائیں گی۔ تم تہی دست و مفلس ہو جاؤ گے، اور وہ صاحبِ نعمت و عظمت۔ اگر تم ان امور کے بارے میں تھوڑا سا بھی غور و فکر کرو تو ضرور خود کو اس بُرائی سے پاک کرنے کی سعی کرو گے۔ اور اپنی روح کو اس مہلک گناہ سے نجات دلاؤ گے۔ کبھی یہ گمان نہ کرنا کہ نفسیاتی اخلاقی اور روحانی رذائل کا دُور ہونا ممکن نہیں ہے۔ یہ ایک خیالِ خام ہے جو شیطان اور تمہارے نفسِ امّارہ نے تمہیں نجات، آخرت اور اصلاحِ نفس سے باز رکھنے کے لئے تمہارے دل میں ٹھونسا ہے۔ جب تک انسان اس دارِ تغیّر اور ہر لمحہ بدلتی ہوئی دنیا میں رہتا بستا ہے اس وقت تک یہ ہر وقت ممکن ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے تمام بُرے اوصاف و اخلاق کو بدل دے۔ چاہے اس کی عادتیں کتنی ہی پُرانی اور مضبوط کیوں نہ ہوں، وہ ضرور تبدیل

نهضت ترجمه
Translation Movement

اسس سے آلودہ نہ ہونے دے گا ۔ اگر خدا نخواستہ وہ اخلاقی بُرائی اس کے اندر گھر کر چکی ہے، تو اچھا ہے کہ وہ جلد از جلد اسے نکال باہر کرنے کی کوشش کرے ۔ اور اس کو جڑیں پھیلانے کا موقع نہ دے ۔ اگر خدا نخواستہ وہ اپنی جڑیں مضبوط کر ہی چکی ہے تو پھر بھی' وہ کوشش کرے کہ خواہ کتنی ہی زحمت و مشقت درکار ہو اس کی جڑیں اکھاڑ پھینکے تاکہ وہ اس کی زمینِ قلب میں پھلنے پھولنے کا موقع نہ پاسکے ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس اخلاقی برائی کے ساتھ اس دنیا سے جو عالمِ تغیرات ہے دوسری دنیا میں منتقل ہو جہاں اس کا قلع قمع کرنا بھی اس کے بس میں نہ ہوگا ۔ ایسا نہ ہو کہ آخرت اور برزخ دونوں جگہ محض ایک بُری عادت اور نفسیاتی مرض کی وجہ سے اسے بے حساب عذاب جھیلنا پڑے ۔

ایک حدیث شریف میں جو رسول اکرم (ص) سے نقل کی گئی ہے آیا ہے کہ اہلِ بہشت اور اہلِ جہنم میں سے ہر ایک ان مقامات میں اپنی اپنی نیت اور مقصد کی بناء پر داخل ہوگا ۔ فاسد نیتیں جو اخلاقِ رذیلہ کے اہل ہیں ان کا ختم ہونا ممکن نہیں ۔ جب تک کہ ان کا منبع ختم نہ ہو یعنی ان کی جڑ کاٹ دینی چاہیئے ۔ اُس عالم میں انسان کے ملکات اپنی پوری توانائی کے ساتھ اس طرح ظاہر ہوں گے کہ یا تو وہ زائل ہو ہی نہ سکیں گے یا شاید جہنم کی سختیوں، عذابوں اور فشاروں کے ذریعے' ہی وہ کسی وقت زائل ہو سکیں ۔ لیکن اس کے لیئے الٰہی زمان کے صدیاں درکار ہوں گی (الٰہی زمان جو ابدی ہے) اس لئے اے غافلو! وہ چیز جس کی اصلاح ایک مہینے یا ایک سال کی تھوڑی سی محنت سے جو تمہارے اختیار میں ہے' ہو سکتی ہے اور تم دنیا و آخرت کی گرفتاریوں سے نجات پا سکتے ہو، اس کو اپنے حال پر چھوڑ کر اپنی ابدی ہلاکت کا سامان نہ کرو ۔

مفاسدِ اخلاقی کی جڑ :

اس سے پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ ایمان جو دل کی لذت ہے علم سے مختلف چیز ہے کہ وہ عقل کی لذت کا نام ہے ۔ تمام اخلاقی اور عملی فساد اس وجہ سے جنم لیتے ہیں کہ دل ایمان سے بے خبر رہا اور عقل نے جو کچھ انبیائے کرام ؑ سے

تعلیمات سے خود اپنے دلائل کے ذریعے درک کیا تھا وہ دل تک نہیں پہنچ سکا۔ اور وہ ان سے بہرہ ورنہ ہو سکا۔ ایک چیز جس کی فلسفی، متکلم، عام انسان اور اہلِ شریعت سبھی تصدیق کرتے ہیں اور جس میں شبہہ کی کوئی گنجائش نہیں وہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی حکیم علی الاطلاق جلّ جلالہٗ کے قلمِ قدرت کی جنبش سے معرضِ ظہور میں آیا، مثلاً وجود اور اس کے کمالات افراطِ نعمت اور رزق و روزی کی تقسیم میں بہترین نقشہ، ایک حسین ترین نظامِ کائنات جو اعلیٰ مقاصد اور ایک کلی نظام کے مطابق ہے۔ جس سے بہتر نظام کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ہر ایک گروہ اپنی خاص زبان اور مخصوص اصطلاحوں میں اس لطیفۂ الٰہیہ اور حکمتِ کاملہ کو بیان کرنے کے فرائض انجام دیتا ہے۔ عارف کہتا ہے کہ یہ دنیا حُسنِ مطلق کی پرچھائیں ہے۔ فلسفی کہتا ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے۔ جو ایک سائنٹیفک نظام کے عین مطابق ہے۔ جو ہر نقص اور ہر عیب سے خالی ہے۔ اگر تھوڑا بہت شر ہے بھی تو اس لئے کہ ان کو سمجھ کر موجودات اپنے حدِ کمال تک رسائی حاصل کریں۔ متکلم اور عالم شریعہ کہتے ہیں کہ حکیم اعلیٰ کے تمام افعال حکمت و صلاح پر مبنی ہیں۔ انسانی عقل اپنی کمی اور دامنِ نظر کی کوتاہی کی وجہ سے تقدیراتِ الٰہیہ میں کارگزار عالی مصالح کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ان ہی مطالب کو ہر ایک اپنی زبان میں بیان کرتا اور اپنی اپنی وسعتِ علم و عقل کے لحاظ سے ان کے جواز میں ثبوت و دلائل پیش کرتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ علم قیل و قال کی حدوں سے آگے نہیں بڑھنے پاتا اور دل کی گہرائیوں میں سرایت نہیں کرتا، اعتراض کی زبانیں اس کی تردید بھی کرتی ہیں۔ جو شخص ایمان کی لذّت سے ناآشنا ہے۔ خود اپنی ہی زبان سے اپنے مفہوم و دلائل کی تکذیب بھی کر دیتا ہے تمام اخلاقی مفاسد کی بنیاد اسی دامنِ نظر کی کوتاہی سے ہے، وہ شخص جو حسد کرتا ہے، دوسرے کی نعمت کے زائل ہونے کی آرزو کرتا ہے اور صاحبِ نعمت کے لئے دل میں کینہ رکھتا ہے۔ وہ یہ جان لے کہ اس کا دل یہ ایمان نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت اور کرم سے یہ نعمت ایک خاص بندے کو عطا فرمائی ہے۔ اور اس مصلحت کو ہماری عقل سمجھنے سے عاجز ہے۔ ایسا شخص یہ سمجھ لے کہ عدل خداوندی پر اس کا ایمان نہیں اور نہ وہ خدائی تقسیم کو عادلانہ جانتا ہے۔ تم اصولِ عقائد کو دہراتے ہوئے یہ ضرور کہتے ہو کہ خدا عادل ہے۔ لیکن یہ کھوکھلے الفاظ کی تکرار کے

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

حسد کا عملی علاج :

اس نظریاتی علاج کے علاوہ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے، اس برائی کو دور کرنے کا عملی علاج بھی ہے۔ وہ اس طرح سے کہ تم خود پر جبر کر کے محسود کے ساتھ اظہار محبت کرو۔ اور اس عمل کو جاری رکھو۔ اس عمل کا مقصد یہ ہو کہ تم اپنے نفسیاتی مرض کو دور کرنا چاہتے ہو۔ تمہارا نفس تمہیں اس چیز پر اکسائے گا کہ تم اُسے اذیت پہنچاؤ اور اس سے دشمنی رکھو۔ وہ اس کی خرابیوں اور کمزوریوں کو تمہارے سامنے پیش کرے گا۔ تم اپنے نفس کے میلان کے خلاف اس سے رحمدلی کا برتاؤ کرو۔ اور اس کی عزت کرو۔ اپنی زبان کو اس کا ذکر اچھے طریقے سے کرنے پر مجبور کرو۔ اس کے اچھے کاموں کو خود بھی نظر میں رکھو اور دوسروں کے سامنے ان کا ذکر کرو۔ اس کی اچھی صفات کو اپنے ذہن میں رکھو۔ اگرچہ یہ سب شروع شروع میں تصنع بناوٹ اور غیر واقعی دکھائی دے گا۔ لیکن چونکہ تمہارا مقصد اپنے نفس کی اصلاح اور اس نقص اور رذیلہ کو دور کرنا ہوگا، اس لئے آخر کار تم حقیقت سے نزدیک ہوتے جاؤ گے۔ تکلف و تصنع آہستہ آہستہ دور ہوتا جائے گا۔ جب تمہارا نفس اس کا عادی ہو جائے گا تو یہی باتیں تمہیں حقیقی نظر آنے لگیں گی۔ اپنے نفس کو یہ کہہ کر سمجھاؤ کہ یہ بھی خدا کا بندہ ہے۔ شاید اس پر اللہ تعالیٰ کی نظرِ لطف و عنایت ہوگی کہ اس نے اسے یہ نعمت بخشی اور اسے اپنی عنایت کے لئے مخصوص سمجھا خصوصاً اس صورت میں جبکہ محسود کوئی عالم ہو وہ بھی عالمِ دین اور اپنے علم کی وجہ سے تمہارے حسد کا نشانہ بنے۔ بے شک ایسے لوگوں سے حسد کرنا قبیح ترین عمل اور ان سے دشمنی بدترین عاقبت کا پیش خیمہ ہے۔ تمہیں اپنے نفس کو یہ یاد کرانا چاہیئے کہ یہ لوگ خدا کے خاص بندوں میں سے ہیں۔ توفیقِ الٰہی ان کے شاملِ حال ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عظیم نعمت کے ذریعے ان کو خصوصیت بخشی ہے۔ یہ نعمت لوگوں کے دلوں میں اس نعمت کے رکھنے والے کے لئے محبت پیدا کرتی ہے۔ ان کی عزت کرنی چاہیئے اور ان کی منیافت کرنی چاہیئے۔ اس لئے تم کبھی یہ دیکھو کہ کوئی چیز جسے محبت اور خضوع کا باعث ہونا چاہیئے اگر

تم میں اس کا برعکس ردِعمل پیدا کر رہی ہے تو یہ سمجھ لو کہ شقاوت نے تمہارے نفس کو زیر کرلیا ہے اور تمہارے نفس کی دنیا پر ظلمت کا غلبہ ہے۔ تمہیں اس کی اصلاح کے لئے نظریاتی اور عملی دونوں طریقوں سے کوشش کرنی چاہیئے۔ اس عمل میں اگر تم محبت کے اُصول پر عمل پیرا ہوئے تو جلد کامیاب ہوسکتے ہو۔ اس لئے کہ محبت کا نور قاہر ہے۔ وہ کدورت و ظلمت پر غالب آجاتا ہے۔ اور خدائے تبارک وتعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجاہدوں کو ہدایت کرے گا۔ اپنے لطفِ غیبی سے ان کی اعانت کرے گا۔ اور انہیں توفیق عطا فرمائے گا۔ بے شک وہ ولی التوفیق والھدایۃ ہے۔

حسد کے رفع کرنے کے بارے میں حدیث

بعض حدیثوں میں یہ وارد ہوا ہے کہ رسول اکرم (ص) نے فرمایا " میری امت کو ۹ برائیوں سے محفوظ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک حسد ہے۔ اس طرح کہ اعضائے بدن اور زبان سے اس کا اظہار نہ ہونے پائے۔ لیکن یہ اور اسی طرح کی دوسری حدیثیں اس امر میں مانع نہیں کہ تم اپنی سرزمینِ نفس سے اس شجرِ خبیثہ کا قلع قمع کرنے میں کسی طرح کی کمی کرو۔ تمہیں چاہیئے کہ اپنی روح کو اس ایمان سوز آگ سے، جو دین و ایمان کے لئے ایک آفت و ہلاکت ہے۔ پاک کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ کیونکہ یہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ اس مادۂ فساد نے نفس میں داخل ہونے کے بعد مختلف قسم کے فسادوں کو جنم نہ دیا ہو۔ یا اس کا کوئی بُرا اثر اعمال میں ظاہر نہ ہوا ہو۔ اور انسان کا ایمان محفوظ رہا ہو۔ یاد رکھو کہ مختلف احادیث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ رذیل خصلت ایمان کو نگل جاتی ہے۔ اور اس کے لئے ایک بلا ہے۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ اس صفت کے حامل شخص کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ اور اپنے سے دور رکھتا ہے۔ اس لئے ایک ایسی بڑی لعنت اور ایسے مہلک فساد سے جس کی وجہ سے انسان کی دنیا و آخرت خطرہ میں پڑ جائے، غافل نہ رہنا چاہیئے، اور مذکورہ بالا حدیث کا سہارا لے کر اس پر مغرور نہ رکنا چاہیئے کہ تم اس بُرائی سے مامون ہو۔ تمہیں اپنے نفس کی سنجیدگی سے اصلاح کرنی چاہیئے۔ اور اس درختِ خبیثہ کی

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

اور توجیہ کی جائے۔ بہر حال ہمارا ردِ عمل اس حدیث کے بیان کرنے والے، ان پر خدا کی رحمتیں ہوں، کی طرف حسنِ ظن اور ایمان پر مبنی ہونا چاہیئے۔

والحمدللہ اوّلاً و آخراً۔

[illegible]

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

اللہ تعالیٰ اس کے دل کو دنیا سے بے نیازی کی دولت عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے کاموں کو اس کے لئے پورا کرتا ہے۔"

حدیث کی شرح :

علمی نقطۂ نظر سے اور عارفانہ کشف وشہود کے اعتبار سے دنیا اور آخرت کے کئی معانی اور مفاہیم ہیں۔ ان سب سے بحث کرنا اور ان کی حقیقت پر علمی اصطلاحوں کی مدد سے روشنی ڈالنا نہ ہمارے لئے اہم ہے اور نہ ہمارا مطمحِ نظر۔ اصطلاحات کا سمجھنا اور سمجھانا ان کی رد وقبول اور جرح وتعدیل پیادہ راہرو کو اصل راستے پر گامزن ہونے سے روکتی ہے۔ اس ضمن میں صرف اتنا ہی سمجھنا اہم ہے کہ دنیائے مذموم کیا ہے۔ جس سے آخرت کی بھلائی چاہنے والے کو احتراز کرنا چاہیئے اور وہ کون سی چیزیں ہیں جو راہِ نجات پر چلنے میں اس کی اعانت کرتی ہیں۔ ہم انشاءاللہ ان چیزوں کو مختلف فصلوں میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے اور اس راہ کے طے کرنے میں ہم توفیقِ الٰہی کے خواہاں ہیں

دنیا کی حقیقت کے بارے میں علامہ مجلسی کے خیالات

محقق خبیر اور محدثِ بے نظیر مولانا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قرآنی آیتوں اور آئمۂ اطہار کے اخبار سے ہم جو کچھ اپنی عقل وفہم کے مطابق سمجھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ دنیائے مذمومہ جن چند چیزوں سے مرکب ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جو انسان کو خدا کی اطاعت و دوستی اور آخرت کے حصول سے باز رکھتی ہیں۔ پس دنیا اور آخرت ایک دوسرے کے برعکس ہوئے۔ جو کچھ رضائے خدا سبحانہ اور اس کے قرب کا باعث ہے وہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے، خواہ وہ ظاہری طور پر دنیا سے متعلق دکھائی دے، جیسے تجارت، زراعت اور صنعت وغیرہ جن کا مقصد اہل وعیال کی معیشت و پرورش ہے یا وہ براہِ راست خدا کے احکام کی پابندی میں ہو اور اس کی خوشنودی کے لئے صرف کیا جائے جیسے محتاجوں کی مدد، مصارفِ خیریہ، صدقات کی ادائیگی اور لوگوں کی حاجتوں کا پورا کرنا وغیرہ۔ ان تمام امور کا تعلق آخرت

سے ہے، اگرچہ لوگ انہیں دنیا سے نسبت دیتے ہیں، جبکہ ایسی ریاضتیں جو بدعت میں شمار ہوتی ہیں اور ریا کارانہ اعمال اگرچہ کہ ان کے ادا کرنے میں کتنی ہی مشقت اور ریاضت سے کام لیا گیا ہو وہ دنیا کے لئے ہی شمار کی جائیں گی، کیونکہ وہ خدا سے دوری کا باعث ہوتی ہیں۔ اور اس کا قرب حاصل کرنے کے کام نہیں آتیں۔ کفار اور منافقین کے اعمال اس ضمن میں آتے ہیں[1]

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے ایک محقق کا قول نقل کیا ہے جن کا کہنا تھا کہ تمہاری دنیا اور آخرت تمہارے دل کی دو حالتوں سے عبارت ہیں۔ ایک وہ جو سامنے ہے اور موت سے پہلے ہے۔ اس کا نام دنیا ہے دوسرے وہ جو بعد میں سامنے آئے گا اور موت کے بعد وقوع پذیر ہوگا۔ اس کا نام آخرت ہے۔ جن چیزوں میں بھی تمہیں موت سے پہلے لطف و شہوت ولذت ملے وہی تمہارے لئے دنیا ہے۔

اس فقیر کا کہنا ہے کہ دنیا کو کبھی کبھی وجود کا درجۂ تنزل کہا گیا ہے اس لئے کہ یہ دارِ فناء اور عالمِ تغیر و مجاز ہے۔ جبکہ آخرت اس دنیا سے واپس جانے کی منزل ہے۔ یہ ملکِ باطن اور دنیائے ملکوت کا سفر ہے۔ دارِ ثبات و قیام ہے۔ اور دائمی ہے۔ یہ دونوں عالم ہر نفس اور ہر شخص کے لئے مقدر ہیں۔ ہر موجود کے لئے ایک مقام ظہور و ملک و شہود ہے۔ یہی وہ درجۂ تنزل ہے جسے دنیا کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ جو باطن ملکوت اور غیب کا عالم ہے بالاترین مراتبِ وجود میں شمار ہوتا ہے اس کا نام آخرت ہے یہ رفعت کا مقام ہے، اگرچہ دنیا وجود کی پست ترین سطحوں میں سے ہے۔ لیکن چونکہ اپنے تمام تر نقائص اور پستی کے باوجود وجود کے آخری مراتب پر نفوس قدسیہ کی تربیت گاہ اور گہوارہ اور مقاماتِ عالیہ کے حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ آخرت کی کھیتی ہے۔ اس لئے اولیاء اور اہلِ معرفت و سلوک کی نظر میں وجود کا یہ درجہ تمام نظر آنے والے عوالم میں سب سے زیادہ اعزاز کا حامل ہے اور اسے سب سے بڑی نعمت سمجھنا چاہیئے۔ اگر یہ مادی دنیا اپنے تمام

---

[1] علامہ مجلسی، بحار الانوار

تغیرات اور طبیعی حرکاتِ جوہریہ اور مظاہرِ ارادی کے ساتھ موجود نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس میں تبدل و تغیر کے قانون کو جاری و ساری نہ کرتا تو نفوسِ ناقصہ میں سے ایک بھی اپنے کمالِ موعود کو نہ پہنچتا اور اس کے لئے دارِ ابدیت و ثبات میں مقام حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ اس کے بغیر تمام دنیائے مادّہ و روح میں ہر طرف نقص کا دور دورہ رہتا۔

لسانِ قرآن اور حدیث میں جو کچھ اس دنیا کی مذمت میں کہا گیا ہے وہ درحقیقت براہِ راست دنیا کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس پر توجہ مرکوز کرنے اور اس میں غیر معمولی دلچسپی لینے اور اس کی گہری محبت سے تعلق رکھتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کے لئے دو دنیائیں وجود رکھتی ہیں۔ ایک ممدوح ہے اور دوسری مذموم۔ جو دنیا ممدوح ہے۔ اس لحاظ سے ممدوح ہے کہ یہ دنیا تیاری کی منزل ہے، دار التحصیل اور اچھائیوں اور نیکیوں کے سیکھنے، اعلیٰ مقامات اور کمالات کو پہنچنے اور سعادت مند ابدی زندگی کا انتظام کرنے کا مقام ہے۔ ان سب سعادتوں اور کمالات کا حصول اس دنیا میں وارد ہوئے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ مولائے موحدین امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ نے اپنے ایک خطبے میں ایک شخص کو جس نے دنیا کی مذمت کی تھی جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا:

اِنَّ الدُّنیا دارُ صِدقٍ لِمَن صَدَقَها و دارُ عافیةٍ لِمَن فَهِمَ عَنها
و دارُ غِنیً لِمَن تَزَوَّدَ مِنها و دارُ موعظةٍ لِمَن اِتَّعَظَ بِها مَسجِدُ
اَحِبّاءِ اللهِ و مُصَلّیٰ مَلائکةِ اللهِ و مَهبِطُ وَحیِ اللهِ و مَتجَرُ
اَولیاءِ اللهِ اِکتَسَبُوا فیها الرَّحمةَ و رَبِحُوا فیها الجَنّةَ[1]

"بے شک یہ دنیا سچائی کا گھر ہے۔ اس کے لئے جو سچائی پر عمل کرتا ہے۔ یہ عافیت کی جگہ ہے اس کے لئے جو اس میں عافیت کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ دولت کا خزانہ ہے اس کے لئے جو یہاں سے زادِ راہ فراہم کرتا ہے (آخرت کے لئے)۔ یہ سبق حاصل کرنے کا مقام

---

[1] نہج البلاغہ کلمات قصار ۱۳۱۔ (صبحی صالح)

ہے۔ اس کے لئے جو اس کی نصیحت سنتا ہے اللہ سے محبت رکھنے والوں کے لئے یہ ایک عبادت گاہ ہے اور خدا کے فرشتوں کے لئے مصلیٰ، وہ جگہ جہاں اللہ کی وحی نازل ہوئی۔ یہ تجارت کا مقام ہے اولیاء اللہ کے لئے، اسی میں انہوں نے خدا کی رحمت حاصل کی اور منافع میں جنت بھی پائی۔"

امام جعفر صادقؑ سے عیاشی نے روایت کی ہے کہ آپ نے دنیا کی تفسیر دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا کا قول "ذَنعم دارالمتقین" (کیا ہی اچھا ٹھکانا ہے یہ پرہیزگاروں کا) یہ اسی دنیا پر صادق آتا ہے۔ عالم ملک خدا کے جمال و جلال کا مظہر ہے اور قدرت مطلقہ کی شہادت کی منزل۔ اس لحاظ سے خود اس میں برائی کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ جو کچھ قابل مذمت ہے وہ خود انسان کی دنیا ہے۔ یعنی وہ جس پر انسان توجہ کرتا ہے اور جس سے اسے محبت ہوتی ہے، یہ وابستگی ہی تمام مفاسد کی جڑ ہے۔ اور تمام عملی اور قلبی نافرمانیوں اور خطاؤں کا سرچشمہ ہے۔ جیسا کہ کافی شریف کی حدیث میں جناب امام جعفر صادق (ع) سے روایت ہے:

قَالَ (ع) "رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ حُبُّ الدُّنيا"

فرمایا امام علیہ السلام نے کہ تمام برائیوں کی جڑ حب دنیا ہے"

اور حضرت امام باقر (ع) سے روایت ہے کہ:

وَعَنْ ابی جعفر علیه السلام قال: مَا ذِئْبانِ ضاريانِ فی غَنَمٍ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ هٰذا من اوّلها و هٰذا فی آخِرِها بِأَسْرَعَ فيها مِن حُبِّ الْمالِ (والدُّنيا) وَالشَّرَفِ فی دينِ الْمُؤمِنِ[1]

حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دو خونخوار بھیڑیے کسی ایسے گلے پر حملہ آور ہوں جس کا کوئی محافظ نہ ہو اس طرح کہ ایک بھیڑیا آگے سے اور دوسرا پیچھے سے ان سے جو نقصان گلے کو پہنچ سکتا ہے، وہ کم ہو گا اس نقصان سے جو حبّ مال و دنیا و شرف کسی مومن کے دین کو پہنچا

---

[1] کافی۔ ج ۲۔ ص ۳۱۵۔ چاپ آخوندی

سکتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ دنیا سے دلی تعلق اور اس سے محبت دنیائے مذموم ہوئی۔ اور اس سے جتنی زیادہ وابستگی ہوگی اتنے ہی پردے انسان اور دارکرامت ورحمت کے درمیان بڑھتے جائینگے۔ اور انسانی قلب اور حق کے درمیان حائل پردے اتنے ہی زیادہ دبیز ہوتے جائیں گے۔ بعض احادیث میں تذکرہ ہے کہ حق تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان نور اور ظلمت کے ستر ہزار نقاب ہیں، ظلمات کے نقاب دنیا سے قلبی تعلق سے عبارت ہو سکتے ہیں۔ جتنے یہ تعلقات بڑھیں گے اتنے ہی ظلمت کے نقاب بھی زیادہ ہوتے جائیں گے۔ اور جتنا ہی تعلق شدید ہوگا نقابوں کی دبازت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ اور ان کا دور کرنا بھی اتنا ہی مشکل ہوتا جائے گا۔

حُبِّ دنیا کی افزائش کے اسباب:

چونکہ انسان عالم طبیعی کی پیداوار ہے یہی دنیا اس کی ماں باپ ہے اور وہ اس عالم آب و گِل کا پروردہ ہے۔ اس دنیا کی محبت اس کے دل میں شروع ہی سے نشوونما پاتی رہتی ہے، جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا جاتا ہے یہ محبت بھی اس کے دل میں بڑھتی ہی جاتی ہے۔ قوائے شہوانیہ اور اعضائے حصول لذّت، جو اللہ تعالیٰ نے اُسے انفرادی اور نسلی تحفظ کی غرض سے عنایت فرمائے ہیں، اس دنیا سے اس کی محبت میں اضافہ کا وسیلہ بن جاتے ہیں اور دنیا سے اس کا لگاؤ بھی دن بدن بڑھتا جاتا ہے جب وہ اس عالم کو اپنی لذتوں اور تعیش کی تشفی کا مقام سمجھتا ہے تو موت کو ان وسائل کے منقطع ہونے کا سبب خیال کرتا ہے۔ اگرچہ حکما کی پیش کی ہوئی دلیلوں یا انبیائے صلوات اللہ علیہم کے اخبار کی بناء پر وہ عالم آخرت اور اس کی کیفیات، حالات اور کمالات پر عقیدہ رکھتا ہے پھر بھی اس کا دل ان چیزوں سے بے خبر رہتا ہے۔ اور انہیں قبول نہیں کرپاتا۔ مقام اطمینان اور سلوک کو پہنچنا تو دور رہا۔ اس لئے اس کی دلچسپی اور محبت اس دنیا سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور چونکہ فطرتاً انسان بقاء کا طالب ہوتا ہے۔ اور فناء و زوال سے گریزاں رہتا ہے اور وہ موت کو فنا جانتا ہے اگرچہ کہ اس کی عقل اس بات کی

تصدیق بھی کرتی ہے کہ یہ عالم فانی اور محض ایک گزرگاہ ہے۔ جبکہ دوسرا عالم لافانی، باقی اور سرمدی ہے۔ اصل چیز کسی چیز کا دل میں اتر جانا ہے اور اس کا درجۂ کمال اطمینان قلب ہے۔ اسی لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے حق تعالیٰ سے مرتبۂ اطمینان مانگا تھا۔ جو انہیں عطا کیا گیا چونکہ ہمارے ایسے افراد کے دل آخرت میں ایمان نہیں رکھتے، باوجود اس کے کہ ہماری عقل اس کی تصدیق کرتی ہے۔ لیکن ہمارے دل اس عقیدے میں اطمینان حاصل نہیں کر پاتے اسی لئے ہمارے دل اس عالم میں بقا کے طالب رہتے ہیں۔ اور موت اور اس دنیا سے سفر کرنے سے گریزاں ہیں۔ اگر دل اس بات کو مان لے کہ یہ عالم یہ دنیا پست ترین عالموں میں سے ہے اور دارِ فنا ہے۔ اسے زوال و تغیر ہے۔ یہ عالم ہلاکت و نقص ہے۔ اور موت کے بعد جتنے بھی عوالم ہیں ان میں سے ہر ایک عالم ابدی اور باقی ہے اور دارِ کمال و ثبات ہے۔ حیات و سرور و بہجت کا مقام ہے۔ تو فطری طور پر ہمارے دل میں اس عالم کی محبت پیدا ہوگی اور نتیجے کے طور پر ہمارا دل اس دنیا سے متنفر اور گریزاں ہوگا۔ اگر کوئی اس عالم سے اوپر پہنچے اور مقام شہود و عیان تک رسائی حاصل کرے تو وہ موجودہ دنیا کے باطن کو اور اس دنیا سے اُس دنیا کے تعلق کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد اس دنیا میں رہنا اس کے لئے سخت اور ناگوار بن جاتا ہے۔ اور وہ اس سے نفرت محسوس کرتا ہے۔ اس کے دل میں یہ اشتیاق پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس محفل ظلمت سے اٹھ جائے اور زمان و مکان کی زنجیروں سے آزادی پالے جیسا کہ اولیائے خدا کے کلمات میں ان چیزوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا شوقِ وصال :

مولاؤں کے مولا حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں : واللہ لابن ابی طالبٍ آنسُ بالموتِ من الطفل بثدی اُمّہ (نہج البلاغہ صبحی صالح) "قسم ہے خدا کی کہ ابوطالب کا بیٹا موت سے اس سے زیادہ مانوس ہے جتنا ایک بچہ اپنی ماں کے پستان

سے مانوس ہوتا ہے،، اس لیے کہ مولائے کائنات نے اس عالم کی حقیقت کا اپنی چشمِ ولایت سے مشاہدہ کرنے کے بعد جوارِ رحمتِ حق تعالیٰ کا انتخاب کیا تھا۔ اگر مصلحتِ خدا نہ ہوتی تو ان کی نفسِ طاہرہ ایک لحظے کے لیے بھی اس محفلِ ظلمت میں رہنا گوارا نہ کرتی، اس عالم کثرت میں آنا ظاہری دنیا اور یہاں کی مصروفیتوں میں حصہ لینا ہی نہیں بلکہ عالم ملکوت کی تائید میں بھی اس دنیا میں محبّین خدا اور مجذوبین کے لیے رنج والم سے کم نہیں جس کا تصور ہم نہیں کر سکتے۔ اولیائے خدا کی نالہ وفریاد زیادہ تر محبوبِ حقیقی کے فراق، اس سے جدائی اور اس کی کرامت سے دوری کے غم میں ہوتی ہے جیسا کہ ان کی مناجاتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بے چینی اس صورت میں تھی کہ وہ دنیوی اور ملکوتی خواہشات سے آزاد تھے۔ وہ مادی عالم کے جہنم سے اوپر اٹھ چکے تھے۔ ان کے لیے یہ آگ خاموش ہو چکی تھی۔ ان کے دل دنیوی تعلقات کو توڑ چکے تھے۔ اور ان کے دلوں میں گناہ کا شائبہ بھی نہ تھا۔ لیکن وہ اس عالم طبیعی میں رہنے کو بھی ایک مادی لذت سمجھتے تھے۔ ان کی نظر میں وہ لذات بھی جو فطری ہیں، خواہ کتنی ہی کم مقدار میں ہوں، خدا اور بندے کے درمیان حجاب ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ، آپؐ نے فرمایا:

لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِی وَاِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً،

(خدانخواستہ) ایسا نہ ہو کہ میرا قلب (ہوس کے پردوں سے) چھپ جائے، میں خدائے تعالیٰ سے دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

شاید حضرت آدم ابوالبشر کی خطا اسی فطری چیز کا نتیجہ تھی۔ دنیا کی تدبیر اور گندم کی احتیاج طبیعی امور میں سے ہی ایک تھی۔ اتنی لذت دنیا بھی اولیائے خدا اور مجذوبین حق تعالیٰ کے لیے گناہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر حضرت آدم جذبۂ الٰہیہ پر ہی قائم رہتے تو اس عالم مادّی میں نہ آتے اور یہ تمام بساط جو دنیا کی زحمتوں اور آخرت کے حصول کے لیے ہے، بچھائی نہ جاتی۔ اس ذکر کو یہیں چھوڑتا ہوں تاکہ یہ ورق تمام ہو، اور یہ دفتر بند ہو۔

تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر حظ جو انسانی نفس اس دنیا میں پاتا ہے، دل پر اس کا اثر ضرور واقع ہوتا ہے۔ جو عالم ملکوت وطبیعی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا سبب دنیا اور دنیوی لذتوں سے

اس کا تعلق ہی ہے۔ یہ تعلق اور یہ لذائذ جتنے ہی زیادہ ہوں گے دل بھی اس لحاظ سے زیادہ متاثر ہوگا اور دنیا سے اس کی محبت اور تعلق میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کا دل دنیا اور اس کے خزانوں کی محبت میں سرتا سر ڈوب جائے گا۔ یہ حالت سارے مفاسد کا سرچشمہ ہے۔ انسان کی تمام لغزشیں گناہوں میں گرفتاری اور معاصی وسیئات اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ کافی کی حدیث شریف میں کہا گیا ہے اور ہمارے شیخ عارف (میری روح ان پر فدا ہو) کہا کرتے تھے کہ جب دنیا کی محبت قلب انسانی کا خاصہ بن جائے اور دنیا سے اس کا انس شدت اختیار کر لے تو مرتے وقت وہ محسوس کرتا ہے کہ جیسے حق تعالیٰ اسے اپنے محبوب سے جدا کر رہا ہو اور اس کے اور اس کے مطلوب کے درمیان جدائی کی دیوار کھڑی کر رہا ہے۔ تو اپنے معبود کے خلاف بغض و کینہ سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

یہ حوصلہ شکن الفاظ انسان کو ہوش میں لانے اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے کافی ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے دل کی بہت کڑی نگرانی کرے۔ خدا نہ کرے کہ وہ اپنے ولی نعمت اور حقیقی مالک سے خفا ہو۔ اس خفگی کی آخرت میں کیا صورت ہوگی خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

ہمارے شیخ بزرگوار (دام ظلہ) اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ زندگی کے آخری زمانے میں اپنے ایک بیٹے سے شدید محبت رکھنے کی وجہ سے وہ سخت پریشان رہتے تھے، لیکن روز کی ریاضت سے انہیں اس محبت سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کامیابی ہو گئی جس سے انہیں بہت خوشی اور آرام ملا۔ اور انہوں نے اطمینان سے دار السرور کو انتقال فرمایا۔

فی الکافی باسنادہ عن طلحۃ بن زید عن ابی عبد اللّٰہ
قال: مثل الدّنیا کمثل ماء البحر کلّما شرب منہا العطشان
ازداد عطشا حتیٰ یقتلہ،، [1]

کافی شریف میں طلحہ ابن زید کی سند سے حضرت ابو عبد اللہ (ع) سے روایت ہے، کہ

---

[1] کافی۔ ج ۲۔ ص ۳۲۰۔ چاپ آخوندی

حضرت نے فرمایا "دنیا کی مثال سمندر کے پانی کی سی ہے جتنا زیادہ کوئی پیاسا اس کو پیتا ہے اس کی پیاس بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ اُسے مار ڈالتا ہے"

دنیا کی محبت انسان کو ہلاکت ابدی کی طرف لے جاتی ہے اور یہ ظاہری اور باطنی خرابیوں اور ابتلاؤں کا سرچشمہ ہے۔ جناب رسول اکرم (ص) سے منقول ہے کہ سفر فرماتے تھے "یہ درہم اور دینار تم سے پہلے اور لوگوں کی جان لے چکے ہیں، اور تمہاری جان لینے والے بھی یہی ہوں گے"۔ فرض کرو کہ انسان کسی اور گناہ میں مبتلا بھی نہ ہو (اگرچہ بعید از قیاس بلکہ محال ہے) لیکن خود دنیا سے تعلق ہی کسی گرفتاری سے کم نہیں بلکہ عالم قبر اور برزخ میں انسان کی حالت کا انحصار تعلق دنیا سے کمی بیشی پر ہی منحصر ہے جتنا کم ہوگا، انسان کی قبر اتنی ہی روشن اور کشادہ ہوگی اور برزخ میں بھی ویسا ہی ہوگا۔ اور انسان کو ان جگہوں پر بہت کم قیام کرنا پڑے گا۔ لہٰذا (بعض روایات کی رو سے) اولیائے خدا تین دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتے۔ یہ مختصر قیام بھی دنیا سے فطری دلچسپی اور جبلی تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حبِّ دنیا کے مفاسد میں سے ایک یہ ہے کہ وہ انسان کو موت سے خائف کرتا ہے۔ یہ خوف جو دنیا کی محبت اور دلی تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور نہایت قابل مذمت ہے۔ یہ خوف اس خوف سے مختلف چیز ہے جو مؤمنین کی صفات میں سے ہے۔ اور جو ان میں ہونا چاہیئے موت کے وقت کی سختی ان ہی تعلقات کے قطع ہونے کے سبب ہوتی ہے نہ کہ خود موت کے ڈر سے۔

اسلامی دنیا کے قابل احترام محقق اور سید عظیم الشان میر داماد اپنی بے نظیر تالیف "قبسات" میں خود اپنے لئے کہتے ہیں "لا تخافنّك الموت فانّ مرارته فی خوفه" [1] بیشک تجھے موت نہ ڈرانے پائے، کیونکہ اس کی تلخی اس سے خوف کھانے کی وجہ سے ہے"

حبِّ دنیا کے سب سے بزرگ مفاسد میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کو شرعی ریاضتوں عبادتوں اور مناسک سے باز رکھتی ہے۔ اور انسانی فطرت کے مادی پہلو کو مضبوط کرتی ہے

[1] "قبسات" میر داماد، ص ۷۲

تو وہ وجود میں آجاتی ہے۔ آج تجھے ہم نے اس قابل بنایا ہے کہ تو جس چیز کو حکم دے گا وہ وجود میں آجائے، وہ موجود ہو جائے گی" ملاحظہ فرمائیے یہ کیسا اونچا مقام، کیسی سلطنت ہوگی اور کیسی آسمانی فضیلت و قدرت ہوگی جو ارادۂ خدا کا مظہر ہوگی جو معدومات کو وجود کا لباس دے گی۔ تمام جسمانی لذتوں سے قدرت اور ارادے کا یہ اثر بہتر اور افضل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مرقوم عبث و بے مقصد رقم نہ ہوگا۔ جس کسی کا ارادہ اسکی شہوانی اور حیوانی قوتوں کا تابع ہوگا۔ اور جس کا عزم مردہ اور ناکارہ ہوگا وہ اس مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے قیاس آرائیوں سے منزاہیں اس دنیا کا نظامِ اسباب علل اور نتائج کے قانون پر مبنی ہے اور یہی حال اس عالم کا بھی ہے بلکہ وہ عالم مسبب الاسباب کے اس قانون کا بہترین نمونہ ہے۔ تمام نظام آخرت اسباب و مسببات پر ٹھیرا ہوا ہے۔ لیکن ارادے کو تاثیر و قوت ہماری اس دنیا سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ دنیا مزرعۂ آخرت ہے۔ اور تمام نعمات بہشت اور عذابہائے جہنم کا مصدر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ شرعی عبادات اور مناسک نہ صرف یہ کہ خود ایک اُخروی اور ملکوتی صورت کے حامل ہوتے ہیں بلکہ بہشتِ جسمانی اور اس کی تمام خوشیوں اور آسائشوں کی تعمیر کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ یہ بات براہین اور احادیث کے مطابق ہے۔ اسی طرح سے عبادتوں میں سے ہر ایک انسانی روح پر اپنا ایک خاص اثر چھوڑتی ہے۔ روحانی ارادے کو آہستہ آہستہ تقویت بخشتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کو پوری قدرت حاصل ہو جاتی ہے اسی لئے عبادت میں چاہے کتنی ہی مشقت کیوں نہ ہو وہ پسندیدہ ہے۔

"وافضل الاعمال احمزہا" (افضل ترین اعمال وہ ہیں جو مشکل ترین ہیں) موسم سرما کی سرد رات میں گرم و نرم بسترِ خواب کو چھوڑ کر عبادتِ خدا کے لئے اٹھ کھڑا ہونا، روح کو بدن کے اعضاء و جوارح پر غلبہ عطا کرتا ہے۔ اور ارادے کو قوت دیتا ہے۔ گو ابتداء میں یہ کام مشکل اور ناگوار لگتا ہے لیکن اس عمل کو جاری رکھا جائے تو آہستہ آہستہ ناگواری اور زحمت جاتی رہتی ہے۔ اور بدن پر روح کی قدرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اس طرح کی عبادت کرتے ہیں وہ بغیر کسی زحمت اور تکلیف کے انہیں انجام دیتے ہیں۔ ہم چونکہ کاہلی کرتے ہیں،

نهضت ترجمه
Translation Movement

اس لیے یہ ہمارے لئے مشکل اور شاق ہوتی ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ہم کوشش نہیں کرتے۔ اگر ہم کئی بار کوشش کر کے انہیں مسلسل بجالاتے رہیں تو آہستہ آہستہ یہ زحمت راحت میں بدل جائے گی خدا کے عبادت گزار بندے اور اہلِ مناسک ان عبادتوں سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ انہیں ان میں اس سے بھی زیادہ لذت ملتی ہے، جو ہم شہواتِ دنیوی سے اٹھاتے ہیں، کوشش کرتے رہنے سے تمہارا نفس ان کا عادی ہو جائے گا۔

اس عبادت کے کئی فائدے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ عالمِ آخرت میں ان کی شکل اس قدر حسین و جمیل ہوتی ہے کہ موجودہ دنیا میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اور ہم یہاں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ ان عبادتوں کو بجالانے والا عزم و اقتدار کا مالک ہو جاتا ہے۔ جس کے بہت سے فائدے ہیں۔ جن میں سے ایک کے بارے میں سن چکے ہو۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان آہستہ آہستہ عبادت کے الفاظ اور ان کے معانی سے مانوس ہوتا جاتا ہے اور سجاد و حقیقت ایک دوسرے سے نزدیک ہوتے جاتے ہیں۔ دل کی تمام توجہ مالک الملوک کی جانب مبذول ہوتی ہے۔ محبوب حقیقی کے جمال سے اُسے عشق ہونے لگتا ہے۔ اسی کے ساتھ دنیا و آخرت دونوں سے اس کی محبت اور تعلق کم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی میں یہ جذبۂ ربانی پیدا ہو جو ایک ایسی حالت کو جنم دے کہ حقیقی عبادت کا مقصد اور ذکر و فکر کے اسرار اس پر کھل جائیں تو دونوں جہان اسے ہیچ معلوم ہونے لگتے ہیں۔ دوئی کا غبار اس کے دل سے چھٹ جاتا ہے۔ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس وقت بندۂ خدا کیسی کیسی کرامتوں کا مالک ہوتا ہے۔ جس طرح ریاضت شرعیہ، عبادات و مناسک اور شہوات کا ترک انسان کو صاحبِ عزم و ارادہ بناتا ہے۔ اسی طرح گناہ بھی انسان کے طبیعی وجود پر غلبہ پا کر انسان کے عزم و ارادے کو کمزور تر کر دیتے ہیں۔ اس بات کا تھوڑا سا تذکرہ ہم اوپر کر چکے ہیں۔

کسی بھی صاحبِ وجدان سے یہ چیز پوشیدہ نہیں ہے کہ اپنی اصلی فطرت اور ذاتی جبلت کے لحاظ سے انسان حُسنِ مطلق کے کمال کا عاشق ہوتا ہے۔ اور اس کے دل کا بڑا حصہ جمالِ مطلق اور تمام موجودات کے کامل ترین وجود کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہی فطرتِ الٰہیہ ہے جو خداوندِ

تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ودیعت فرمائی ہے۔ اسی کے بل بوتے پر بنی نوع انسان کو عالمِ ملک و ملکوت میں ارادے کی قدرت حاصل ہے۔ یہ وہی فطرتِ الٰہیہ ہے جو عشاق کو جمالِ مطلق کے جلوؤں کی طرف کھینچتی ہے۔ لیکن ہر شخص اپنے حال و مقام کے لحاظ سے اس چیز میں اپنا کمال حاصل کرتا ہے جس کی طرف اس کا دل متوجہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو آخرت میں یقین رکھتے ہیں انہیں آخرت کے مقام اور درجات میں کمال نظر آتا ہے۔ اسی لئے ان کا دل ان ہی چیزوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ خدا سے محبت کرنے والے اہل اللہ جمالِ حق میں کمال کا جلوہ دیکھتے ہیں اور اس کے کمال میں انہیں جمال نظر آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

میں نے اپنے چہرے کا رخ اس کی طرف موڑ دیا ہے۔ جس نے زمین و آسمان کو بنایا ہے۔ اور "لی مع اللہ حال" کا ورد کرتے ہیں۔ انہیں اس کے وصال کی تمنا اور اس کے جمال سے عشق ہوتا ہے اس کے برعکس اہل دنیا چونکہ اپنا کمال دنیوی لذتوں میں ڈھونڈتے ہیں اور ان ہی کا جمال ان کی نظروں میں کشش رکھتا ہے۔ اس لیے وہ فطرتاً ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بہر حال انسان کی فطری توجہ اور وہی عشق کا تعلق صرف کمالِ مطلق سے ہے۔ اور اس کے مقابلے میں دوسرے تمام تعلقات اور علاقے گمراہی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ جتنا ہی ملکی یا ملکوتی دولتوں کو بٹورے گا۔ اور جتنا ہی کمالاتِ روحانی یا دنیوی مال و متاع و سلطنت کو حاصل کرے گا اتنا ہی ان کے لئے اس کا شوق بڑھتا جائے گا۔ اور اس کی آتشِ عشق شعلہ ور ہوتی جائے گی۔ مثلاً کسی شہوانی خواہشوں کے رکھنے والے نفس کے لئے شہوتوں سے تشفی کا سامان جس قدر بڑھتا جائے گا اس کی شہوتوں میں اور اضافہ ہوتا جائے گا۔ ان کو پورا کرنے کے جو سامان مہیا نہیں وہ ان کے حصول کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور اس کی آتش اشتیاق تیز سے تیز تر ہوتی جائے گی۔ اسی طرح سے کسی ریاست طلب کا نفس زمین کے ایک حصے کو اپنے پرچم اقتدار تلے لانے کے بعد کسی اور علاقے کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور اگر تمام کرۂ زمین اس کے قبضے میں آجائے تو اس کا جی یہ چاہے گا کہ دوسرے جہانوں کی طرف پرواز کرے۔ اور انہیں اپنے دائرہ اقتدار میں لائے لیکن بیچارہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس

کہ فطرت کسی اور چیز کی طلب گار ہے۔ حقیقت میں عشقِ جبلی و فطری کا مرکز و مقصد محبوبِ مطلق ہے۔ تمام حرکاتِ جوہریہ تمام طبیعی ارادی اور قلبی کیفیات اور تمام نفسیاتی میلانات کا ملجا و ماویٰ جمالِ حسین جمیل علی الاطلاق ہی ہے۔ انسان خود نہیں جانتا کہ یہ محبت و اشتیاق و عشق ہی معراج کے سفر براق اور کمال کے حصول کی راہ میں رفرف ہے، وہ انہیں غلط مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اور ان پر بے جا پابندیاں عائد کر کے انہیں قید کر دیتا ہے۔ بہر حال ہم اپنے اصلی مقصد سے دور ہو جاتے ہیں۔ چونکہ انسان کا دل کمال مطلق کی طرف کھنچتا ہے اسی لئے وہ جتنا ہی دنیوی دولتیں جمع کرے اتنی ہی اس کی دلچسپی ان چیزوں سے بڑھتی جاتی ہے۔ اور چونکہ وہ دنیا اور اس کی دولتوں کو ہی کمال سمجھتا رہتا ہے، اس کی حرص بھی بڑھتی ہی جاتی ہے، جتنا اس کے عشق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی دنیا پر اس کا دارو مدار بڑھتا جاتا ہے۔ اور دنیا سے نیاز مندی ہی اس کا نصب العین بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس آخرت میں یقین رکھنے والے لوگ، جنکی توجّہ دنیا کی طرف سے ہٹ گئی ہے، جیسے جیسے وہ عالمِ آخرت میں دلچسپی لیتے ہیں، ان کی توجہ اس دنیا کی طرف سے اور بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا کی طرف سے بالکل بے نیاز ہو جاتے ہیں اور ان کے دل میں استغنا اور بے نیازی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور وہ عالمِ دنیا اور اس کی تمام دولتوں کو ناچیز سمجھنے لگتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اللہ والے افراد دونوں عالموں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور دونوں سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ صرف اغنیٰ علی الاطلاق کے طلبگار ہوتے ہیں اور جلوۂ غنیٔ بالذات ان کے دل کے آئینے میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

ابتداء میں نقل کی گئی حدیث شریف کا مضمون اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی شرح ہم نے اب تک کی ہے، فرمایا: جو شخص صبح و شام دنیا ہی کو اپنا سب سے بڑا مقصد بناتا ہے، خداوند تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں فقر لکھ دیتا ہے (یعنی اُسے فقر کی تاریکی ہر طرف نظر آتی ہے) اور وہ شخص جو اس طرح سے صبح و شام بسر کرتا ہے کہ اس کا سب سے بڑا مقصد آخرت ہو، خداوند استغنا سے اس کے دل کو مالا مال کر دیتا ہے۔" ظاہر ہے کہ ایسا شخص جس کی دلی توجہ آخرت پر مرکوز ہو گی اس کی نظروں میں امورِ دنیا اور اکی تمام دشواریاں حقیر

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

ابو یعفور کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق (ع) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "جس کسی شخص کے دل میں دنیا سے زیادہ لگاؤ ہوگا اس کے دل میں یہ تین چیزیں گھر کر لیں گی: بے زوال غم واندوہ، وہ آرزو جو کبھی پوری نہ ہو اور وہ امید جو کبھی بر نہ آئے۔"

آخرت میں ایمان رکھنے والے جیسے جیسے دار کرامتِ حق تعالیٰ سے نزدیک ہوتے جاتے ہیں ان کا دل اتنا ہی مسرور اور مطمئن ہوتا جاتا ہے۔ اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر اور گریزاں رہنے لگتے ہیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ ان کی موت کا وقت معین نہ کر چکا ہوتا تو وہ ایک پل کے لیے بھی اس دنیا میں نہ رکتے۔ جیسا کہ مولا المتقین علی علیہ السلام نے فرمایا ہے: پس وہ لوگ اس عالم میں اہل دنیا کی طرح رنج وغم نہیں اٹھاتے۔ اور آخرت میں بھی جوارِ رحمتِ حق تعالیٰ میں جگہ پاتے ہیں۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ مِنْهُمْ اِنْشَاءَاللّٰهُ۔ انشاءاللہ خدا ہمیں بھی ان ہی میں شامل کر لے۔

اس لئے اے دوست! اس وقت تم نے برائیوں کے اس نطفے سے پیدا ہونے والے مفاسد کا ذکر سنا اور یہ بھی سمجھ لیا کہ یہ محبت انسان کو ہلاکت سے دوچار کرتی ہے۔ اس سے اس کا ایمان چھین لیتی ہے۔ اور اس کی دنیا و آخرت کو درہم برہم کر دیتی ہے تم آج ہی دامنِ ہمت پورے عزم سے اس بات پر کس لو کہ جس قدر ممکن ہو سکے تم اس دنیا میں دلچسپی کو کم سے کم کرتے جاؤ گے۔ اس محبت کی جڑیں کاٹ دو اور اس چند روزہ زندگی کو کچھ بھی اہمیت نہ دو۔ یہاں کی نعمتوں کو اور یہاں کے رنج والم کو حقیر سمجھو۔ خدائے تعالیٰ سے توفیق طلب کرو کہ وہ تمہاری مدد کرے، اس رنج ومحنت سے تمہیں چھٹکارا دلائے۔ اور تمہارے دل کو اپنے دارِ کرامت سے مانوس کرے:

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَاَبْقٰى

[illegible]

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement
TMS

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

نهضت ترجمه
Translation Movement
.ms

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

نهضت ترجمه
Translation Movement

روشنی رکھتی اور خاموش ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ بعید از قیاس ہی نہیں بلکہ ناممکنات میں سے ہے کہ غصے کی شدت کی حالت میں اور اس کے شعلوں کے اشتعال کے درمیان انسان دوسرے گناہوں بلکہ موبقات اور مہلکات سے محفوظ رہے، یہ خلافِ فطرت ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اس شیطانی چنگاری کے ایک منٹ کے لیے بھڑک اٹھنے ہی سے انسان ہلاکت اور نابودی کی چٹان پر گر پڑتا ہے۔ وہ معاذ اللہ، انبیاء اور مقدسین کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، کسی مظلوم ہستی کے قتل سے اپنے ہاتھ رنگین کرتا ہے، حرمات کی ہتک کا گنہگار ہوتا ہے۔ اور اپنی دنیا اور آخرت کو باد فنا کے حوالے کر دیتا ہے، جیسا کہ کافی کی ایک حدیث شریف میں کہا گیا ہے:

عن ابی عبد اللّٰہ (ع) فی حدیث: کان ابی یقول: ایّ شیئٍ اشدُّ من الغضب انّ الرّجل لیغضب فیقتل النّفس الّتی حرّم اللّٰہ و یقذف المحصنۃ۔[۵]

حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میرے والد بزرگوار فرماتے تھے "کون سی چیز ہے جو غصے سے زیادہ شدید ہے؟ بے شک جب کوئی غصہ کرتا ہے تو وہ نفس کو قتل کرتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اور متاہل عورت پر تہمت لگاتا ہے۔

بہت سارے فتنے و فساد و فجائع غصے اور اشتعال کے زیر اثر وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ جو شخص اس آتشِ سوزاں کا شکار ہو اسے اپنے سکون کے لمحوں میں (ٹھنڈے دل سے) اپنی غضبناکی کے خطرات و اثرات کو محسوس کر کے ان سے ڈرنا چاہیئے۔ اپنے جذبات کے ٹھہراؤ کی حالت میں اُسے اپنے علاج کی تدبیر کرنی چاہیئے اور اس کے اسباب اور مفاسد ان کی شدت اور ان کے اثرات کے بارے میں ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو اس رذیلہ سے نجات دلانی چاہیئے۔ اُسے یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ قوت جو خدا تعالیٰ نے نظامِ عالم کے تحفظ اور بنی نوع انسان اور فرد کی بقاء، نظامِ خانوادہ کے نظم و ضبط اور

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

نهضت ترجمه
Translation Movement
TMS

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

آتا ہے، اس کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں، اس کی گردن کی رگیں پھُول جاتی ہیں اور ان میں شیطان کا عمل دخل ہو جاتا ہے۔ پس جب کبھی تم میں سے کسی کو ایسا خطرہ محسوس ہو، زمین پر لیٹ جاؤ اور زمین سے چمٹ جاؤ کیونکہ اس حالت میں یہ شیطانی لعنت دُور ہو جائے گی۔

بِاَسْنَادِهٖ عَنْ مُيَسِّرٍ قَالَ: ذُكِرَ الْغَضَبُ عِنْدَ اَبِی جَعْفَرٍ (ع) فَقَالَ:
اِنَّ الرَّجُلَ لَيَغْضَبُ فَمَا يَرْضٰى حَتّٰى يَدْخُلَ النَّارَ فَاَيُّمَا
رَجُلٍ غَضِبَ عَلٰى قَوْمٍ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ مِنْ فَوْرِهٖ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ
سَيَذْهَبُ عَنْهُ رِجْزُ الشَّيْطَانِ وَاَيُّمَا رَجُلٍ غَضِبَ عَلٰى ذِی
رَحِمٍ فَلْيَدْنُ مِنْهُ فَلْيَمَسَّهٗ فَاِنَّ الرَّحِمَ اِذَا مُسَّتْ سَكَنَتْ ۵

راوی کہتا ہے کہ امام باقر (ع) کے حضور میں جب غصّے کا ذکر چلا تو حضرت نے فرمایا کہ بے شک جب کوئی مرد غصے میں آتا ہے اس وقت تک اس کو تشفی نہیں ہوتی جب تک کہ اُسے آتشِ جہنم تک نہ پہنچا دے۔ اس لئے ہر فرد کو جب اُسے کسی قوم پر غصّہ آئے تو چاہیئے کہ اگر وہ کھڑا ہوا ہو تو فوراً بیٹھ جائے تاکہ وسوسہ شیطان فوراً دور ہو جائے اور وہ مردجو اپنے رشتہ دار پر غصّے میں آئے اُسے چاہیئے کہ وہ اس کے نزدیک جاکر اُسے چھُولے، کیونکہ جب خونی تعلق یا اپنائیت کو محسوس کیا جائے تو غصّہ فوراً ٹھیر جاتا ہے۔ اِس حدیث شریف سے غصّے کی ابتدائی حالت کو قابو میں کرنے کے دو عملی علاج سیکھے جا سکتے ہیں، ایک عمومی یعنی بیٹھ جانا اور اپنی جسمانی حالت میں تبدیلی لانا۔ جیساکہ دوسری حدیث میں بھی کہا گیا ہے کہ اگر کوئی بیٹھا ہو اور غصّہ آئے تو کھڑا ہو جائے۔ اہلِ سُنت کی احادیث کے مطابق کہا گیا ہے پیغمبرِ خدا (ص) اگر کھڑے ہوتے اور انہیں غصّہ آتا تو وہ بیٹھ جایا کرتے تھے اور اگر بیٹھے ہوئے ہوتے تو پیٹھ کے بل لیٹ جاتے تھے، اس طرح آپؐ کا غصّہ ٹھنڈا ہو جاتا۔ دوسرا مخصوص علاج ارحام کے تعلق سے ہے کہ اگر کسی فرد کو اپنے ہی رشتہ دار پر غصّہ آئے تو وہ اُسے چھُولے، اس طرح اس کا غصّہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ یہ معالجات اس شخص کے لئے ہیں، جو غصّے کی حالت میں خود اپنا علاج کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اگر دوسرے لوگ چاہیں کہ کسی شخص

کا علاج جب وہ غصے کی حالت میں ہو کریں تو اس صورت میں جبکہ غصہ ابتدائی مراحل میں ہو اوپر تجویز کیے گئے علمی اور عملی طریقوں میں سے کسی بھی طریقے کو استعمال میں لا سکتے ہیں لیکن اگر غصہ شدت اختیار کر چکا ہو اور اس میں اشتعال پیدا ہو چکا ہو تو نصیحتوں سے الٹے نتائج نکلیں گے۔ اس حال میں علاج بہت مشکل ہے۔ سوائے اس کے کہ اس کو کسی ایسی ہستی سے جس کا اس پر رعب ہو ڈرایا جائے۔ کیونکہ انسان صرف ان ہی لوگوں پر غصے میں آتا ہے جن کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو طاقتور اور غالب سمجھتا ہے یا کم از کم ان کو اپنے برابر کا سمجھتا ہے لیکن ان لوگوں کے لئے جن کو وہ اپنے اوپر غالب اور حاکم سمجھتا ہو اس کا غصہ ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس کے دل میں خون اندر ہی اندر ایک باطنی اشتعال سے کھولتا ہے۔ غصہ اندر ہی اندر گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ اور ایک حزن و ملال کی کیفیت اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ غصے کی شدت اور اشتعال کا علاج ایک بہت ہی دشوار اور مشکل کام ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

غصے کا بنیادی علاج اور اس کی بیخ کنی :

غصے کے بنیادی علاجوں میں سے ایک اس کے مادے کا قلع قمع کرنا اور ان اسباب کو دور کرنا ہے جو غصے کے بھڑکانے میں معاون ہوتے ہیں۔ یہ اسباب متعدد ہیں۔ ان میں سے ہم صرف ان کے بارے میں بحث کریں گے جو ان اوراق سے مناسبت رکھتے ہیں ان میں سے ایک حبِ نفس ہے، جس سے دوسری خرابیاں۔ جیسے حبِ جاہ و حشمت و شرف اور اقتدار سے محبت یعنی اپنے اثر اور ارادے کو وسعت دینے کا رجحان ایسی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سب غصے کی آتش کو تیز کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ اس لئے کہ جس انسان کے دل میں ان چیزوں کی محبت ہوگی وہ ان امور کو بہت زیادہ اہمیت دے گا۔ اور ان کے لئے اس کے دل میں زیادہ وقعت ہوگی۔ ان میں سے کسی کی راہ میں بھی کوئی رکاوٹ یا زحمت پیش آنے کا امکان ہو تو وہ بے جا غصے میں آئے گا۔ جوش و خروش کا مظاہرہ کرے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے سے

انتقام لینا چاہیئے۔ اور یہ کہ کس کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لینا بہتر ہے۔ غصّے کے وقت عنانِ عقل اس کے ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پاتی۔ وہ نازیبا الفاظ اور ناہنجار اعمال کے استعمال سے پرہیز کرتا ہے۔ اور اس کے سب کام میزانِ عقل، شرع اور عدل و انصاف کے اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ وہ جو بھی کرتا ہے اس طرح سے کہ بعد میں پشیمان نہ ہونا پڑے۔

پس اس لئے ایک ہوشمند اور باشعور انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اس اخلاقی خوبی کو جس کا شمار انبیاء اور اولیائے خدا اور مؤمنین کے اوصاف میں ہوتا ہے اور جو روحانی کمالات میں سے ہے، اس دوسری اخلاقی برائی سے جو شیطان کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس ملعون کا وسوسۂ خناس ہے اور قلب کے نقائص میں شمار ہوتی ہے ہاتھ نہ ملائے۔ اُسے ایسی غلطی نہیں کرنی چاہیئے لیکن جہل و نادانی اور حبِ دنیا و نفس کے پردے انسان کی آنکھوں اور کانوں کو اس طرح سے ڈھانک دیتے ہیں کہ وہ مجبور و لاچار ہو کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔

غصّے کے دوسرے کچھ اسباب کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسے عجب، افتخار، کبر و خود نمائی اور مسخرہ پن جن کی تفصیل طوالت کا سبب ہوگی اور اس جگہ اس کے بیان کی گنجائش نہیں۔ یہاں صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ان میں سے زیادہ تر یا سبھی بالواسطہ یا بلاواسطہ ان ہی دو برائیوں سے پیدا ہوتے ہیں، جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ والحمد للّٰہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement
IPS

اپنے اوجِ کمال پر تھا۔ یہی نہیں، عربوں میں وہ افراد بھی جنہیں نورِ ہدایت سے سرفراز کیا گیا تھا، ان میں بھی یہ خصلت اور گروہوں کے مقابلے میں زیادہ پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوند تعالیٰ چھ گروہوں کو چھ برائیوں کے لیے عذاب میں مبتلا کرے گا: عربوں کو عصبیت کے لیے، زمینداروں کو کبر کے لیے، امراء کو ستم کے لیے، فقہا کو حسد کے لیے، تاجروں کو خیانت کے لیے اور دیہاتیوں کو نادانی کے لیے

عصبیت کے مفاسد:

اہلِ عصمت و طہارت کی حدیثوں سے استفادہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عصبیّت کی خصلت مہلکات میں سے ہے۔ جو کسی کی عاقبت کو خراب اور اُسے ایمان کے دائرے سے خارج کر دیتی ہے۔ اور شیطان کے اخلاق کے زمرے میں گنی جاتی ہے۔

"کافی" بسندہ الصحیح عن ابی عبد اللّٰہ (ع) قال من تعصّب اَوْ تُعُصِّبَ لَہٗ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَ الْاِیْمَانِ من عُنُقِہٖ[1]

کافی شریف میں حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق (ع) سے روایت صحیح سند میں آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو کوئی عصبیّت کی طرف مائل ہے یا جسے عصبیّت اپنی طرف کھینچتی ہے اس کی گردن سے ایمان کی رسی کھینچ لی جاتی ہے۔ یعنی وہ ایمان سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اور بھٹکتے پھرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور لازمی طور پر عصبیّت کے معاملے میں متعصب کا ساتھ دینے والا اپنی رضا سے ایسا کرنے کی وجہ سے اس گناہ کی جزا میں برابر کا شریک ہوگا جیسا کہ حدیث میں کہا گیا ہے کہ جو اپنی قوم کے کسی بُرے عمل سے راضی ہوگا، اسے ان لوگوں کا شریک شمار کیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس کو پسند نہیں کرتا ہے، بلکہ اس حرکت

---

[1] کافی، ج ۲، ص ۳۰۸، حدیث ۲

نهضت ترجمه Translation Movement INS

[illegible]

نهضت ترجمه
Translation Movement
IIS

کی گردن ایمان کے حبلِ متین وعروۃ الوثقیٰ سے بندھی رہے گی وہ حقائق ومعارف کا اسیر ہوگا دینی قواعد کا پابند اور عقلی قوانین کا رہینِ منت رہے گا۔ وہ عقل وشرع کی تحریک کے بغیر کسی طرف کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ کسی قسم کی عادت، کوئی بھی اخلاقی خصوصیت اور کوئی بھی جذبہ نہ تو اس کے وجود کو متزلزل کرسکتا اور نہ اُسے صراطِ مستقیم سے ہٹا سکتا ہے۔ جب انسان اسلام اور ایمان کا دعویدار بنتا ہے، اس کو حقائق کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیئے اور ان کو ہر طرح سے مان لینا چاہیئے۔ اپنے مقاصد چاہے وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں اپنے ولیٔ نعمت کے مقاصد کے سامنے قربان کر دینا چاہیئے۔ ایسا ہی انسان عصبیّت اور جہالت سے عاری و آزاد ہوسکتا ہے۔ تب ہی اس کا دل حقائق کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور جہل وعصبیّت کے بوجھل پردے اس کی آنکھوں کو اندھا نہ کریں گے۔ عدل وانصاف کرنے اور اظہار صداقت کے الفاظ ادا کرنے کے لئے وہ تمام تعلقات اور رشتوں کو ایک طرف رکھ کر تمام قرابتوں اور رفاقتوں کو ولیٔ نعمت کے مقصود کی خاطر قربان کر دے گا۔ اگر کسی مقام پر عصبیّتِ اسلامیّت اور عصبیّتِ جاہلیّت میں ٹکراؤ ہوتا ہے تو وہ عصبیّتِ اسلامیّت اور حقانیت کو مقدم جانے گا۔ جسے حقیقتوں کا عرفان حاصل ہو وہ یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ تمام رشتے اور ناطے عرضیہ (اتفاقی وفانی) امور ہیں، جو باقی رہنے والے نہیں۔ لیکن خالق اور مخلوق کے درمیان ارتباط اور عصبیّتِ حقیقی ایک ذاتی امر ہے، جسے کبھی زوال نہیں۔ یہ بندھن تمام بندھنوں سے زیادہ مضبوط اور پائدار اور تمام حسب نسب کے سلسلوں سے بالاتر ہے۔

رسولِ خدا (ص) کی ایک حدیث:

حدیث میں کہا گیا ہے کہ

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

کلّ حَسَبٍ وَ نَسَبٍ منقطع یوم القیامۃ الّا حسبی و نسبی:

قیامت کے دن تمام حسب ونسب کے رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوائے میرے حسب ونسب کے

Translation Movement
.INS

معلوم ہونا چاہیئے کہ ان حضرت کا حسب و نسب چونکہ روحانی ہے اس لئے اٹوٹ ہے اور جہالت کی تمام عصبیتوں سے دور ہے۔ اس عالم میں یہ روحانی حسب و نسب تمام آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اور اس کے کمالات بھی وہیں زیادہ نمایاں ہوں گے۔ یہ جسمانی اور ملکی بندھن جو انسانی عادتوں پر مشتمل ہوتے ہیں ذرا سی بات سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ دوسرے عوالم کے لیئے ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ لیکن وہ تمام بندھن جو میزان قواعدِ شرعیہ اور عقلیہ کی بنیادوں پر باندھے گئے ہیں ان کے ٹوٹنے اور منقطع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عصبیت کی ملکوتی صورت:

بعض احادیث کی شرح کے ضمن میں کہا جا چکا ہے کہ انسان کی ملکوتی، برزخی اور قیامتی صورتوں کا انحصار انسان کے ملکات اور ان کی کمی بیشی پر ہوگا۔ وہ دنیا سلطانِ نفس کے ظہور کا مقام ہے۔ ملکِ بدن کی صورتوں کا پابند نہیں۔ ممکن ہے کہ اُس عالم میں انسان حیوانات کی صورت یا شیطان کی شکل میں محشور ہو۔ یہ حدیث جس کی شرح کی جا رہی ہے کہتی ہے کہ "جس کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی عصبیت ہوگی، خداوند عالم اس کو روز قیامت اعرابِ جاہلیت کے ساتھ اٹھائیگا" یہ ممکن ہے کہ اسی مطلب کی طرف اشارہ کر رہی ہو جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔ جو شخص اس رذیلہ کا مالک ہوگا اس عالم سے انتقال کرنے کے بعد وہ شاید اپنے آپ کو اعرابِ جاہلیت میں سے کسی شخص کی شکل میں پائے، جو نہ تو خدائے تعالیٰ پر ایمان لایا اور نہ رسالت و نبوت کا معتقد ہوا، جب وہ اپنے آپ کو اس طائفے کے ایک فرد کی صورت میں محشور دیکھے گا، تو اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ کیوں ایسا ہوا جبکہ دنیا میں اس نے سچے عقیدے کا اظہار کیا تھا، اور امتِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مسلک سے منسلک تھا۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں کہا گیا ہے کہ اہلِ جہنم رسول اللہ (ص) کا اسمِ مبارک بھول جائیں گے۔ اور اپنا تعارف نہیں کرا سکیں گے۔ اس وقت تک جب تک حق تعالیٰ ان کو بری کرنیکا

نہضت ترجمہ
Translation Movement
TMS

ارادہ نہ فرمائے۔ بعض احادیث کی رُو سے، چونکہ یہ خاصیت شیطان کے خواص میں سے ہے، ہوسکتا ہے کہ اعرابِ جاہلیت اور عصبیتِ جاہلیت کے مالک انسان شیطان کی شکل میں ہی محشور ہوں گے۔

«کافی» فی الصحیح عن ابی عبد اللہ (ع) قال: اِنّ الملائکۃ کانوا یَحسبوُنَ اَنّ ابلیس مِنھُم وکان فی عِلم اللہ اَنّہ لَیسَ مِنھُم فَاستَخرَجَ مَا فی نفسہٖ بالحَمیہ والغَضب فقال:

خلقتنی مِن نَارٍ وخلقتہُ مِن طینٍ [۱]

کافی کی ایک حدیث صحیح میں جو حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق (ع) سے روایت کی گئی ہے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت نے فرمایا: بے شک ملائکہ یہ گمان کرتے تھے کہ شیطان ان میں سے ہے۔ اور یہ بات خدا کے علم میں تھی کہ وہ ان میں سے نہیں ہے۔ اور اس نے اپنی حمیت اور عصبیت میں وہ سب کچھ اُگل دیا جو اس کے دل میں تھا۔ اور کہنے لگا کہ تو نے مجھے آتش سے بنایا اور آدم کو مٹی سے خلق کیا۔"

پس اے عزیز! یہ جان لے کہ یہ شیطان کی خباثت ہے، اسی ملعون کا پیدا کیا ہوا ایک وسوسہ اور ایک قیاس باطل ہے۔ اس کے دبیز نقاب کی وجہ سے غلطی سرزد ہوئی۔ یہ نقاب تمام حقیقتوں کو نظر سے اوجھل کر دیتا ہے۔ یہ انسان کے تمام رذائل کو خوبیوں کی شکل میں پیش کرتا ہے۔ اور دوسروں کی خوبیوں کو رذائل کا رنگ دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ شخص جو تمام چیزوں کو ان کی اصلیت و واقعیت سے الگ رنگوں میں دیکھتا ہے۔ اس کے اعمال اسے کہاں پہنچا سکتے ہیں۔ یہ رذیلہ خود اپنی ذات سے انسان کی ہلاکت کا باعث ہونے کے علاوہ بہت سارے دوسرے رذائل نفسانی اور مفاسدِ اخلاقی کا سرچشمہ بھی ہے، جن

---

[۱] کافی، جلد ۲، صفحہ ۳۰۹

کا ذکر طوالت اور زحمت کا باعث ہوگا۔

پس ایک عقلمند انسان جو اس خلق فاسد کے مفاسد کو سمجھتا اور صادق مصدق رسول اکرمؐ اور ان کے اہل بیت اطہار صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شہادت پر ایمان رکھتا ہو، جانتا ہے کہ یہ برائی انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور اسے اہل آتش میں شامل کرتی ہے۔ وہ ضرور اپنے نفس کے علاج کی تدبیر کرے گا۔ اور اگر خدانخواستہ اس کے دل میں اس خلق ناہنجار کا رائی کے دانے کے برابر بھی وجود ہے، تو اس پر لازم آتا ہے کہ اپنے آپ کو اس سے پاک کرے تاکہ اس عالم سے عالم آخرت کی طرف ہجرت و انتقال کرتے وقت اور اپنی اجل کا سامنا کرتے وقت اس کا نفس پاک و صاف رہے۔ اُسے یہ جاننا چاہیئے کہ انسان کو اس دنیا میں ملی ہوئی فرصت کم ہے۔ اس کے پاس بہت تنگ وقت ہے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کس وقت اور کس دن اس کی موت واقع ہوگی۔

اپنے نفس سے خطاب:

اے قلم فرسا اے نفس خبیث! ہو سکتا ہے کہ اسی وقت کہ جب تو لکھنے میں مشغول ہے تیری اجل پہنچ جائے۔ اور ان تمام اخلاقی رذائل کے ساتھ تجھے اس عالم میں منتقل کر دے، جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔

اے عزیز قاری! تم جو ان اوراق کے مطالعہ میں مصروف ہو تمہیں اس لکھنے والے کی حالت سے (عبرت حاصل کرنی چاہیئے)، جو اس وقت خاک تلے اور دوسرے عالم میں اپنی بداعمالیوں اور اخلاقی ناہنجاریوں کی وجہ سے گرفتار عذاب ہے۔ جب اُسے فرصت حاصل تھی اپنی ہوائے نفس و ہوس کو پورا کرنے میں اپنی عمر عزیز گنوا دی۔ اور اس سرمایۂ الٰہی کو ضائع کر دیا۔ تمہیں ہوشیار رہنا چاہیئے کہ ایک دن تم بھی ہم ہی لوگوں میں سے ہوگے۔ اور تم نہیں جانتے کہ وہ کون سا دن ہوگا۔ کون جانتا ہے کہ شاید ابھی اسی وقت جب کہ تم پڑھنے میں مشغول ہو، اگر تم ٹال مٹول کرو گے تو موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اے میرے بھائی! یہ چیزیں ٹالنے کی نہیں ہیں۔ کتنے سارے

اچھے خاصے، صحیح و سالم افراد مرگِ ناگہانی کے ہاتھوں اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور ہم نہیں جانتے کہ ان کی عاقبت کیسی ہوگی۔؟ اس لئے موقع کو ہاتھ سے مت جانے دو اور ایک ایک پل کو غنیمت سمجھو کہ عمل کی اہمیت بہت ہے۔ اور سفر بہت پرخطر ہے۔ اس دنیا کا دامن، جو مزرعۂ آخرت ہے، اگر تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے تو پھر عمل کا موقع نکل جائے گا۔ اور تم اپنے نفس کے مفاسد کی اصلاح نہیں کر سکو گے۔ پھر حسرت و حیرت و عذاب و ذلت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔
اولیائے خدا نے ایک پل بھی سکون سے نہیں گذارا، اور اس سفر پر خوف و خطر کو فراموش نہیں کیا۔ امام معصوم علی ابن حسین (ع) کا حال ہمارے لئے حیرت انگیز ہے۔ امیر مؤمنان ولیٔ مطلق علی علیہ السلام کے آہ و زاریاں ہمیں مبہوت کر دیتی ہیں۔ ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ ہم کیوں اس قدر غافل ہو گئے ہیں۔ کس نے ہمیں اطمینان دلایا ہے، سوائے شیطان کے جو ہمیں آج کے کاموں کو کل پر اٹھا رکھنے کے لئے اکساتا ہے۔ وہ مردود چاہتا ہے کہ اپنے اصحاب و انصار کی تعداد میں اضافہ کرے۔ اور ہمیں اپنی مذموم عادت میں مبتلا کر کے اپنے اور چیلوں کے ساتھ محشور کرے۔ وہ ملعون ہمیشہ امور آخرت کو ہماری نظروں میں سہل اور آسان بنا کر پیش کرتا ہے۔
اور رحمتِ خدا کے وعدے اور شافعین کی شفاعت کا اطمینان دلا کر ہمیں یاد خدا سے غافل اور اس کی اطاعت سے باز رکھتا ہے۔ لیکن افسوس کہ اشتہائے کاذب ہے اور اس ملعون کے مکر و فریب کے سنہرے جال ہیں۔ اس وقت رحمتِ خدا تمہارا احاطہ کئے ہوئے ہے صحت، سلامتی، زندگی، حفظ و امان، ہدایت، عقل، فرصت اور اصلاحِ نفس کے لئے رہنمائی غرض طرح طرح کی ہزاروں نعمتوں سے مالا مال ہو لیکن تم ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے، اور شیطان کی اطاعت کیوں کرتے ہو؟ اگر اس عالم میں تم نے ان رحمتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا تو یاد رکھو کہ تم اس عالم میں بھی بے بہرہ اور حق تعالیٰ کی لامتناہی رحمتوں اور شافعین کی شفاعت سے محروم رہو گے۔
اس دنیا میں شافعین کی شفاعت کا مظہر ان کی دکھائی ہوئی راہِ ہدایت ہے۔ اور اس عالم میں ہدایت کی باطنی شفاعت ہو گی۔ اگر تم ہدایت سے بے بہرہ رہے تو پھر شفاعت سے محروم رہو گے۔
تم نے جتنی بھی ہدایت پائی ہے، رسول اکرم (ص) کی شفاعت کے بھی اتنے ہی حقدار ہو گے۔ شفاعتِ

Translation Movement

رسول (ص) حق مطلق کی رحمت کے مساوی ہے۔ چاہیئے کہ اس سے مناسب موقع پر استفادہ کرو۔ اگر خدانخواستہ شیطان تم سے یہ وسائل ایمان چھین لے تو پھر تم رحمت و شفاعت کے قابل نہ رہو گے۔ سچ ہے کہ رحمتِ حق مکمل و سرشار ہے۔ اگر تم رحمت کے طالب ہو تو پھر ان مسلسل نعمتوں کو جو اس نے اس عالم میں مرحمت فرمائی ہیں۔ اور جو دوسری کئی نعمتوں کا سرچشمہ ہیں، کیوں انہیں حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے؟ ان تمام انبیاء اور اولیائے خدا نے خوانِ نعمت تمہیں پیش کیا ہے۔ اور مہمان خانۂ الٰہی میں آنے کی تمہیں دعوت دی ہے۔ تم کیوں انہیں قبول نہیں کرتے؟ کیوں ایک وسوسۂ خناس اور شیطان کی آواز پر تم نے ان سب چیزوں کو نظر انداز کر دیا؟ کتابِ خدا کی محکمات، احادیثِ انبیاء و اولیاء کی متواترات، عقول عقلاء کی ضروریات اور حکماء کے کئی براہین، ان سب کو تم نے شیطانی خطرات اور خواہشاتِ نفسانی پر قربان کر دیا! افسوس ہے میرے اور تمہارے حال پر اور ہماری اس غفلت پر، ہمارے اندھے بہرے پن اور جہالت پر!

اہلِ علم کی عصبیتوں کے بارے میں:

ایام جاہلیت کی عصبیتوں میں سے

ایک یہ ہے کہ معاملاتِ علمی میں بے لچک اور سخت رویہ اختیار کیا جائے اور اس بات کی پچ کی جائے جو خود کہی ہے یا اپنے استاد یا شیخ نے بتائی ہے۔ یہ حمایت حق کے اظہار اور باطل کے ابطال کے لئے نہیں۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس قسم کی عصبیت، عصبیت کی دوسری شکلوں سے کئی حیثیتوں سے ناروا تر اور زشت تر ہے۔ اوّل اس حیثیت سے کہ شخص متعصب ایک اہل علم ہونے کے ناطے، اُسے بنی نوع بشر کا مربی ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ وہ شجرِ نبوت و ولایت کی شاخ سے متعلق ہوتا ہے، ان کے بتائے ہوئے امور کی نزاکت اور اخلاق فاسدہ کے عواقب سے واقف ہونا چاہیئے اگر خدانخواستہ وہ خود جاہلیت کی عصبیت کا شکار ہو اور اپنے آپ کو شیطان کی صفاتِ رذیلہ سے منسوب کرے تو اس پر خدا کی حجت زیادہ سخت ہوگی۔ اور وہ شدید تر مواخذے کا مورد قرار پائے گا۔ وہ جو اپنے آپ کو چراغِ ہدایت اور شمعِ محفلِ انسانی کی شکل میں پیش کرتا ہے،

Translation Movement

اپنے آپ کو راہِ سعادت کا رہنما اور آخرت کی راہ دکھانے والا سمجھتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اپنے اقوال پر خود عمل پیرا نہ ہو اور اس کا باطن اس کے ظاہر کو جھٹلائے تو وہ اہلِ ریا و نفاق کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔ علماء سوٗ اور عالم بے عمل کہلائے گا، جس کی سزا بہت ہی سخت ہے۔ اور جس کا عذاب سارے عذابوں سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اسی طرح کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

بِئسَ مثل القوم الّذین کذّبوا بآیات اللّٰه واللّٰه لا یهدی القوم الظّالمین۔ (سورہ الجمعہ۔ آیۃ ۵)

دردناک ہے ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالم قوموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس لئے اہلِ علم پر لازم ہے کہ وہ اپنے مقام کا تحفظ کریں۔ اور اپنے آپ کو ان مفاسد سے پوری طرح پاک رکھیں، اس صورت میں جبکہ وہ اپنی اور اپنے معاشرے کی اصلاح کر چکے ہوں گے، تب ہی ان کا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ اور ان کی پند و نصیحت دلوں میں اتر سکتی ہے۔ عالم کا فاسد ہونا امت کے فساد کا باعث ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ فساد دوسرے فسادوں کو جنم دیتا ہے۔ اور دوسرے تمام گناہوں سے بزرگ تر اور شدید تر ہے۔ نعمت کی نظروں میں چھوٹے فسادوں سے کہیں زیادہ سزا کا مستحق ہے۔

اہلِ علم میں اس خلق بد کے اثر کا ایک اور بُرا پہلو خود علم کے حق میں بُرا ہوتا ہے، کیونکہ یہ علم کے ساتھ خیانت اور حق ناشناسی ہے۔ وہ شخص جسے اس امانت کا بار سونپا گیا ہے اور جو اس خلعت سے سرفراز کیا گیا ہے، اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی حرمت کی حفاظت کرے اور اسے صحیح و سالم حالت میں اس کے حقیقی مالک کے حوالے کرے۔ اگر وہ جاہلانہ تعصب کا مرتکب ہوتا ہے، تو یہ خیانت ہوگی، اور ظلم و گناہِ عظیم۔

یہ خود اپنی جگہ ایک خطائے بزرگ ہے، جس کا ایک اور منفی پہلو اپنے مقابل پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ کیونکہ دوسرا شخص جو اس علمی بحث میں ان کے مقابل حصّہ لے رہا ہے، وہ بھی

اہلِ علم میں سے ہے۔ اور ودیعتِ الٰہی سے سرفراز ہے۔ اس کی حرمت کا لحاظ کرنا لازم ہے اس کی ہتک کرنا حرمتِ الٰہیہ کی ہتک کرنے کے مترادف ہے، اور عظیم گناہ ہے۔ بے موقع عصبیت کبھی کبھی اس امر کا باعث ہوتی ہے کہ انسان حرمتِ اہلِ علم کی ہتک کا ارتکاب کرے۔ میں اس گناہِ عظیم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔

اسکا ایک اور پہلو خود شخص متعصب سے متعلق ہے۔ جو انسانیت کا شیخ اور استاد سمجھا جاتا ہے۔ اور (پھر بھی) نافرمانیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ مشائخ عظام اور اساطینِ کرام نظر اللہ وجوہھم حق کی طرف داری پہ آمادہ اور باطل سے گریزاں رہتے ہیں۔ اور اس شخص سے کراہت رکھتے ہیں جو عصبیت کی بناء پر حق کشی کرتا اور باطل کی ترویج میں آگے آتا ہے۔ البتہ روحانی نافرمانیاں، جسمانی سرکشیوں سے کہیں زیادہ بڑی ہیں۔ روحانی ولادت کا حق جسمانی ولادت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس لئے اہل علم پر، خدا ان کے شرف وعظمت میں اضافہ کرے، لازم اور حتمی ہے کہ خود کو مفاسد اخلاقی اور اعمالی سے پاک رکھیں۔ اعمالِ حسنہ اور اخلاق کریمہ سے خود کو مزین کریں اور خود کو اس منصب شریف سے جو حق تعالیٰ نے انہیں مرحمت فرمایا ہے محروم نہ کریں اس لئے کہ اس نقصان کی شدت کو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

حدیث نہم

نفاق اور منافق کی نشانیاں:

"الحدیث التّاسع" بالسند المتصل الی ثقۃ الاسلام محمّد بن یعقوب الکلینی، عن محمّد بن یحیٰ عن احمد بن مُحمّد بن عیسٰی، عن محمّد بن سنان، عن عون بن القلانسی، عن ابن ابی یعفور عن ابی عبد اللہ (ع) قال: من لقی المُسلمین بوجھین ولسانین جاء یوم القیامۃ ولہ لسانان من نار." [1]

Translation Movement

مذکورہ بالا محدثین کی سند سے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق (ع) سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو کوئی (شخص) مسلمانوں سے اسطرح ملے کہ اس کے دو چہرے اور دو زبانیں ہوں، قیامت کے دن اس حال میں محشور ہو گا کہ اس کی دو زبانیں آگ کے شعلوں کی ہوں گی۔

مسلمانوں کے درمیان دو چہرے (دو روئی) اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ

---

[1] کافی، جلد ۲، صفحہ ۳۴۳، حدیث ۱، (چاپ آخوندی)

انسان اپنی ظاہری صورت اور ظاہری رکھ رکھاؤ کی اس طرح نمائش کرے جو اس کی اندرونی حالت اور دل کی باطنی کیفیت کے برخلاف ہو، مثلاً کوئی ظاہری طور پہ یہ دکھائے کہ وہ تم سے خلوص اور محبت رکھتا ہے اور باطن میں معاملہ بالکل اس کا الٹا ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے ان کی دوستی اور محبت کا دم بھرے اور ان کے غیاب میں اس کے برعکس عمل کرے۔

دوزبانی یہ ہے کہ انسان جب کسی سے ملے تو اس کی تعریف کرے اور اس کی مدح وثناء میں رطب اللسان ہو یا اس سے اظہار دوستی اور چاپلوسی کرے اور اس کے غیاب میں اس کو جھٹلائے اور اس کی غیبت کرے۔ اس بناء پر پہلی صفت "نفاق عملی" کہلائے گی۔ اور دوسری صفت "نفاق قولی"۔ شاید حدیث شریف میں نفاق کی زشت صفت کی طرف اشارہ ہو۔ چونکہ یہ دونوں صفتیں منافقین کی بدترین صفات میں سے ہیں اور سب سے نمایاں خصوصیات ہیں، اس لیئے ان کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

نفاق کے مراتب:

دوسرے تمام اوصاف و ملکات خبیثہ یا شریفہ کی طرح نفاق اور دورُوئی کے بھی شدت ضعف کے لحاظ سے درجات و مراتب ہیں۔ اوصاف رذیلہ میں سے ہر ایک کے لیئے یہ بات صادق آتی ہے کہ اگر انسان اس کے تدارک و علاج کی تدبیر نہ کرے اور اس کی پیروی جاری رکھے تو اس میں شدت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ رذائل کے درجات بھی فضائل کی طرح لاتناہی ہیں۔ اگر انسان اپنے نفس امارہ کو اپنے حال پہ چھوڑ دے تو ذاتی میلان کی بناء پر ان کے فساد اور نفس کے عاجلانہ نا ملائمات کے زیر اثر اور شیطان کی مدد اور اس کے وسوسۂ خناس کی وجہ سے اس میں فساد اور رذائل کی طرف میلان مضبوط ہوتا ہے جو روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ رذیلہ جس کی اس نے پیروی کی تھی اس کی روح کا اساسی جوہر بن جاتا ہے، اور اپنی انتہا تک پہنچتا ہے۔ اس طرح اس کے ظاہر و باطن کی تمام مملکت اس رذیلے کے زیر فرمان آجاتی

ہے۔ اس لئے اگر کوئی رذیل خصلت، جو شیطان کی صفات میں سے ہے غالب آ جائے تو نفس کی تمام مملکت شیطان کے تابع ہو جاتی ہے۔ مثلاً نفاق و دو رُوئی اُس ملعون کے خواص میں سے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم ہمیں خبر دیتا ہے:

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ۔

اور اس نے قسم کھائی تھی کہ میں تمہارے (حضرت آدمؑ اور حواؑ) لئے پُرخلوص ناصح ہوں (سورۂ اعراف آیہ ۲۱) حالانکہ وہ حقیقت میں اس کے برعکس احساسات رکھتا تھا۔ تمہاری مملکتِ باطن و ظاہر شیطان کے آگے سرِ تسلیم خم کرے گی۔ اور تمہاری رُوح کی صورت اخیرہ تمہاری ذات کا باطن اور اس کا جوہر شیطان کی شکل اختیار کرے گا۔ اگرچہ اس دنیا میں تم نے انسانی شکل میں زندگی بسر کی ہے۔ لیکن امکان ہے کہ دوسری دنیا میں تمہاری ظاہری شکل بھی شیطان کی سی ہو جائے گی۔

اس لئے کہ اگر انسان اس کی روک تھام نہ کرے اور اپنے نفس کو من مانی کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دے تو تھوڑی ہی مدت میں یہ حالت ہو جائے گی کہ صورت حال اس کے قابو سے باہر ہو جائے گی۔ اور اس کے تمام قوا اس رذیلے کے زیرِ اثر آجائیں گے۔ وہ جس کسی سے بھی ملے گا دو رُوئی اور دو زبانی سے پیش آئے گا۔ وہ جس کسی سے میل جول بڑھائے گا اس کے تعلقات میں دو رنگی و نفاق کی کدورت اور آلودگی ضرور موجود ہو گی۔ اور سوائے اپنے شخصی منافع، خود غرضی اور خود پرستی کے کوئی اور مقصد اس کے مدِّنظر نہ ہو گا۔ وہ صداقت، صمیمیت، ہمت اور مردانگی کے تمام اصولوں کو پیروں تلے روندے گا، اس کی تمام حرکات و سکنات، اقوال و افعال پہ دو رنگی کا ملمع چڑھا ہوگا، اور وہ کسی قسم کے فساد، بدی اور بُرائی سے پرہیز نہیں کرے گا۔ ایسا شخص بشریت اور انسانیت کے زمرے سے دُور ہو جاتا ہے۔ اور اس کا حشر شیاطین کے ساتھ ہو گا۔

اب تک جو کہا گیا وہ نفاق کے جوہر کی شِدت اور ضعف کے مراتب کے بارے میں تھا۔ نفاق جن چیزوں سے تعلق رکھتا ہے اس کے لحاظ سے بھی اس کے درجات میں فرق پایا جاتا ہے، کیونکہ کبھی نفاق دینِ خدا کے معاملے میں ہوتا ہے، کبھی ملکاتِ حسنہ اور اخلاقی

فضائل کے تعلق سے، کبھی اعمال صالحہ اور مناسک الٰہیہ کے معاملات میں اور کبھی روزمرہ زندگی کے امور اور عام لوگوں سے برتاؤ کے سلسلے میں، کبھی رسولِ خدا (ص) اور آئمہ ہدیٰ ؑ کے ساتھ، کبھی اولیائے خدا کے ساتھ، کبھی علماء اور مؤمنین کے بارے میں اور کبھی مسلمانوں اور دوسرے ملکوں میں بسنے والے تمام بندگانِ خدا کے ساتھ برتا جاتا ہے۔ البتہ نفاق کی یہ تمام صورتیں جن کا ذکر کیا گیا ہے زشتی اور دناءت کے لحاظ سے فرق رکھتی ہیں۔ اگرچہ کہ ان سب کی جڑ خباثت اور زشتی ہے سبھی ایک ہی شجرِ خبیثہ کے برگ و بار ہیں۔

نفاق کے آثار و اثرات:

نفاق و دورُخی خود ایک قبیح اور زشت صفت ہے۔ جس سے کوئی بھی شریف انسان اپنے آپ کو متصف کرنا پسند نہیں کرے گا۔ اس صفت کا حامل شخص نہ صرف انسانیت کے سلک سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ کوئی حیوان بھی اس سے مشابہت نہیں رکھتا۔ یہ اپنے آس پاس کے لوگوں میں رسوائی اور سرشکستگی کا سبب بنتا ہے، اور آخرت میں ذلت و دردناک عذاب کا موجب، جیسا کہ حدیث شریف سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس عذاب کی صورت اس عالم میں یہ ہوگی کہ انسان دو آتشین زبانوں کے ساتھ محشور ہوگا جو خلقِ خدا کے درمیان اس کی رسوائی اور انبیاء مرسلین و ملائکہ مقربین کے حضور اس کی شرمندگی کا باعث ہوگا اسکو ملنے والے عذاب کی شدت کا بھی اسی روایت سے پتہ چلتا ہے، کیونکہ جو سر بدن جوہر آتش ہو جائے گا تو عذاب شدید ہوگا۔ اور اذیت بھی بہت زیادہ ہوگی۔ میں خدا سے اس عذاب کی شدت سے پناہ مانگتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رسولِ خدا (ص) نے فرمایا کہ قیامت کے روز دو رُو شخص اس طرح آئے گا کہ اس کی دو زبانوں میں سے ایک اس کے سر کے پیچھے سے باہر نکلی ہوگی اور دوسری آگے کی طرف سے، اس کی دو زبانیں شعلہ ور ہوں گی۔ اور اس کے پورے جسم میں آگ لگی ہوگی۔" (عقاب الاعمال، ص ۳۱۹ (چاپ مکتبۃ الصدوق)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جو دنیا میں دو رُو اور دو زبان تھا، روز قیامت وہ اس صفت کے وسیلے سے متعارف کیا جائے گا۔ اس پر ذیل کی آیتِ شریفہ صادق آتی ہے۔

والذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار۔

اور وہ جو اللہ کی میثاق کو توڑتے ہیں جبکہ اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔ اور اس (چیز) کو قطع کرتے ہیں، جسے خدا نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں، ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ (سورۂ رعد آیت ۲۵)

نفاق بہت سارے مفاسد اور مہلک خرابیوں کی جڑ ہے، جن میں سے ہر ایک بُرائی انسان کی دنیا و آخرت کو تباہ کر دینے کے لئے کافی ہے۔ ان ہی میں سے ایک تفتین یعنی فتنہ پھیلانا ہے، جو نصِ قرآن کی رُو سے کسی انسان کو قتل کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے، اور سرگوشیوں میں غیبت کرنے (نمیمہ) کے مثل ہے۔ جس کے لئے حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے محرمۃ الجنۃ علی القتاتین المشائین بالنمیمۃ [1] یعنی حرام ہے جنت سخن چینی کرنے والوں پر، جنکا کام سرگوشیوں میں غیبت کرنا ہے۔ نمیمہ اور سخن چینی بھی غیبت کی طرح، پیغمبر (ص) کے الفاظ میں زنا سے بدتر ہیں۔ کسی مومن کو ایذا پہنچانے اگالی گلوچ کرنے، اس کی پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے اور اس کے رازوں کو فاش کرنے کے برابر ہے۔ جن میں سے ہر ایک انسان کی ابدی ہلاکت کا باعث ہو سکتی ہے۔

یہ جاننا چاہیئے کہ جو چیزیں نفاق اور دو رُوئی کے زمرے میں آتی ہیں ان میں اشارات کنایات، غمزہ اور لمزہ یعنی آنکھ مارنا اور کسی کو بدنام کرنا بھی شامل ہیں۔ جن میں سے کچھ چیزیں بعض لوگوں سے متعلق ہوتی ہیں یعنی ان سے جن کے سامنے بظاہر دوستی اور اخلاص کا اظہار

---

[1] کافی، جلد ۲، صفحہ ۳۶۹، حدیث ۹ (چاپ آخوندی)

کیا جاتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے حال اور اعمال و اطوار کے بارے میں چوکنا رہے اور ان کی طرف وقت پر توجہ کرے، کیونکہ نفس کے دھوکے، فریب اور شیطان کے پھیلائے ہوئے جال بہت زیادہ نازک اور باریک ہوتے ہیں۔ اور بہت کم انسان ان سے بچ سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک بے موقع اشارہ یا ایک بے جا کنایہ کسی انسان کو دو رُو اور دو زبان لوگوں کے زمرے میں شامل کر دے۔ اور شاید انسان آخری عمر تک اس رذیلے میں مبتلا رہے، حالانکہ وہ اپنے آپ کو صحیح و سالم اور پاک و پاکیزہ سمجھتا رہے۔ اس لئے ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ ایک دلسوز طبیب، ایک شفیق اور سُوجھ بُوجھ رکھنے والے حکیم اور تیماردار کی طرح اپنے نفس کی حالتوں اور اپنے اعمال و اطوار کی دیکھ بھال کرے اور ایک پل کے لیے بھی اس کی دیکھ بھال، اور احتیاط سے غافل نہ رہے اور یہ بات ذہن میں رکھے کہ امراض قلبی میں سے کوئی بھی مرض اس مرض سے زیادہ پوشیدہ اور مستور نہیں رہتا۔ جبکہ کوئی مرض اس سے زیادہ ہلاک کرنے والا نہیں۔ کوئی بھی تیماردار انسان کے لئے خود اپنے آپ سے زیادہ مشفق اور دلسوز نہیں ہوتا۔

نفاق کا علاج:

اس خطائے بزرگ اور نقص عظیم کا علاج دو طرح سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ انسان کو اس رذیلے سے مترتب ہونے والے مفاسد کا جائزہ لینا چاہیئے۔ نہ صرف آخرت میں بلکہ اس عالم میں اگر کوئی شخص اس صفتِ زشت کے توسط سے لوگوں میں جانا جائے تو وہ ان کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ اور خاص و عام میں اس کی رسوائی ہوتی ہے۔ وہ تمام لوگوں کے سامنے بے آبرُو ہو جاتا ہے، اور لوگ اس کی صحبت سے پرہیز کرتے ہیں اور اسکو اپنی محفلوں اور مجلسوں سے طرد کرتے ہیں۔ اس طرح نہ وہ کوئی کمال، حاصل کر سکتا ہے اور نہ کسی مقصد کو پا سکتا ہے۔ ایک باشرف اور باضمیر انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس شرمناک و شرف سوز عیب سے پاک کرے تاکہ ان تمام ذلتوں اور خواریوں سے محفوظ رہے، دوسرے عالم کی تو بات ہی کیا ہے۔ وہ اسرار کے ظاہر ہونے کا عالم

ہے کہ وہاں پر وہ سب کچھ جو اس عالم میں لوگوں کی نظروں سے چھپائے گا وہاں اُسے پوشیدہ نہ رکھ سکے گا۔ وہاں وہ ایک دو آتشین زبانوں والی عجیب الخلقت کی شکل میں محشور ہوگا۔ اور منافقین و شیاطین کے ساتھ عذاب جھیلے گا۔ اس لیئے انسان عاقل جو ان مفاسد کو سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ اس بدخلقی سے سوائے بُرائی اور گندگی کے کچھ حاصل نہیں۔ وہ حتمی و ضروری سمجھتا ہے کہ اِس صفت سے چھٹکارا حاصل کرے۔

اس کا دوسرا علاج جو عملی حیثیت رکھتا ہے وہ نفسانی علاج ہے۔ وہ اس طرح عمل میں لایا جاسکتا ہے کہ ایک مدّت تک انسان انتہائی احتیاط سے اپنے حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھے اور اپنے اعمال کو پوری طرح جانچتا رہے۔ اپنے نفس کی آرزوؤں اور خواہشات کے خلاف عمل کرے، مجاہدہ کرے اور اپنے اعمال و اقوال کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کو درست کرے۔ اسے چاہیئے کہ ظاہرداریوں، دکھاوے اور بناوٹوں سے پرہیز کرے۔ اور ان تمام اعمال و افعال کے دوران خدائے متعال سے اس توفیق کا آرزومند رہے کہ وہ اپنے نفس امارہ اور خواہشات نفسانی کو زیر کر سکے۔ اُسے چاہیئے کہ خدا سے مدد مانگے کہ اس نے علاجِ نفس کے لیئے جو قدم اٹھایا ہے اس میں وہ اس کی ہمراہی کرے۔ خداوندِ تبارک و تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمتیں اس کے بندوں پر بے پناہ ہیں۔ جو کوئی اپنی اِصلاح کی خاطر اس کی جانب قدم اٹھاتا ہے، وہ ضرور اس کی مدد کرتا ہے، اور اس کی دستگیری کرتا ہے۔ اگر ایک مُدت تک اس طرح عمل کرے تو امید ہے کہ ضرور ایک دن اس کا نفس پاک و پاکیزہ ہو جائے گا۔ اور نفاق و دو رُوئی کی کدُورت زائِل ہو جائے گی۔ اس کی دنیائے باطن اور آئینۂ قلب اس زنگ سے صاف ہو جائے گا۔ اور وہ الطافِ حق و رحمتِ ولیٔ نعمت کا مورد قرار پائے گا۔

کیونکہ یہ بات دلائِل سے بھی ثابت ہے اور مُسلسل تجربے سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب تک انسان اس دنیا میں وجود رکھتا ہے، جو اعمال و افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں وہ ضرور اس پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ کیا اچھے اور کیا بُرے اعمال دونوں ہی انسان پر اپنا اثر ضرور چھوڑتے ہیں۔ عمل صالح اور نیک اعمال نورانی اثر پیدا کرتے ہیں جبکہ بداعمال منفی اثر ڈالتے ہیں۔ کسی

انسان کے دل کا منوّر یا تاریک ہونا ہی اس کو شہداء یا اشقیاء کے سلسلے سے منسلک کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس لیئے اس وقت تک جب تک کہ ہم اس دارِ عمل اور منزلِ زراعت میں ہیں۔ یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اپنے دل کو سعادت کی طرف لے جاتے ہیں یا شقاوت کی طرف۔ ہم خود اپنے اعمال کے مرہونِ منت ہیں، جیسا کہ قرآن کریم ہمیں اطلاع دیتا ہے:

فَمَن يَعمل مثقال ذرّةٍ خيرًا يرہ و من يعمل مثقال ذرّةٍ شرًا يرہ "جو کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کرتا ہے وہ اُسے دیکھے گا اور جو کوئی ذرّہ برابر بدی کرتا ہے، وہ اُسے دیکھے گا۔" (سورۂ زلزال، آیت ۷، ۸)

نفاق کی قسمیں:

اے عزیز دوست! یہ جاننا چاہیے کہ نفاق، دورُوئی اور دوزبانی میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ جب انسان خدائے متعال، مالک الملوک اور ولیٔ نعمت سے منافقت اور دورُوئی برتتا ہے۔ ہم اپنی اس دنیا میں اس گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن ہم اس سے غافل رہتے ہیں۔ جہل و نادانی کے دبیز پردے اور خود غرضی حُبِ دنیا اور حبِ نفس کے تاریک نقاب کچھ اس طرح اس حقیقت کو ہم سے چھپائے رکھتے ہیں کہ یہ ہمارے امکان سے بعید رہتا ہے کہ رازوں کے کشف ہونے اور حجابوں کے دُور ہونے، اس عالم طبیعی سے کُوچ کرتے وقت اور یہاں سے رختِ سفر باندھ کر اس دارِ غرور اور عالمِ غفلت سے رخصت ہونے کے وقت تک ہمیں اس کا پتہ چلے اور ہم متنبہ ہوں۔ اس وقت ہم خوابِ غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مادیت اور ہستی کے نشے نے اور ہماری ہوا و ہوس نے ہمیں غافل کر رکھا ہے۔ اپنی اخلاقی برائیاں اور اپنے اعمال و عاداتِ فاسدہ ہمیں نہ معلوم ہوتی ہیں۔ اس وقت جبکہ ہم اس خوابِ غفلت سے بیدار ہوں گے، اور اس مستی اور سرگردانی سے ہوشیار ہوں گے اور دو چہرے اور دو زبانوں کے ساتھ محشور ہو کر ایک بدخلقت اور ڈراؤنی شکل اختیار کر چکے ہوں گے۔ چاہے ہم کتنا ہی چیخیں چلائیں

"رب ارجعون" (خدایا ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے) جواب آئے گا "کلا" (نہیں نہیں)۔
اس دورُ دئی کی صورت یہ ہے کہ ہم اور تم ساری عمر صرف کلمۂ توحید میں یقین رکھنے کا اظہار کرتے اور اسلام وایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں بلکہ اپنی اپنی خواہش کے مطابق خدا کی محبت اور محبوبیت کا بھی دم بھرتے ہیں۔ اگر ہم عوام میں سے ہیں تو ہم اسلام اور ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے زُہد اور خلوص کا یقین دلاتے ہیں، اگر ہم اہلِ علم اور فقہاء میں سے ہیں تو اپنے کمالِ اخلاص اور ولایت و خلافت رسول (ص) کا ادّعا رکھتے ہیں۔ اور رسول اکرم (ص) کے قول "اللّٰھم ارحم خلفائی" (خدایا تو میرے خلفاء پر رحم کر)، حضرت صاحب الامر روحی لہ الفداء "انھم حجتی" (بے شک وہ میری حجت ہیں) اور دوسرے تمام ایسے اقوال کا جو علماء و فقہاء کی شان میں وارد ہوئے ہیں، مصداق جانتے ہیں۔ اگر ہم علوم عقلی کے ماہرین میں سے ہیں تو ہم اپنے ایمان کے حقیقی اور برہانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کا مالک گردانتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو ناقص العلم اور ناقص الایمان سمجھتے ہیں۔ ہم اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ شریفہ ہماری ہی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور اگر ہم اہلِ عرفان اور اہلِ تصوّف میں سے ہیں تو ہم اپنے جذبے اور معرفت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور محبتِ خدا میں "فنا فی اللہ و بقا باللہ" (خدا میں فنا ہونے اور خدا سے باقی رہنے) کا راگ الاپتے ہیں ولایت امر اور اس طرح کے جتنے بھی دلکش الفاظ نظر آئیں سب اپنے آپ سے منسوب کر لیتے ہیں۔
اس طرح ہم میں سے ہر ایک گروہ اپنے اقوال اور اپنی ظاہری حالت کی زبان سے ایک خاص مرتبے اور مقام کا دعویدار بنتا ہے، اور اپنے توہمات کو حقیقت سمجھ کر ان کی نمائش کرتا ہے۔ اگر ظاہر باطن سے موافقت رکھتا ہو اور جو کچھ علانیہ و مخفی ہے اس میں مطابقت ہو تو دعویٰ کرنے والا صادق و مصدق ثابت ہوگا۔ "ھنیئاً لہ ولارباب النعیم نعیمھم"۔ لیکن اگر کوئی اس راقم الحروف کی طرح روسیاہ و بدمنظر ہو تو سمجھ لے کہ اس کا شمار منافقوں اور دوزبانیوں میں ہوتا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ اپنے علاج کے لیئے جلد از جلد قدم اٹھائے تاکہ موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ اپنے بدبختانہ حال اور آنے والے ذلت و ظلمت کے دن کی اُسے بھی فکر

نهضت ترجمه Translation Movement .INS

کرنی چاہیئے۔

اے اسلام کے مدعی عزیز دوست! کافی کی حدیث شریف میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ: "المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ"۔[1]

(مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں) ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ ہم اور تم اپنی تمام طاقتوں کو بروئے کار لاکر جہاں تک ہمارے ہاتھ پہنچ سکیں اپنے ماتحتوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور اس میں کوئی مضائقہ محسوس نہیں کرتے کہ اگر ہم ہاتھ سے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں تو اپنی تیغ زبان سے ان کی موجودگی میں یا ان کے غیاب میں ان کے رازوں کا پردہ چاک کریں اور ان کی پوشیدہ باتوں کو علانیہ کر کے ان کی ہتک کے درپے ہوں، ان کی غیبت کریں، اور ان پر تہمت لگائیں۔ پس معلوم ہوا کہ ہم ایسے مسلمان جن کے ہاتھوں اور زبانوں کے شر سے مسلمان سلامت نہ رہیں۔ ہمارے مسلمان ہونے کے تمام دعوے حقیقت میں ہمارے دل کی حالت کے اور ہمارے اعمال کے بالکل برعکس ہیں اور ہم منافقوں اور دو رُخیوں کے زمرے میں شامل ہیں۔

اے ایمان اور بارگاہ خدائے ذوالجلال میں خضوعِ قلب کے مدعی! اگر تو کلمۂ توحید میں ایمان رکھتا ہے اور تیرا دل تیرے ظاہر کا آئینہ دار ہے، اور تیرا باطن تیرے دعوے کی تصدیق کرتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تیرا دل دنیا والوں کے لیے اس قدر خضوع کیوں کرتا ہے! کیوں تو ان کی پرستش کرتا ہے؟ (اس عقیدے سے ہٹ کر) کوئی اور وجہ ہے کہ تو اس دنیا میں انہیں با اثر سمجھتا، ان کی مرضی اور ارادہ کو زیادہ مؤثر اور کارگزار اور زور و زر کو با اختیار اور کارفرما جانتا ہے، وہ ایک چیز جسے تو اس دنیا میں کارفرما نہیں سمجھتا وہ مرضیٔ خدا ہے۔ تو تمام اسبابِ ظاہری کے آگے تو جھکتا ہے لیکن مؤثر حقیقی اور تمام اسباب کو جمع کرنے

[1]: اصول کافی، جلد ۲ صفحہ ۳۶۹، حدیث ۹ (رجاپ آخوندی)، "المحجۃ البیضا" جلد ۳ صفحہ ۳۵۸ (منقولہ از بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۱ باب رابع، کتاب الایمان)

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

والے کی ذات سے غافل ہے۔ پھران تمام باتوں کے باوجود تو کلمۂ توحید میں ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ تو بھی مؤمنین کے زمرے سے خارج ہے، منافقان اور دورویوں کے سلسلے میں شامل ہے اور ان ہی کے ساتھ محشور ہوگا۔

اے مُدعی زہد و اخلاص! اگر تو سچا اور مخلص ہے اور خدا اور اس کے دار کرامت کی راہ میں زہد اور تقویٰ اختیار کرتا، اور دنیوی خواہشات سے پرہیز کرتا ہے تو پھر کیا بات ہے کہ لوگوں کی زبان سے یہ تعریف سُن کر کہ فلاں فلاں شخص خیر و صلاح کا حامل ہے۔ تیرا دل خوشی سے اس قدر باغ باغ ہو جاتا ہے کہ تو اپنے آپ پر اترانے لگتا ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ تو اہلِ دنیا، اور ثروت مندوں کی ہم نشینی کے لئے جان دیتا ہے، اور فقراء و مساکین سے دُور بھاگتا ہے؟ تجھے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ تیرا یہ زہد اور اخلاص سچا نہیں ہے بلکہ دنیا کو دکھانے کے لئے ہے اور تیرا دل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ تو اپنے دعوے میں جھوٹا ہے، اور تو منافقوں اور دو روئیوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔

اے ولی اللہ کی جانب سے ان کی ولایت اور رسول اللہ (ص) کی طرف سے خلافت کے دعوے دار! (اللہ اکبر، کتنا بڑا دعویٰ ہے!) تیری حالت "احتجاج" میں نقل کی گئی حدیث کے مطابق ہے؟

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

صائنًا لنفسهٖ حافظًا لدينهٖ مخالفًا على هواهُ مُطيعًا لامر مولاه[۱]

(وہ لوگ جو) اپنے نفس کی نگہداری کرتے ہیں، اپنے دین کی حفاظت کرتے ہیں، اپنی خواہشات کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنے مولا کے احکام کے تابع ہوتے ہیں۔

۱: احتجاج، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶، وسائل الشیعہ، جلد ۱۸ صفحہ ۹۹، کافی جلد ۱ صفحہ ۲۱۲، التہذیب، جلد ۶، صفحہ ۳۰۱، من لایحضرہ الفقیہ جلد ۳، مستدرک الوسائل، جلد ۳ صفحہ ۱۸۷، الجواہر، جلد ۴۰، صفحہ ۳۲۔

اگر تو اپنے آپ کو برگِ شجرِ ولایت و رسالت سمجھتا ہے، تیرا دل نہ ہی دنیا کی طرف مائل ہے۔ اور نہ سلاطین و امراء کی صحبت کی طرف اور نہ ہی غربا اور فقراء کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے میں تجھے کوئی تکلف ہوتا ہے، تو تو مزدو را سم با مسمّیٰ اور لوگوں کے درمیان خدا کی محبتوں میں سے ایک کہلانے کا مستحق ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تیرا شمار علماء سوء میں ہوگا اور تو منافقین کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔ اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں سے جن کا ذکر ہو چکا ہے، تیری حالت بدتر، تیرے اعمال زشت تر اور تیرا حشر تباہ تر ہوگا۔ اس لئے کہ علماء کے لیے خدا کی حجت، زیادہ مکمل ہوتی ہے۔

اے حکمتِ الٰہی کے دعویدار اور حقائقِ و مبداء اور معاد کا علم رکھنے کا مدعی! اگر تو اسباب و مسببات کے حقائق کا علم رکھتا ہے اور اگر حقیقت میں تجھے برزخی صورتوں کا علم حاصل ہے اور تو بہشت و دوزخ کے حال سے واقف ہے تو اس دنیا میں ایک پل بھی آرام سے نہ بیٹھتا۔ اپنا تمام وقت عالم باقی کی زندگی کی تعمیر میں صرف کرتا۔ تو یہ جانتا ہے کہ کیسی کیسی مصیبتیں پیش آنے والی ہیں۔ آئندہ کیسی کیسی ظلمتوں، عذابوں اور طاقت فرسائیوں کا سامنا کرنا ہے؟ پھر کیوں ان الفاظ اور مفاہیم کے حجابوں سے باہر نہیں نکلتا؟ ان دلائل اور براہین نے کیوں تجھ پر مکھی کے برابر بھی اثر نہیں کیا؟ اگر تیرا یہی حال ہے تو سمجھ لے کہ تو مومنین اور حکماء کے زمرے سے خارج ہے اور تو منافقوں کی صفوں میں محشور ہوگا۔ افسوس ہے اس شخص کے حال پر جس نے اپنی تمام عمر اور طاقت علوم مابعد الطبیعہ کے حصول میں صرف کی لیکن اپنے آپ کو طبیعی زندگی کے نشے سے باہر نہ نکال سکا کہ کم از کم صرف ایک سچائی ہی اس کے دل پر نازل ہو جاتی۔

اے معرفت و جذبۂ سلوک و محبت و فنا کے مدعی! اگر تو حقیقت میں اللہ والوں، اصحابِ قلوب اور نیک کام کرنے والوں میں سے ہے تو "ھنیئاً لک" مگر تیری یہ شطحیات (بے ہوشی کے عالم میں کی ہوئی باتیں) تلونیات (رنگ آمیزیاں) اور بڑے بڑے دعوے، یہ سب چیزیں حبِ نفس اور وسوسۂ شیطان کی نشانیاں ہیں۔ اور خدا سے محبت اور جذبۂ عشق

Translation Movement
.ms

کے دعوے کو غلط ثابت کرتی ہیں :

"اِنَّ اولیائی تحت قبابی لا یعرفہم غیری" [1]

"بے شک میرے اولیاء قباب کے اندر ہیں (یعنی ایک قلعہ یا مینار میں پوشیدہ ہیں) اور انہیں کوئی نہیں جان سکتا" اگر تُو اولیائے حق، محبّین اور مجذوبین میں سے ہے تو خدا کو اس کا پورا علم ہے۔ لوگوں میں اس قدر اپنے مقام و مرتبت کا چرچا نہ کر۔ بندگانِ خدا کے کمزور دلوں کو ان کے خالق کی جانب سے ہٹا کر اس کی مخلوق کی طرف جذب نہ کر۔ خانۂ خدا کو غصب نہ کر (بندگانِ خدا کے دل خدا کا گھر ہیں، انہیں خدا سے چھیننے کی کوشش نہ کر)۔ یہ جان لے کہ یہ (کمزور دل) بندے خدا کو عزیز ہیں، ان کے دل قیمت رکھتے ہیں۔ انہیں خدا کی محبت میں صرف ہونا چاہیئے۔ خانۂ خدا کو ایک کھیل مت بنا، اور اس کے ناموس پر دست درازی نہ کر: فَاِنَّ للبیت رَبّا" بیشک گھر کا کوئی مالک ہوتا ہی ہے۔ اگر تُو اپنے وعدے میں سچا نہیں ہے تو تُو دو رُوئیوں میں اور اہلِ نفاق میں سے ہے۔ میں اب ختم کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ طول کلامی مجھ ایسے رُوسیاہ کے لئے سزاوار نہیں۔

اے راقم الحروف کے نفسِ لئیم! تو کہتا ہے کہ روزِ سیاہ کے لئے فکر کرنا ضروری ہے اور اس بدبختی سے اپنے آپ کو نجات دلانا چاہیئے۔ اگر تو سچا ہے اور تیرا دل تیری زبان کے ساتھ ہے اور تیرا باطن اور تیرا ظاہر دونوں ایک جیسے ہیں تو پھر کیوں تُو غافل ہے۔ کیوں تیرا دل سیاہ ہے؟ اور تجھ پر شہواتِ نفسانیہ کا غلبہ کیوں ہے؟ تو موت کے پُرخطر سفر سے کیوں بے خبر ہے؟ ایک عمر گزر گئی اور تو ہوس اور ہوائے نفس سے باز نہیں آیا؟ تُو نے شہوت، غفلت اور شقاوت میں اپنی عمر گزار دی۔ اور عنقریب تجھے اجل کا سامنا کرنا ہے۔ اگر تو اب بھی بداعمالیوں بداخلاقیوں اور ناہنجاریوں میں ڈوبا ہوا ہے، تو خود ایک ایسا واعظِ بے عمل ہے (جو وعظ پر عمل نہیں کرتا۔) اور تیرا شمار بھی منافقوں اور دو رُوئیوں میں ہوتا ہے۔ اگر یہی حال رہا تو یہ خدشہ ہے کہ تجھے

---

[1]: حدیث قدسی

قیامت کے دن دو آتشیں زبانوں اور دو آتشیں چہروں کے ساتھ محشور ہونا پڑے گا۔

خداوندا! تو ہمیں اس لمبی نیند سے بیدار کر اور ہمیں اس سستی اور بے خودی سے ہوشیار کر۔ ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے جلا دے اور ہمارے حال پر رحم فرما۔ ہم اس میدان کے مرد نہیں ہیں۔ تو خود ہماری دستگیری کر اور ہمیں شیطان کے چنگل سے اور نفس کی خواہشات سے نجات دلا۔

بحق اولیائک محمد و آلہ الطاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین،

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS

حدیث دہم

ہوائے نفس اور طول امل "درازئ امید" کے بارے میں

"الحدیث العاشر" بالاسناد المتصلہ الی رئیس المحدثین محمد بن یعقوب رضوان اللہ علیہم، عن الحسن بن محمد، عن معلّی بن محمد، عن الوشا، عن عاصم بن حمید عن ابی حمزۃ عن یحیٰی بن عقیل قال، قال امیر المؤمنین: انما اخاف علیکم اثنین: اِتباع الھوی وطول الأمل أما اِتباع الھوی فانّہ یصد عن الحقّ واما طول الامل فانّہ ینسی الآخرۃ۔[1]

حدیث دہم جو رئیس المحدثین محمد بن یعقوب رضوان اللہ علیہ نے متصل اسناد کی رُو سے حسن بن محمد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے معلّی بن محمد سے، انہوں نے الوشار سے، انہوں نے عاصم بن حمید سے، انہوں نے ابی حمزہ سے، انہوں نے یحیٰی بن عقیل سے جو کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک میں تم لوگوں کے لئے نہیں ڈرتا مگر دو چیزوں سے: (ایک)

---

[1]: اصول کافی، جلد ۲، ص ۳۳۶، حدیث ۲،

ہوائے نفس کی پیروی سے، جو یقیناً انسان کو حق سے دور رکھتی ہے۔ اور (دوسرے) درازیٔ اُمید سے جو آخرت کی یاد بُھلا دیتی ہے۔

لغوی معنی کے لحاظ سے ہویٰ دوست رکھنے اور اشتہا کو کہتے ہیں، بلا لحاظ اس کے کہ یہ کس چیز سے تعلق رکھتی ہے، خواہ وہ کوئی اچھی یا ممدوح شئے ہو یا زشت اور مذموم، یا فطرت کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ اگر عقل و شرع اس کی لگام نہ کھینچیں تو نفس شہوات باطلہ اور ہواہائے نفسانی کی طرف میلان رکھتا ہے۔ لیکن اس پر حقیقت شرعیہ کا اطلاق کرنا بعض محققین کی رائے میں بعید (از قیاس) ہے۔

"صدّ" "از شئے" یعنی کسی چیز کا روکنا تین معنے رکھتا ہے) یعنی اعراض، اس سے بچنا اور پرہیز کرنا، صرف یعنی اسے روکنا یا اس سے پھر جانا ۔ یہ تینوں معنے مناسب ہیں۔ لیکن یہاں پر منع اور صرف کے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ کیونکہ صدّ اعراض کے معنی میں فعل لازم (غیر متعدی) ہے۔ ہم انشاء اللہ ان دو مقامات کے فساد کے ضمن میں ان دو خصلتوں سے اور ہر شئے کی کیفیت سے بحث کریں گے۔ اوّل، حق سے امتناع اور دوم آخرت کی یاد بُھلا دینا۔ اس کے لئے ہم خدا سے توفیق کے طلب گار ہیں:

مقامِ اوّل :- ہوائے نفس کی پیروی کرنے کی مذمت

جان لو کہ نفسِ انسانی ۔ جس کی ماہیت کی بحث ہمارے مقصود سے خارج ہے توحید اور سچے اعتقادات کو ماننا انسانی فطرت میں شامل ہے لیکن اس دنیا میں پیدا ہوتے ہی اور اس عالم میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی انسان کے تمام نفسانی میلانات اور حیوانی شہوتیں بھی اس کے ہمراہ نشوونما پانے لگتی ہیں۔ بجز اس شخص کے کہ جسے خدا کی طرف سے مدد ملی ہو اور جو حافظ قدسی کی محافظت میں ہو، چونکہ ایسے وجود نادر ہوتے ہیں۔ اس لئے اس سے بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں۔ اس جگہ ہم بنی نوعِ

انسان کی (عام) حالت سے بحث کر رہے ہیں۔ یہ چیز اپنی جگہ واضح ہے کہ پیدائش کے وقت ہی سے زندگی کے اوّلین مراحل طے کرنے کے بعد بھی انسان ایک کمزور حیوان سے بڑھ کر نہیں۔ سوائے انسانیت کا درجہ حاصل کرنے کی قابلیت کے وہ دوسرے جانوروں سے کسی بھی لحاظ سے ممتاز نہیں ہوتا۔ انسانیت کی یہ قابلیت بھی حقیقی یا بالفعل انسانیت کا معیار نہیں مانی جاسکتی۔ لہٰذا انسان اس عالم میں وارد ہونے کے ابتدائی مرحلوں میں کسی بھی معیار سے ایک حیوان بالفعل کے علاوہ کچھ بھی نہیں، اور سوائے قوانین حیوانی جو شہوت و غضب کی قوتوں پر مبنی ہوتے ہیں کسی اور قانون کی متابعت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، چونکہ اس عجوبۂ دہر کی ذاتِ جامع میں تمام چیزیں یکجا کی گئی ہیں۔ وہ ان دونوں قوا کی تشفی کے لئے دیگر صفاتِ شیطانی جیسے جھوٹ، جعلسازی، نفاق نمیمہ اور دوسری شیطنتوں کو کام میں لاتا ہے۔ ان ہی تینوں قوا کی پرورش میں جو تمام مفسدات اور مہلکات کی جڑ ہیں، ترقی کرتا اور یہ قوتیں اس کے ساتھ روز بروز نشو و نما پاکر مضبوط ہوتی جاتی ہیں۔ اگر وہ کسی معلم یا مربّی کے زیرِ اثر نہ ہو تو بلوغ کی حد پر پہنچ کر بھی وہ ایک عجیب و غریب حیوان ہی رہتا ہے جو مذکورہ بالا صفات میں سے ہر ایک میں دوسرے جانوروں اور شیاطین سے بھی گوئے سبقت لے جاتا ہے کہ حیوانیت اور شیطنت کے درجوں میں وہ ان سب سے زیادہ قوی اور سب سے کامل ہو جاتا ہے اور اگر وقت اسی طرح گزرتا رہے تو وہ ان تینوں چیزوں میں سوائے ہوائے نفس کی پیروی کرنے کے کچھ اور نہیں کرتا۔ نہ صرف معارف الٰہیہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ میں سے کوئی بھی خوبی اس میں ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ تمام انوارِ فطری اس کے اندر بجھ کر رہ جاتے ہیں۔ تمام مراتبِ حق جو مذکورہ بالا تینوں مقامات یعنی معارفِ الٰہیہ، اخلاق و ملکات فاضلہ و اعمال صالحہ سے جدا نہیں، نفسانی خواہشوں کے پیروں تلے روند دیئے جاتے ہیں۔ نفسانی تمایلات اور حیوانی خواہشات کی متابعت اس چیز کی اجازت نہیں دیتی کہ مراتب حقانی میں سے کوئی بھی اس کے اندر جلوہ افگن ہو۔ ہوائے نفس کی کدورت اور ظلمت عقل و ایمان کے تمام چراغوں کو گُل کر دیتی ہے اور ولادتِ ثانویہ جو ولادتِ انسانیہ کے مترادف ہے ان کے لئے ظہور پذیر نہیں ہوتی۔ وہ اسی حالت میں زندہ رہتا ہے اور حق و حقیقت

اس کے لئے ممنوع اور مسدود قرار پاتی ہیں۔ یہاں تک کہ یہ شخص اس حال میں موجودہ عالم سے انتقال کرتا ہے کہ دوسرے عالم میں جو رازوں کے کشف ہونے کا عالم ہے، جب آنکھیں کھول کر اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو بجز کسی حیوان یا شیطان کے کسی اور شکل میں نہیں پاتا اپنے انسان ہونے اور انسانیت کی کوئی یاد اس کے دل میں باقی نہیں رہتی۔ وہ اس حال میں بے پایاں عذابوں، ظلمتوں اور وحشتوں میں مبتلا رہتا ہے، اس وقت تک جب تک اللہ تعالیٰ اسے وہاں رکھے۔ یہ حالت ہوائے نفس کی مکمل پیروی یا متابعت کی ہے جو انسان کو حق سے پورے طور پر دور کر دیتی ہے۔

اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ سے باز رکھنے کا معیار ہوائے نفس کی پیروی کی مقدار سے متعین ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر انبیاء کی تعلیم اور علماء اور انسانیت کے مربیوں کی تربیت کے زیر اثر اس طرح کا انسان جو ولادت کے ابتدائی لمحوں سے ان تینوں قوتوں سے ہم آغوش رہا ہو اور جو اس کے ساتھ ساتھ پرورش پاتی اور ترقی کرتی ہیں اگر تربیت و تعلیم کا اثر قبول کر لے تو آہستہ آہستہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کی اس قوتِ مربیہ کے آگے سر تسلیم خم کر دے گا ممکن ہے کہ اس کے ساتھ کوئی واقعہ پیش نہ آئے، سوائے اس کے کہ اس کے قوائے کا ملۂ انسانی جو استعداد اور قابلیت کے طور پر اسے ودیعت کیے گئے ہیں فعال ہو کر رونما ہو جائیں اور اس کے تمام شئون اور قواء انسانیت کی شان سے بدل جائیں اور اس کے اندر کا شیطان (یعنی نفس) اس کے ہاتھوں پر ایمان لے آئے۔ جیسا کہ رسول اکرم (ص) کے ہاتھ پر اُن کے نفس نے بیعت کر لی تھی۔ آپ نے فرمایا ہے: "اِنّ شیطانی آمن بیدی" میرے (اندر کے) شیطان نے میرے ہاتھ پر ایمان قبول کیا" اور ان کی حیوانیت کی قوتوں نے انسانیت کے سامنے اس طرح سپر ڈال دی کہ (آپ کا نفس) ریاضت و عبادت کے مرکب پر سوار ہو کر عالم کمال و ترقی کا راہوار بن گیا اور راہِ آخرت کے آسمان کی بلندیوں کا براق ثابت ہوا۔ اس نے نہ کبھی خود سری کی اور نہ سرکشی کا ارتکاب کیا۔

شہوت و غضب جب عدل اور شرع کے آگے سر جھکا دیتے ہیں تو انسانی وجود کی مملکت

میں عدالت کی صفت ظاہر ہوتی ہے اور سچی عادلانہ حکومت تشکیل پاتی ہے، جس میں حق اور قوانین حقہ کارفرما و حکمراں ہوتے ہیں۔ اب یہاں ایک قدم بھی حق کے خلاف نہیں اٹھ سکتا۔ ظلم و باطل کا کہیں گزر نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ جس طرح حق سے دُوری اور راہِ حق میں رکاوٹ کا معیار ہوائے نفس کی پیروی ہے۔ اسی طرح حق کی طرف حرکت کرنے کی میزان شرع کے احکام اور عقل کی تابعداری ہے۔ ان دونوں منزلوں کے درمیان جو ہوائے نفس کی مکمل تابعداری اور عقل کے احکام کی مطلق پابندی سے عبارت ہیں، یہ انتہا منزلیں پڑتی ہیں۔ وہ اس طرح کہ ہر قدم جو نفس کی تابعداری کی سمت اٹھتا ہے اتنا ہی فاصلہ انسان اور حق کے درمیان بڑھتا ہے۔ حقیقت اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے، اور کمال انسانیت کے انوار اور وجودِ آدمیت کے اسرار اُسے نظر نہیں آتے۔ اس کے برعکس، ہر وہ قدم جو میلِ نفس اور اس کی خواہشات کی مخالف سمت میں اٹھتا ہے۔ اسی قدر وہ حق کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور نورِ حق اس کی مملکتِ وجود میں جلوہ افروز ہوتا جاتا ہے۔

کلامِ خُدا میں ہَوس کی پیروی کی مذمّت:

نفس کی پیروی اور نفسانی خواہشات کی تابعداری کی مذمت میں خداوندِ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: "ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ"، ہوائے نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں راہِ خدا سے بھٹکاتی ہے (سورۃ لنساء آیہ ۱۳۵) ایک اور آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَن اضلّ ممّن اتّبع ھواہ بغیر ھدی من اللّٰہ۔

کون اس شخص سے زیادہ گمراہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے، بغیر خدا کی رہنمائی کے، (سورہ قصص۔ آیہ ۵۰)

کافی شریف میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

قال: قال رسول اللّٰہ یقول اللّٰہ عزّوجلّ: وعزّتی وجلالی

وعظمتي وكبريائي ونوري وعلوي وارتفاع مكاني لا يؤثر عبد هواه على هواي إلّا شتّتُ عليه أمره ولبست عليه دنياه وشغلت قلبه بها ولم أوته منها إلّا ما قدّرت له وعزّتي وعظمتي ونوري وعلوي وارتفاع مكاني لا يؤثر عبد هوائي على هواه إلّا استحفظته ملائكتي وكفلت السّموات والأرضين رزقه وكنت له من وراء تجارة كلّ تاجر وأتته الدّنيا وهي راغمة ،، [1]

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے عزّوجلّ فرماتا ہے کہ "قسم ہے میری عزت، میرے جلال، میری کبریائی، میرے نور، میری بلندی اور میرے مکان کے ارتفاع کی کہ کوئی بندہ اپنی خواہشات کو میری خواہش پر ترجیح نہیں دیتا مگر یہ کہ میں اس کے کاموں کو متفرق کر دوں۔ اور اس کی دنیا کو درہم برہم کر دوں اور اس کے دل کو دنیا میں الجھا کر رکھ دوں۔ حالانکہ اس (میں) سے اُسے کچھ نہ دوں گا، سوائے اس کے جو میں نے اس کے مقدر میں (لکھ) دیا ہے۔ اور قسم ہے میری عزت، میرے جلال، میرے نور، میری بزرگی اور میرے مکان کی رفعتوں کی کہ کوئی بندہ میری خواہش کو اپنی خواہش پر ترجیح نہ دے گا مگر یہ کہ میرے ملائکہ اس کی حفاظت کریں۔ زمین و آسمان اس کی روزی کی کفالت کریں اور میں اس کی طرف سے ہر تجارت کی دیکھ بھال کر دوں، یعنی اس کی طرف سے لین دین کر دوں اور اُسے روزی پہنچاؤں، اس حال میں کہ دنیا اس کی تابع اور اس کے لئے ذلیل ہو (یعنی یہ کہ باوجودیکہ اس کا دل اس کی طرف مائل نہ ہو پھر بھی وہ اس کے اقبال کی فکر کرے، پس دنیا اس کے آگے ذلیل و خوار رہتی ہے)

---

[1] اصول کافی جلد ۲، ص ۳۳۵

یہ حدیثِ شریف احادیث محکمات میں سے ہے جس کا مضمون اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ خدائے تبارک وتعالیٰ کے علم کے سرچشمۂ زلال سے نکلی ہے۔ چاہے سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو، جس کی تفصیل سے ہمیں اس وقت مطلب نہیں ہے۔ حضرت مولی امیرالمؤمنین علیہ السلام سے اس حدیث کے علاوہ جس کی ہم شرح کر رہے ہیں یہ بھی منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا:

اِنّی اخوف ما اخاف علیکم اثنتان اتباع الھوی وطول الامل [۱]

یقیناً سب سے زیادہ خوفناک چیزیں جن سے میں تمہارے لئے خوف کھاتا ہوں، دو ہیں: خواہشاتِ نفسانی کی پیروی اور آرزو کی درازی (طول امل)

جناب امام صادق (ع) سے کافی شریف میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت نے فرمایا:

احذروا اھوائکم، کما تحذرون اعدائکم فلیس شیٔ اعدی للرجال من اتباع اھوائھم وحصائد السنتھم [۲]

"ڈرو اپنی خواہشات سے اس طرح جیسے تم اپنے دشمنوں سے ڈرتے ہو۔ پس لوگوں کے لیے کوئی شئے اس سے بڑھ کر دشمن نہیں جیسی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی اور ان کی زبانوں کا مہیا کیا ہوا" یعنی جو کچھ ان کی زبانیں ان کے لئے فراہم کرتی ہیں۔

اے عزیز! یہ جان لو کہ نفس کی خواہشات اور تمنائیں تمام ہونے والی نہیں۔ اور نہ ہی ان کی اشتہا کی کوئی انتہا ہے۔ اگر انسان ایک قدم ان کی طرف بڑھاتے تو وہ کئی اور قدم آگے بڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کسی ایک ہوائے نفس کا ساتھ دیتا ہے تو وہ کچھ اور تمناؤں کا پیچھا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اگر تم ایک دروازہ خواہشِ نفس کے لئے وا کرو گے تو تمہیں اور بھی کئی در باز کرنے پڑیں گے۔ ایک نفسانی خواہش کی پیروی کرنے پر تم کئی مفاسد

---

[۱]: اصول کافی۔ جلد ۲۔ ص ۳۳۵، حدیث ۲

[۲]: اصول کافی، جلد ۲، ص ۳۳۵، حدیث ۱

کا شکار ہو جاؤ گے۔ اور ہزاروں مہلکات میں مبتلا ہو گے۔ یہاں تک کہ خدانخواستہ، زندگی کے آخری لمحوں میں حق کے تمام راستے تم پر بند ہو جائیں گے، جیسا کہ کتاب کریم میں خداوند تعالیٰ نے ہمیں خبردار کیا ہے اور بے شک جس کے لئے امیر مؤمنان، ولیٔ امر ہمارے مولا و مرشد جو راہِ ہدایت کے متکفل اور قبیلۂ انسانیت کی رہنمائی کے ذمہ دار ہیں، خوفزدہ ہے بلکہ رُوحِ مکرم رسول اکرم (ص) اور آئمہ علیہم السلام بھی مضطرب تھے کہ کہیں درختِ نبوت و ولایت کے برگ و بار جھڑنے نہ لگیں اور اس پر خزاں نہ آ جائے۔ حضرت فرماتے ہیں:

تناكحوا تناسلوا فانى اباهى بكم الامم ولو بالسقط [1]

"عقد نکاح میں (اپنے آپ کو) باندھو کر نسل بڑھے، بے شک میں فخر کروں گا تم پر دوسری امتوں کے مقابلے میں اگرچہ اس کا نتیجہ ساقط شدہ جنین ہی کیوں نہ ہو"

پس معلوم ہوا کہ اگر انسان اس طرح کے خطرناک راستے پر پڑ جائے تو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ہلاکت کی کھائی میں گر کر نابود نہ ہو جائے، اور اس کے حقیقی باپ یعنی رسول اکرم (ص) کی نافرمانی اور ناراضگی کا باعث بھی بنے گا۔ وہ سرور جو رحمت للعالمین ہیں اس سے خفا ہو جائیں گے۔ یہ کتنی بڑی بدبختی ہو گی اور اس کے پس پردہ کیسی کیسی مصیبتیں اور گرفتاریاں ہوں گی؟ اس لئے اگر تم رسولِ خدا (ص) سے آشنائی رکھتے ہو، اپنے مولائے امیر المؤمنین (ع) سے محبت کرتے ہو اور اپنے آپ کو ان کی اولاد آئمہ طاہرین علیہم السلام کا دوست سمجھتے ہو تو ان کے قلوبِ مبارکہ کو اس ڈر اور اضطراب و تشویش سے باہر نکالو۔ سورۂ ہود کی آیت شریفہ میں کہا گیا ہے کہ:

فاستقم كما امرت ومن تاب معك ولا تطغوا انّه بما تعملون بصير۔ (سورۂ ھود آیہ ۱۱۲)

مستحکم رہو (اپنی جگہ پر) جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے، اور وہ جنہوں نے توبہ کی

---

[1]: وسائل الشیعہ، باب ۱، حدیث ۳

تمہارے ساتھ۔ اور اللہ سے بغاوت نہ کرو۔ وہ دیکھتا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب رسول خدا (ص) نے فرمایا:

شَیَّبَتنی سورۃ ھود لمکان ھذہ الآیہ۔

"مجھے بوڑھا کر دیا سورۂ ہود نے اپنی اس آیت کی وجہ سے"

عارف کامل، شیخ شاہ آبادی روحی فداہ نے فرمایا ہے:

باوجود اس کے کہ یہ آیہ سورۂ شوریٰ میں بھی آئی ہے، لیکن چونکہ بغیر "وَمَن تابَ معک" کے ہے، حضرت نے سورۂ ہود کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ نے ان بزرگوار سے اُمت کی استقامت بھی طلب کی ہے، اور حضرت کو یہ خدشہ تھا کہ یہ ذمہ داری شاید پوری نہ ہو سکے۔ ورنہ وہ بزرگوار خود نہ صرف یہ کہ استقامت رکھتے تھے بلکہ آنحضرت حکیم عدل کے نام کا مظہر بھی تھے۔[1]

اس لئے اے میرے بھائی! اگر تم اپنے آپ کو ان حضرت کے ماننے والوں میں سے جانتے ہو اور ان کی ذاتِ مقدس کو (اپنی امت پر) مامور سمجھتے ہو تو ایسا نہ ہونے دو کہ وہ بزرگوار اپنی اس ذمہ داری کے پورا کرنے میں تمہارے زشت کاموں اور ناہنجاریوں کی وجہ سے شرمندگی محسوس کریں۔ تم خود اس بات پر غور کرو اگر تمہاری اولاد یا تمہارے اہلِ خاندان ایسے نامناسب اور بُرے کام کے مرتکب ہوں جو تمہاری قدروں کے مطابق نہ ہوں تو کیا تم لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو شرمسار محسوس نہ کرو گے اور تمہارا سر جھک نہ جائے گا! یہ سمجھو کہ رسول خدا (ص) اور امیر المؤمنین (ع) آنحضرت کے قول کے مطابق تمام امت مُسلمہ کے والدین ہیں۔ آنحضرت (ص) نے فرمایا تھا: "انا و علی ابوا ہذہ الامۃ" (میں اور علی اس امت کے دو باپ ہیں) اگر ہمیں خدا کے حضور پیش کیا جائے اور ان دونوں بزرگواروں کے سامنے ہمارا حساب کتاب ہو اور ہمارے نامۂ اعمال میں سوائے زشتی اور بدی کے کوئی اچھا عمل درج نہ ہو تو ان بزرگوں کو کتنا گراں

نهضت ترجمه
Translation Movement
INS

۱۔ مجمع البیان، جلد ۳

گزرے گا۔ وہ حق تعالیٰ کے محضر میں ملائکہ اور انبیاء کے سامنے کس قدر شرمسار و خجل ہوں گے ہم نے ان پر کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ ہم نے اپنے آپ کو کتنی بڑی مصیبت میں مبتلا کرلیا ہے۔ معلوم نہیں خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ کس طرح کا سلوک کرے گا۔

اس لیئے اے انسانِ جاہل! تو جو خود اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے اور اولیائے خدا کے ساتھ جو اس کی بخشی ہوئی نعمات ہیں، جنہوں نے اپنی جان و مال، راحت و آرام سب تیری راہِ ہدایت میں قربان کر دیئے اور وہ سخت مصیبتیں جھیلتے ہوئے قتل ہوئے، ان کی عورتیں اور بچے قید اور اسیر ہوئے۔ یہ سب مصیبتیں تیری ہدایت اور تیری نجات کی خاطر سہیں۔ ان کے عوض تو بجائے اس کے کہ ان تمام زحمتوں کے لیئے شکر گزار ہوتا اور ان کی مرحمتوں کا پاس کرتا، ایسا فاحش ظلم کیا اور پھر تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو نے صرف اپنے آپ پر ظلم کیا! ذرا تو خوابِ غفلت سے بیدار ہو اور کچھ تو اپنے نفس کے سامنے شرمندہ ہو، جنہوں نے دشمنانِ دین کے مظالم سہے، تو جو اُن کی دوستی کا دعویدار ہے، ان پر ظلم نہ کر۔ اس لیئے بھی کہ ایک دوست اور دوستی کا دم بھرنے والے کی طرف سے ظلم کہیں زیادہ ناگوار اور سخت ہوتا ہے۔

خواہشاتِ نفسانی کی تعداد کے بارے میں:

ترجمہ
Translation Movement
INS

معلوم ہونا چاہیئے کہ خواہشاتِ نفسانی ان کے مراتب اور متعلقات کے مطابق مختلف طرح کی اور گوناگوں ہوتی ہیں۔ کبھی وہ اتنی باریک و مخفی ہوتی ہیں کہ جب تک اُسے تنبیہ نہ کی جائے اور اُسے غفلت سے نہ چونکایا جائے خود وہ شخص بھی یہ سمجھ نہیں پاتا کہ یہ شیطان اور اس کی پھیلائی ہوئی نفسانی خواہشات کے جال ہیں۔ اپنے تمام اختلافات کے باوجود خواہشاتِ نفسانی راہِ حق میں رکاوٹ پیدا کرنے اور طریقِ خدا سے انسان کو دُور رکھنے کی حد تک یکساں طور پر شریک ہوتی ہیں۔ اگرچہ ان کے مراتب آپس میں فرق رکھتے ہیں، جیسا کہ ہوائے باطلہ کا شکار ہو کر سونے چاندی سے خداؤں کے بت بنانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَفَرَءَيتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ۔

"کیا تم نے انہیں (نہیں) دیکھا جو ڈھال لیتے ہیں خدا اپنی خواہش (نفسانی) سے"
(سورۂ فرقان، آیہ ۴۳)

آیاتِ قرآنی اور روایاتِ شریفیہ کے مطابق ایسے لوگ ایک طرح خدا سے دُور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نفسانی خواہشوں اور شیطانی وسوسوں کی پیروی کرنے والے دوسرے تمام باطل عقائد میں ایمان رکھنے والے اور اخلاقِ فاسدہ کے حامل دوسرے طریقے سے حق سے خود بخود دُور ہو جاتے ہیں۔ گناہانِ کبیرہ اور صغیرہ کا ارتکاب کرنے والے اور موبقات و مہلکات میں فرق کرنے والے ان کی کراہتوں کے درجوں کے مطابق ایک طرح سے حق تعالیٰ کی راہ سے باز رہتے ہیں۔ جبکہ مباح خواہشاتِ نفس اور نفسانی شہوات میں اپنے آپ کو حد سے زیادہ مشغول رکھنے والے اپنی اس افراط کی بناء پر دوسری طرح حقیقت کے راستے سے دُور رہتے ہیں۔ عالمِ آخرت کی تعمیر کے لئے مناسک اور ظاہری عبادات میں ہر وقت ڈوبے رہنے والے لذاتِ روحانی کو پانے کے لئے خواہشاتِ نفسانی کو قابو میں رکھتے ہیں یا عذاب کے خوف سے اور جہنم کے اندیشے سے چھٹکارا پانے کے لئے اطاعت کرتے ہیں، ایک اور راستے پر چل کر خدا کی بتائی ہوئی راہ سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی تہذیبِ نفس اور ریاضتِ شاقہ کے ذریعے نفس کے مخصوص کمالات حاصل کرنے اور بہشتی صفات سے خود کو مزین کرنے والوں کی طرح ہیں کہ وہ بھی کسی نہ کسی طرح حق اور اس کی ہدایت سے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ اہلِ معارف، اصحابِ سلوک، جذب اور عرفان کی بلندیوں پر پہنچے ہوئے لوگ بھی جو لقائے خداوندی کے اور اس کے قرب کے حصول کی تمنا کے علاوہ کوئی دوسری خواہش نہیں رکھتے، وہ بھی ایک دوسرے طریقے سے اللہ سے دُور اور اس کی خاص تجلیوں سے محروم رہتے ہیں۔

ان مراتب کے علاوہ کچھ اور مراتب آتے ہیں جن کی تفصیل کا یہ مناسب موقع نہیں۔ مذکورہ بالا مراتب میں سے ہر ایک کے حامل اصحاب کو چاہیئے کہ وہ اپنی حالت کا جائزہ

لیں اور اپنے آپ کو ہوائے نفسانی سے پاک کریں تاکہ سبیلِ حق سے دُور نہ ہوں، اور حقیقت تک پہنچنے کی راہ سے نہ بھٹکیں، رحمت و برکت کے دروازے ہر مقام کے لوگوں پر کھلے ہوئے ہیں۔ واللہ ولی الہدایہ۔ بے شک اللہ ہدایت دینے والا ہے۔

مقام دوم:

طولِ امل (اُمید کو دراز کرنے) کی مذمت:

اس کی بھی دو فصلیں ہیں:

فصل (۱) آرزوؤں کی درازی:

انسانیت کی پہلی منزل ہوش (یقظہ) اور بیداری ہے، جیسا کہ مشائخ اہلِ سلوک نے منازل سالکان کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیے شیخ عظیم الشان، شاہ آبادی دام ظلہ، کے کہنے کے مطابق دس سیڑھیاں ہیں، فی الوقت ہم ان کی تفصیل بیان کرنے کے موقف میں نہیں ہیں۔ یہاں پر قابلِ ذکر چیز یہ ہے کہ جب تک انسان یہ چیز ذہن نشین نہ کرے کہ وہ ایک مسافر ہے اور اس کے لئے سفر کرنا اور منزل مقصود کی طرف بڑھنا ضروری ہے، اور یہ کہ اس کے لئے مقصد کو سامنے رکھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ وہ مجبور ہے کہ اس مقصد کی سمت حرکت کرے، کیونکہ اس کا امکان ہے کہ اس کا عزم پکا نہ ہو اور وہ صاحبِ ارادہ نہ بنے۔ ان امور میں سے ہر ایک تفصیل اور شرح کا محتاج ہے، لیکن ہم اگر اس ذکر کو لے بیٹھیں تو گفتگو طول پکڑ جائے گی، یہ جاننا ضروری ہے کہ اس ہوش (یقظہ) اور بیداری کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے جو مقصود کو فراموش کرنے اور مقصد کے لوازم کو بھلا دینے کا سبب بنتی ہے اور انسان کے ارادے اور عزم کو اس طرح مار دیتی ہے، وہ عظیم رکاوٹ یہ ہے کہ انسان اس دھوکے میں رہے کہ اس کے لئے اس سفر کی تیاری کرنے کا ابھی کافی وقت باقی ہے۔ اگر وہ آج اپنے مقصد کی طرف حرکت کرنے کے لئے

آمادہ نہیں تو کل حرکت کر سکتا ہے۔ اگر اس مہینے سفر شروع نہ کر سکا تو اگلے مہینے شروع کر سکتا ہے۔ یہ طولِ امل (امید کی درازی) رجاءِ بقاء کا جھوٹا بہلاوا، زندہ رہنے کی اُمید اور یہ خیال کہ ابھی بہت اور وقت باقی ہے، انسان کو اپنے مقصد کی طرف سفر کرنے سے جو آخرت ہے، باز رکھتا ہے۔ وہ اس کی طرف بڑھنے اور سفر کے لیئے زادِ راہ اور رفیق فراہم کرنے کی ضرورت کو بھلا بیٹھتا ہے۔ وہ آخرت کو پوری طرح فراموش کر دیتا ہے اور یہ عمل انسان کے ذہن سے مقصودِ اصلی کو محو کرنے کا باعث بنتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو کہ کسی کو دُور دراز کے پُرخطر سفر پر روانہ ہونا ہو، وقت بھی بہت تنگ ہو اور لوازمِ سفر بھی اس کے پاس نہ ہوں، وہ بالکل خالی ہاتھ ہو اور ان تمام چیزوں سے بالاتر یہ کہ وہ اپنی منزلِ مقصود کو بھی بھول چکا ہو، ظاہر ہے کہ اگر کوئی اس طرح کی بھول میں پڑ جائے تو اُسے زادِ راہ اور توشے کی بھی کوئی فکر نہ ہوگی اور نہ وہ اسبابِ سفر فراہم کرنے کے بارے میں غور کرے گا۔ جب مجبوراً اُسے سفر پر نکلنا پڑے گا تو وہ یقیناً لاچار اور بے بس ہوگا۔ وہ اس سفر میں پیچھے رہ جائے گا، راستے ہی میں ہلاک ہو جائے گا، اور اپنی منزل پہ نہ پہنچ سکے گا۔

فصل دوم:-

زادِ راہ:

اس لیئے اے عزیز دوست! یہ سمجھ لو کہ ایک پُرخطر اور ضروری سفر درپیش ہے اور نفع بخش علم و عمل ہی اس کا زادِ راہ ہے۔ سفر کا وقت بھی معلوم نہیں ہے کہ کس وقت چل کھڑا ہونا ہے۔ ممکن ہے کہ وقت بہت کم ہو اور فرصت نہ مل سکے۔

کوئی نہیں جانتا کہ کس وقت کوس رحیل آواز دے اور اُسے ناچار کُوچ کرنا پڑے۔ یہ طولِ امل جس میں ہم تم سبھی مبتلا ہیں دراصل حبِ نفس اور شیطان کے دھوکے میں سے ہے بلکہ اس ملعون کی سب سے بڑی کرشمہ سازی ہے .... وہ اس طرح ہماری توجہ عالمِ آخرت سے ہٹا دیتا ہے کہ ہم کسی چیز کی فکر اور تدبیر نہیں کرتے۔ وہ چاہتا ہے کہ اگر سفر کی فکر ہماری دامن گیر رہے اور ہم سفر کی مشکلات اور رکاوٹوں کا پہلے سے خیال بھی رکھیں، تب بھی

اُنہیں دُور کرنے کی تدبیر نہ کریں، توبہ اور پشیمانی (انابت) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع نہ کریں اور نہ زادِ راہ اور توشۂ عاقبت مہیا کرنے کی فکر کریں، تاکہ ایک دن اچانک موت کا وقتِ موعود آ پہنچے اور ہمیں بغیر کسی زادِ راہ کے اور بغیر کسی تیاری کے سفر پر اٹھا لے جائے، نہ ہمارے پاس عملِ صالح ہے اور نہ علمِ نافع، ان دو چیزوں پر ہی اس عالم کی فطرت و خاصیت کا دارومدار ہے۔ ہم نے ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے لئے فراہم نہیں کی۔ اگر ہم نے کچھ عمل انجام بھی دیئے ہیں تو وہ خالص اور بے غل وغش اور بے لوث نہ تھے، بلکہ ہم نے انہیں اس طرح انجام دیا کہ ان کے قبول ہونے کی راہ میں ہزاروں رکاوٹیں کھڑی کردیں۔ اگر ہم نے کوئی علم حاصل بھی کیا وہ یا تو فضول اور باطل تھا یا راہِ آخرت میں ایک رکاوٹ بننے کا سبب بنا۔ اگر ہمارے علم وعمل کے ساتھ یہ موانع نہ ہوتے تو وہ ہمارے اندر سالہاسال کی مشق و ریاضت کے بعد کوئی واضح اثر چھوڑتے اور ہمارے اخلاق و اطوار میں کوئی تبدیلی تو لاتے۔ کیا بات ہے کہ ہماری چالیس پچاس سال کی ریاضت نے ہمارے دلوں پر الٹا اثر کیا ہے۔ اور انہیں سنگِ خارا سے بھی زیادہ سخت بنا دیا ہے؟ نماز جو مومنوں کی معراج ہے، سے ہمیں کیا حاصل ہوا؟ کہاں گئے وہ خوف و خشیت جو علم کا لازمی نتیجہ ہیں؟ اگر خدا نخواستہ ہمیں اس موجودہ حالت میں سفر کے لئے کوچ کا حکم دیا جائے تو ایسے بہت سارے خسارے و حسرتیں ہمارے سامنے ہوں گی جو زائل ہونے والی نہیں۔

اسی لئے نسیانِ آخرت (یا عقبیٰ فراموشی) ان امور میں سے ہے کہ اگر اس کی وجہ سے ولی اللہ اعظم امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو ہماری طرف سے خوف اور پریشانی ہے۔ تو درست ہے، اس لئے کہ یہ فراموشی ہی طولِ امل کا موجب ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ کتنا پُرخطر سفر ہے، جس سے انسان کو پل بھر کے لئے بھی غافل نہیں رہنا چاہیئے اور ہر حال میں زادِ راہ فراہم کرنے کی فکر کرنی چاہیئے اور ایک لمحے کے لئے بھی چین سے نہ بیٹھیں۔ اگر وہ فراموشی کا شکار ہوگیا، دوسرے عالم کو بھول گیا اور یہ نہ سمجھا کہ وہ کس طرح کی دنیا ہے اور کس طرح کا سفر درپیش ہے تو اس کے سر پر کیسی آفتیں ٹوٹیں گی اور وہ کیسی بدبختیوں

میں گرفتار ہوگا؟ ہمارے لیئے بہتر ہوگا کہ ہم حضرت علی علیہ السلام اور حضرت رسول اکرم (ص) کے متعلق جو اخلاق میں سب سے اشرف اور خطائے نسیان اور لغزش سے معصوم ہیں، غور و فکر کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ ان کا کیا حال تھا اور ہماری کیا حالت ہے۔ اس سفر کی اہمیت اور اس کے خطرات کے علم نے ان سے ان کا چین اور آرام چھین لیا تھا اور ہمارے جہل نے ہمارے اندر نسیان و فراموشی کو جنم دیا ہے۔

حضرت خاتم المرتبت (ص) نے اس طرح ریاضتیں کیں اور حق کے سامنے اپنے آپ کو کھڑا رکھا کہ آپ کے پائے مبارک متورم ہو گئے تھے، اور ذاتِ مقدس جل جلالہ، کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی:

طه ما انزلنا علیك القرآن لتشقی،

طٰہ۔ ہم نے قرآن اس لیئے نازل نہیں کیا (اے محمد) کہ آپ تکلیف اُٹھائیں۔

(سورۂ طه، آیہ ۱، ۲)

جناب امیر المومنین علیہ السلام کے حالات، ان کی عبادتیں اور حق تعالی سے ان کے خوف کے بارے میں تو ہم جانتے ہی ہیں:

یہ سمجھ لیں کہ یہ سفر بہت پرخطر ہے۔ ہماری یہ فراموشی اور نسیان ہمارے نفس اور شیطان کی جعلسازیوں کا نتیجہ اور یہ بڑی بڑی اور دراز اُمیدیں بھی ابلیس کے پھیلائے ہوئے دام اور اسی کے حیلے اور کید ہیں۔ اس لیئے اس نیند سے بیدار ہوں، ہوش میں آئیں اور خود کو تنبیہ کرتے رہیں (تاکہ آپکا نفس جان لے) کہ آپ ایک مسافر ہیں اور آپ کے سامنے ایک منزل ہے۔ آپ کی منزل عالم آخرت ہے۔ اور یہ کہ آپ ایک نہ ایک دن ضرور اس دنیا سے اٹھا لیئے جائیں گے۔ اگر آپ سفر کے لیئے آمادہ رہیں گے اور زادِ راہ تیار رکھیں گے تو اس سفر میں پیچھے نہ رہیں گے۔ اور نہ لاچاری محسوس کریں گے۔ ورنہ آپ اپنے کو حقیر و لاچار اور بے زادِ سفر پائیں گے اور ایسی شقاوت کی طرف لے جائیں گے جس کے بعد سعادت نصیب نہیں ہوتی، اور ذلت جو کبھی عزت کا منہ نہیں دیکھتی، ایسی فقیری جس کے بعد غنا نہیں، وہ

عذاب جس کے پیچھے راحت نہیں، ایسی آتش جو کبھی بجھنے والی نہیں، وہ فشار جو کبھی ختم ہونے والا نہیں، ایسا غم و اندوہ جو خوشی کا اجالا ساتھ نہیں لاتا، اور ایسی حسرت و ندامت کہ جس کی چھوٹ اور خاتمہ نہیں۔

اے عزیز دوست! دیکھو مولائے متقیان دُعائے کمیل کی مناجات کے حصے میں کس طرح خدائے تعالیٰ سے گڑگڑا کر عرض کر رہے ہیں:

انت تعلم ضعفی عن قلیل من بلاء الدُّنیا وعقوباتها وما یجری فیها من المکاره علی اهلها علی انّ ذلك بلآءٌ ومکروهٌ قلیلٌ مکثهٗ یسیرٌ بقآئهٗ قصیرٌ مُدّتهٗ فکیف احتمالی لبلآء الآخرة وجلیل وقوع المکاره فیها وهُوَ بلآءٌ تطولُ مُدّتهٗ ویدُوم مقامُهٗ ولا یخفّف عن اَهْلِهٖ لانّه لا یکون اِلّا عن غضبِك وانتقامِك وسَخَطِك وهذا ما لا تقوم لهُ السّموات والارض۔

اے مالک! تو جانتا ہے میری کمزوری دنیا کی معمولی بلاؤں کے مقابل، دنیا کی سختیوں کے مقابل اور دنیا میں جو ناخوشگوار واقعات یہاں کے رہنے والوں کو پیش آتے رہتے ہیں، ان کے مقابل، حالانکہ یہ سختی ناپائدار ہے اور اسے جھیلنا بھی سہل ہے، اس کی مدت بھی نہایت مختصر ہے لیکن آخرت کو میں کیسے جھیل سکوں گا اور وہاں کی سختیوں اور زبردست آفتوں کو کیسے برداشت کروں گا، جبکہ وہ مصیبت (آخرت کی) طویل مدت کے لئے ہوگی، اور دائمی ہوگی۔ اس کی زد میں آنے والوں کے لئے وہ کبھی گھٹتی نہیں۔ اس لئے کہ وہ اور کچھ نہیں سوائے تیرے غضب کے، تیرے انتقام اور تیرے عتاب کے۔ اور یہ وہ چیز ہے جس کے زمین و آسمان بھی متحمل نہیں ہو سکتے" (دُعائے کمیل)

یہ کیسا عذاب ہوگا جس کی تاب لانے کی طاقت زمین و آسمان بھی نہیں رکھتے اور وہ تمہارے لئے مہیا کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود تم متنبہ نہیں ہوتے اور تمہاری

غفلت و نسیان میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ اے دلِ غافل! غفلت سے بیدار ہو جا اور سفرِ آخرت کے لئے تیاری کر۔ قزاقِ اجل موت کا نقارہ بجا چکا ہے۔ (فقد نودی فیکم بالرحیل) کوچ کے لئے صدائے رحیل بلند ہو چکی ہے۔ حضرت عزرائیل کے کارندے اپنا کام انجام دینے والے ہیں اور تجھے ہر آن موت کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ پھر بھی تو غافل ہے اے نادان!

اللھم انی اسئلک التجافی عن دار الغرور والانابۃ الی دار السرور والاستعداد للموت قبل حلول الفوت۔

بار الہا میں تیرے در پر سوالی ہوں کہ تو مجھے اس خانہ غرور و مستی سے نکال، اور پھیر دے میرا رُخ دارِ سرور اور موت کی آمادگی کی طرف۔ قبل اس کے کہ یہ فرصت کے لمحات ختم ہو جائیں مجھ پر یہ عنایت فرما۔

والعاقبۃ للمتقین

والحمد للہ رب العلمین

نہضت ترجمہ
Translation Movement
.INS

نهضت ترجمه
Translation Movement
.INS